جہاد افغانستان کا اصل ہیرو کون ؟
آہن پوش
TURKISTAN DAĞLARI
AFGANISTAN
Herat
SEFID DAĞLARI
جہاد افغانستان کے مرکزی کردار کرنل امام کے تہلکہ خیز انکشافات
مصنفہ : فرزانہ

عطاالرحمن اویسی
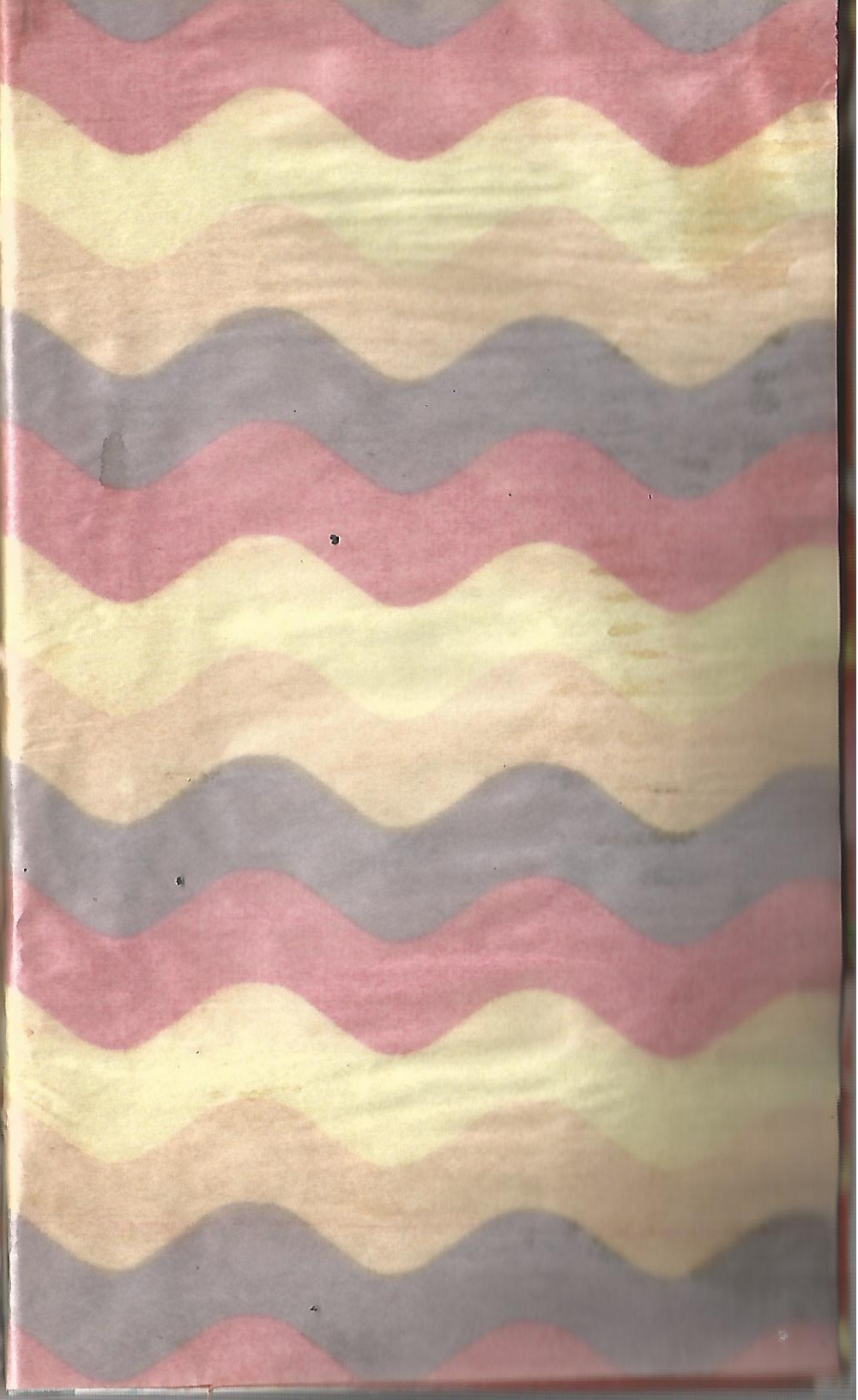
بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

جہاد افغانستان کے مرکزی کردار کا
تہلکہ خیز آخری انٹرویو اور
انکشافات کی سحر انگیز داستان

مصنفہ: فرزانہ چودھری

نام کتاب	:	آہن پوش
مصنّفہ	:	فرزانہ چودھری
ناشر و مطبع	:	آفریدی لاء ایسوسی ایٹس
سرورق	:	محمد شبیر
اشاعت	:	اوّل
قیمت	:	450 روپے

ملنے کا پتہ

انسب برادرز بک فاؤنڈیشن' لاہور

0300 8401862

آفریدی لاء ایسوسی ایٹس -42 لوئر مال نزد سیشن کورٹ لاہور

03004706007,042-37244273, 37320757

Email: mansoorafridi7@yahoo.com

www.afridilawassociate.com

انتساب

میرے شوہر محمد شہزاد جی اور

تینوں بیٹوں انسب، ایہاب اور ارحم

کے نام جن کا تعاون اس کتاب کی تیاری میں ہر قدم پر

میرے ساتھ رہا

حسن ترتیب

ابواب:

پیش لفظ

گزشتہ چالیس سالوں سے افغانستان میں جنگ کسی نہ کسی روپ میں ہوتی رہی اور اب بھی ہو رہی ہے اور نائن الیون کے بعد اس میں اتنی شدت آگئی کہ پاکستان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ یہاں تک ہماری آدھی لاکھ سے زیادہ آبادی اس جنگ کی نذر ہوگئی۔ آخر اس کشت وخون کے پیچھے کون سے بین الاقوامی عوامل تھے اس کا جواب انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس جنگ سے یا دہشت گردی سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے معمولات زندگی ڈسٹرب ہوکر رہ گئے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ افغانستان کے بعد پاکستان نے اس جنگ کی بھاری قیمت ادا کی۔ میرا شعبہ صحافت سے عرصہ دراز سے تعلق ہے۔ میں نے بہت سے سیاسی و عسکری شخصیات سے انٹرویو کئے۔ اسی سلسلہ میں مجھے کرنل (ر) سلطان امیر المعروف کرنل امام کے انٹرویو کرنے کا بھی موقع ملا جوان کی زندگی کا پہلا باقاعدہ تفصیلی انٹرویو ہے جو آخری بھی ثابت ہوا۔

کرنل امام عرصہ دراز میڈیا سے دور رہے اور یہ ان کا اپنا فیصلہ تھا جب میں ان سے انٹرویو کے لئے گئی تو وہ بڑی مشکل سے اس کے لئے تیار ہوئے اور پھر ان سے ایک سلسلہ چل پڑا۔

مجھے اس بات کی بے پناہ خوشی ہوئی کہ میرے انٹرویو کے بعد ملکی اور غیر ملکی میڈیا نے کرنل امام سے رابطہ کیا اور کرنل صاحب خبروں، سیمینار اور کالموں کا حصہ بن گئے اور بالخصوص ہمارے الیکٹرانک میڈیا میں ٹاک آف دی ٹاؤن بن گئے۔ شروع میں میرا اسے کتاب کی صورت میں لانے کا پروگرام نہیں تھا لیکن کرنل امام کے اس دنیا فانی سے رخصت کے بعد یہ میرا لازمی فریضہ بن گیا تا کہ قوم کو کچھ حقائق کا پتہ چل سکے۔

میں سمجھتی ہوں کرنل امام کا قتل ایک قومی المیہ ہے وہ شخص جو پاکستان کی محبت سے سرشار

تھا۔ جس نے انتہائی مشکل گھڑی میں اپنے پیارے وطن کے لئے بہت کچھ کیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ ضروری ہے کہ اپنے اس گمنام ہیرو کو عوام کے سامنے لایا جائے اور میری یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ بہت سی باتیں کرنل امام صاحب نے انٹرویو میں کہیں تھیں وہ ان کے خالقِ حقیقی کے پاس جانے کے بعد سچ ثابت بھی ہو رہی ہیں۔

مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ اس عظیم شخص اور مُحب وطن پاکستانی پر لکھی یہ کتاب میری بھی پہلی کتاب ہے۔ اس سلسلہ میں، میں اپنے شریک سفر جناب میاں محمد شہزاد اشرف اور اپنے تینوں بیٹوں محمد انسب علی، محمد ایھاب علی، محمد ارحم علی کی بھی بہت مشکور ہوں جنھوں اپنا وقت دے کر اس کتاب کے مکمل کرنے میں میرا ساتھ دیا۔ میرے شوہر محمد شہزاد المعروف شہزاد جی (فیشن فوٹو گرافر) کی اتاری تصاویر کتاب کی زینت بنی ہیں۔

فرزانہ چودھری

جوائنٹ سیکرٹری لاہور پریس کلب 2013ء

ممبر گورننگ باڈی لاہور پریس کلب 2004ء تا 2006ء، 2010ء

دیباچہ

شخصیت نگاری، مکالمہ یا تجزیہ تاریخ کی وہ بنیاد ہے جس پر کھڑی عمارت کا جاہ و جلال آئندہ نسلوں کے لئے ماضی کی گواہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہومر، ہوریس اور ارسطو سے لیکر کالی داس اور مولانائے روم تک کے شہ پاروں میں شخصیات کے حوالے ہی دراصل معتبر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مؤرخ اپنے عہد کی کسی خاص شخصیت کو عدسہ بنا کر احوال زمانہ کے منظر نمایاں کرتا ہے۔ خاکہ نگاری خوشامد یا جانبداری سے آلودہ نہ ہو تو مکمل تاریخ ہوتی ہے۔ میں اسے بدنصیبی کہوں گا کہ ہمارے عہد کو جو بانجھ پن کا مرض ہے اس کا نقصان ہمارے مؤرخ نے اٹھایا اور خود اس بیمار عہد نے بھی، جو ماضی کی قبر میں پہنچے گا تو اسے کتبہ نصیب نہ ہوگا۔ یعنی اسے اپنی پہچان میسر نہ آئے گی۔ میں کہ خود اس عہد کے اندھیروں میں کرن کا متلاشی ہوں۔ مدت سے رائیگانی کی ریت چھان رہا ہوں۔ نصف صدی عمر تک ریت چھان لینے کے بعد مجھے یہ نفسیاتی مرض لاحق نہیں ہوا کہ میں اس تاریک عہد میں روشنی کی کوئی کرن دیکھ کر ملک عدم کا راہی ہو جاؤں گا۔ ممکن ہے میرے جذباتی مزاج میں مبالغہ آرائی ہو لیکن اتنی نہیں کہ کسی بے کار پتھر کو پارس ثابت کرنے کے لئے ہذیان بک رہا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ''آہن پوش'' کا مسودہ ہے۔ یہ محروم عہد میں روشنیء خورشید نہ سہی، اسے مہتاب بھی نہ کہیے مگر دیا سلائی کا شعلہ نہ کہنا بڑی زیادتی ہوگی۔ ''آہن پوش''، کرنل امام کا تفصیلی انٹرویو ہے۔ کرنل امام ہمارے عہد کے امریکی نواز صحافیوں اور روشن خیالی کی جگالی کرنے والے بعید نظری کے مرض میں مبتلا دانشوروں کی نظر میں دہشت گرد ہے۔ دوسری طرف یہی آہن پوش عہد حاضر کے ان لوگوں کا امام ہے جو ریاست میں مغربی ثقافت کی بے ہودگی اور غلامی کو پسند نہیں کرتے۔ کرنل امام عسکریت پسندی اور

مجاہدانہ روش اختیار کرنے والوں کے لئے روشن مینار ہے یا ملکی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے والی دہشت گردی کی راہ ہموار کرنے والا دہشت گرد' یہ سچائی الزامات' دشنام طرازی یا شخصیت پرستی کی دھند کے پیچھے جا چھپی ہے۔ ہمیں مبالغہ اور جانبداری سے نکل کر درست سمت کی طرف بڑھنا ہے تو یقیناً حقائق کا سہارا لینا ہوگا۔ ''آہن پوش'' میں فرزانہ چودھری نے ہمیں یہ سہارا مہیا کیا ہے''آہن پوش'' بنیادی طور پر تفصیلی انٹرویو ہے جس میں انٹرویو کرنے والی مشاق خاتون صحافی نے پوری مہارت کے ساتھ سوال' جواب' اظہار اور تاثر میں واضح فرق رکھا ہے۔ تیکھے چبھتے ہوئے سوالات کے ذریعے ان حقائق کو کریدا ہے جن سے ہمارے ہاں کے نام نہاد ماہرینِ عسکری امور نا صرف ناواقف ہیں بلکہ اس ناواقفیت کی لکیر پیٹ پیٹ کر خود اپنی کم فہمی کا مذاق بنا رہے ہوتے ہیں۔ میں تو پہلی ہی بار ''آہن پوش'' کا مطالعہ کر کے حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں گم ہوتا چلا گیا کہ نہایت سادہ گفتار اور مہذب لہجے میں بات کرنے والی معصوم سی لڑکی مغربی سرحد کے آر پار کشت وخون کے خوف ناک کھیل سے کس قدر واقف ہے۔ اپنے موضوع پر گرفت اس کی محنت اور شبانہ روز ریاضت کی گواہی ہے۔ اس کی زبان کمزور ہے نہ حقائق کو موم کی ناک سمجھ کر اپنے مزاج کے مطابق موڑا ہے۔ مجھے آنجہانی اوریانہ فلاسی یاد آ رہی ہیں۔ فرزانہ چودھری کا موازنہ اس بہادر صحافی کے ساتھ کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اوریانہ کی طرح فرزانہ کی تفتیشی رپورٹنگ بھی معیاری صحافت کا روشن باب ہے۔ فرزانہ چودھری کی یہ کاوش یقیناً بین الاقوامی حلقوں میں بڑے مباحثوں کی وجہ بنے گی۔ کرنل امام کے اس تفصیلی انٹرویو اور حامد میر کے اسامہ بن لادن سے انٹرویو کے سوا تیسرا ایسا کوئی مکالمہ نہیں ملتا جو ہمارے عہد کی تاریخ کا واضح چہرہ دکھا سکے۔ دونوں انٹرویوز کو دیکھیں تو اسامہ کے انٹرویو میں تشنگی رہ جاتی ہے۔ مگر کرنل امام کے انٹرویو میں شخصیت سے لے کر عسکریت تک کہیں کوئی حوالہ پوشیدہ نہیں۔

میں فرزانہ چودھری کے لئے دعا گو ہوں کہ اس کے تخیل' سوچ کی پرواز مزید بلند ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اللہ رب العزت اسے اپنی حفظ وامان میں رکھے کیونکہ وہ ہمارے عہد کی

مکمل ''مؤرخ'' ہے۔ وہ کام جو ہمارے مرد صحافیوں کو کرنا چاہیے تھا اور وہ نہیں کر پائے مگر فرزانہ چودھری نے یہ فرض کفایہ ادا کر کے ہمیں محروم اور بانجھ ہو کر بے کتبہ عہد میں مرنے سے بچا لیا ہے۔

سعید آسی

ڈپٹی گروپ ایڈیٹر نوائے وقت

جہاد افغانستان کا امام

تاریخ اسلام بہت سی ایسی شخصیات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے ایسے کارنامے سرانجام دیے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔کرنل (ر) سلطان امیر المعروف کرنل امام بھی ایسی ہی ایک شخصیت تھے جنہیں جہاد افغانستان کا امام ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔جہاد افغانستان میں ان کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے اگر ان کو جہاد افغانستان کی ذمہ داری نہ سونپی جاتی تو وہ پاک فوج میں لازماً جنرل کے عہدے تک ترقی کرتے۔ جہاد افغانستان میں کرنل امام کی کاوشوں کے پیش نظر ان کا شمار بھی دیگر عالمی شہرت یافتہ شخصیات ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، جنرل اختر عبدالرحمٰن اور جنرل حمید گل کی فہرست میں ہوتا ہے۔انہیں جو کام سونپا گیا تھا انہوں نے توقعات سے کہیں بڑھ کر نبھایا اور منتشر افغانیوں کو ایسی تربیت یافتہ اور منظم گوریلا فوج میں بدل دیا جس نے دنیا کی سب سے بڑی جنگی طاقت کے دانت کھٹے کر دیے اور سرخ ریچھ تاریخ میں پہلی مرتبہ پسپائی پر مجبور ہو گیا اور سوویت یونین کو آنجہانی کر دینے کا باعث بنا۔دیوار برلن ٹوٹنے کے بعد اس کے ٹکڑے جن لوگوں کو بطور تحفہ ارسال کیے گئے ان میں کرنل امام بھی شامل تھے۔

افغان جنگ کا یہ عظیم ہیرو ایک طویل عرصہ تک پس پردہ رہا کیونکہ ان کے کام کی نوعیت ہی کچھ ایسی تھی، انہوں نے کارہائے نمایاں بڑی خاموشی سے سرانجام دیئے۔شہادت سے تھوڑا عرصہ قبل میڈیا کی ان تک رسائی ہو سکی اور وہ ایک ہر دلعزیز شخصیت بن گئے۔تمام نامور اور جید صحافی ان سے تفصیلی انٹرویو لینے کے لئے کوشاں رہے لیکن ان سے پہلا اور آخری تفصیلی انٹرویو فیملی میگزین نوائے وقت کی معروف صحافی ہماری بہن فرزانہ چودھری کے سر سہرا رہا۔اس انٹرویو کے مندرجات پر دنیا کے ذرائع ابلاغ میں تبصرے ہوئے اور صحافتی حوالے سے اسے فرزانہ چودھری کا شاہکار قرار دیا گیا۔زیر نظر

کتاب کا بڑا حصہ اس تاریخ ساز انٹرویو کے مندرجات پر مشتمل ہے۔جس میں کرنل امام کی شہادت کے واقعات، ان کے کارہائے نمایاں پر تبصرے و تجزیے شامل کیے گئے ہیں۔

کرنل امام بلاشبہ ایک منفرد اور دیومالائی شخصیت کے حامل تھے جن کی نجی زندگی ایک مثالی انسان کی سی تھی اور پیشہ وارانہ اہلیت کے اعتبار سے قابل رشک صلاحیتوں کے مالک تھے۔ان کی دین اسلام سے محبت اور اس کی بنیاد پر وجود میں آنے والے ملک خداداد پاکستان سے بھی بغیر کسی شک وشبہ کے مثالی تھی۔ان کے کارہائے نمایاں اس بات کے متقاضی ہیں کہ اہل قلم ان کی شخصیت اور کارناموں کو موضوع سخن بنائیں۔

فرزانہ چودھری کی یہ کتاب اس سلسلے میں پہلی بے مثال اور جاندار کاوش ہے۔اس کے مطالعہ سے قارئین پر جہاد افغانستان کے بہت سے کارنامے اور گوشے عیاں ہوں گے اور کئی سر بستہ رازوں سے پردہ اٹھے گا اور اسے نئی جہد عطا کرے گا اور تاریخ کا مورخ یہ بات لکھنے پر مجبور ہو گا کہ جہاد افغانستان کے اصلی ہیرو کرنل امام ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں بلند مرتبہ عطا فرمائے۔آمین!

دعا گو

منصور الرحمٰن خان آفریدی

۱۰ دسمبر ۲۰۱۲

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

صدر لاہور بار ایسوسی ایشن۔2003.2004

وائس چیئر مین پنجاب بار کونسل۔1994.1995

صدر ادارہ تحفظ اسیران

صدر ہیلتھ ایجوکیشن اینڈ لیگل پروٹیکشن

میری نظر میں!

مصنفہ فرزانہ چودھری ایک منجھی ہوئی صحافی خاتون ہیں جو اپنی دانش اور فہم و ادراک کو صحیح سمت میں استعمال میں لانے کا ملکہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے اس معاشرتی ماحول میں رہتے ہوئے خود کو ان نامور و معتبر خواتین کی صف میں لا کھڑا کیا جنہوں نے ایک کامیاب ازدواجی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔ وہ بذات خود نہ صرف خوش نہاد و خوش طبع اور خوش سلیقہ و خوش خصال ہیں بلکہ خندۂ آفتاب کی مانند ہیں۔ خوابِ گراں میں رہنے والوں کے لئے مصنفہ کو اس تاریخی دستاویز پر مبارکباد پیش کرنا لازم ہے کہ انہوں نے جس محنت، لگن اور ثابت قدمی کے ساتھ اس پر کام کیا نہ صرف لائقِ صد تحسین ہے اور بلا شک و شبہ وہ اس کی حقدار بھی ہیں۔ فارسی کی مشہور مثل ہے کہ "خوشبو وہ نہیں جو عطار بتائے بلکہ خوشبو وہ ہے جو اپنا آپ خود بتائے۔" لہذا اس کتاب کی اہمیت اپنا آپ خود بتائے گی مصنفہ کو بتانے کی ضرورت ہرگز پیش نہیں آئے گی

فاروق اے حارث
عسکری و سیاسی تجزیہ نگار

امریکہ تاریخ کے آئینے میں

1492-93ء میں کرسٹوفر کولمبس نے امریکہ دریافت کیا مگر چونکہ اٹھارویں صدی کے وسط تک یہاں پر اسپینی اور فرانسیسی نوآبادیاں بھی قائم تھیں چنانچہ جنگ ہفت سالہ کے نتیجے میں یہ نوآبادیاں بھی برطانیہ کے قبضے میں آگئیں بعدازاں انہی نوآبادیوں نے برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا اور 4 جولائی 1776ء کو ان تیرہ نوآبادیوں نے خودمختاری کا اعلان کر دیا جسے برطانوی حکومت نے قبول کر لیا اس طرح 15 نومبر 1777ء کو ان امریکی ریاستوں کی کانفرنس میں ایک دستور کی منظوری دی گئی جس کے تحت کنفیڈریشن کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا نام دیا گیا۔ امریکہ کو سب سے پہلے 1778ء میں فرانس نے آزاد خودمختار ملک کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ 1789ء سے لے کر 1799ء تک تقریباً دس سال پر محیط جنگوں نے فرانس کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ اسی دوران 4 مارچ 1797ء کو جارج واشنگٹن کے بعد منتخب ہونے والے دوسرے امریکی صدر جارج ایڈمز نے فرانس کی اس تباہی کا بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے 1798ء میں فرانس کے خلاف بحری جنگ کا آغاز کر دیا جو 1800ء تک جاری رہی۔ اس طرح اس محسن کش و تخریب کار امریکا کی تخریب کاری کا شکار ہونے والا پہلا ملک فرانس تھا اور یہ وہی ملک تھا جس نے سب سے پہلے امریکا کی آزادی و خودمختاری کو کھلے دل سے تسلیم کیا تھا۔ اس کے بعد امریکی تخریب کاری کا یہ سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا جس نے دنیا کا امن و سکون چھین کر اسے ایک جہنم کدے میں تبدیل کر دیا۔ امریکا کی یہ خواہش ہی نہیں بلکہ ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ کرہ ارض کے بحر و بر پر امریکی پرچم لہراتا دکھائی دے۔ اس کیلئے چاہے اسے اپنے محسنوں کا گلا کاٹنا پڑے یا اپنے دوست ملک کو قتل گاہ میں تبدیل کرنا پڑے امریکہ اس کی قطعی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا کے ممالک کو کمزور یا اقوام عالم کو تقسیم کرنے کے لئے ممالک کے اندر

افراتفری پھیلانے، حکومتوں میں اکھاڑ پچھاڑ اور ہلچل پیدا کرنے، قوموں کے درمیان نفرتیں اور انتشار برپا کرنے، مذہبی، صوبائی ولسانی تحریکوں کو ہوا دینے کے لئے امریکا کی بدنام زمانہ عیار و مکار خفیہ ایجنسی سی آئی اے کا وجود عمل میں لایا گیا جو اپنی شاطرانہ چالوں اور سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہ صرف پوری طرح با اختیار ہے بلکہ اربوں ڈالر کے فنڈز بھی بے دریغ استعمال کرنے میں مکمل آزاد وخود مختار ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد 1919ء میں کار آزمودہ افسروں وسپاہیوں کی ایک سب سے بڑی انجمن ''امریکن لیجن'' (American legion) بنائی جس کی بنیاد پیرس میں رکھی گئی۔ اس انجمن نے بظاہر معاشرتی فلاح و بہبود کے لئے بہت کام کیا مگر بعدازاں اس تنظیم نے اپنے اس روایتی کردار کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جن مقاصد کے حصول کے لئے حقیقتاً اس کی بنیاد رکھی گئی۔ اس تنظیم نے امریکا کے خلاف ہونے والے ہر طرح کے پروپیگنڈے اور دیگر تخریبی کارروائیوں کا موثر دفاع اور جواب دینے کا باقاعدہ ذمہ اپنے سر لے لیا اور پھر یہیں سے سی آئی اے کا دائرہ وسیع بنیادوں پر قائم ہوا بالخصوص اس وقت جب دوسری جنگ عظیم کے آزمودہ اور فاتح فوجی سی آئی اے میں شامل ہوئے۔ دوسری عالمی جنگ کی فتح کے ساتھ سی آئی اے نے بغیر کوئی وقت ضائع کئے اپنی تخریب کاری مہم تیز کر دی اور پھر آزمائشی بنیادوں پر فرانس کے بعد اس تخریب کاری کا شکار ہونے والا دوسرا ملک یونان تھا جہاں پر جنرل آینونس میناکسس کی حکومت تھی۔ 1940ء میں سی آئی اے نے اطالوی فسطائیوں کی مدد کی جو یونان پر حملہ آور ہوئے مگر میناکسس نے شدید مزاحمت کی جس کے نتیجے میں فسطائیوں کو شکست کھانا پڑی اور ان کی سرپرستی کرنے والا امریکن نواز شاہ جارج دوم ملک سے فرار ہوگیا۔ پھر جنگ عظیم دوئم کے بعد 1946ء میں سی آئی اے نے یونان میں سازشوں کے ذریعہ خانہ جنگی کروائی اور میناکسس کی حکومت ختم کروا کے اپنے پالتو شاہ جارج دوم کو تخت پر بٹھا دیا۔ 1946ء ہی میں مغربی جرمنی جنرل رین ہرڈ کو حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے لئے کروڑوں ڈالرز فراہم کئے گئے مگر یہ مہم ناکامی سے دوچار

ہوئی۔ اس سے قبل 1936ء میں اسپین میں بدترین خانہ جنگی کروائی گئی جس سے ہزاروں لوگ لقمہ اجل بنے۔ 1948ء میں اٹلی اور پھر 1949ء میں یوکرائن کی حکومتوں کا تختہ الٹنے کے لئے حکومت کے مخالفین اور باغیوں کی سرپرستی کرتے ہوئے ہر طرح کی امداد بہم پہنچائی گئی۔ 1949ء ہی میں برما میں جنرل لی می (Gen Lee Mee) کو عسکری ومالی امداد بہم پہنچائی گئی تاکہ وہ چین میں گوریلا جنگ کے ذریعے چینی حکومت کا تختہ الٹ سکے تاہم یہ منصوبہ بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ اس ناکامی کے تقریباً دو سال بعد 1951ء میں سی آئی اے نے دوبارہ تخریب کاری کا جال پھیلاتے ہوئے اس مہم کو آگے بڑھایا۔ ملک میں افراتفری پھیلائی مگر اس بار بھی سی آئی اے اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اس کے بعد اس نے اپنا رخ کمبوچیا کی طرف پھیر دیا جہاں پرنس نورو ڈوم قتل ہوئے۔

2 مئی 1951ء ہی میں اردن کے شاہ عبداللہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ امریکا نے اپنے من پسند فیڈرل کاسترو کی بھرپور مدد کرتے ہوئے کیوبا کے اندر 1956ء میں شدید تر خانہ جنگی شروع کرائی جو عرصہ تین سال تک جاری رہی بالآخر یکم جنوری 1959ء کو فیڈرل کاسترو نے بتیسہ کا تختہ الٹ دیا۔ جب کاسترو بھی امریکا کے ہاتھوں سے نکلنے لگے تو امریکا ان کا شدید مخالف بن گیا، اس طرح 1962ء میں کاسترو پر پے در پے کئی قاتلانہ حملے کرائے گئے مگر وہ بچتے رہے بالآخر 1978ء میں جمی کارٹر کے دور حکومت میں باغیوں کا ایک گروپ تشکیل دیا گیا جس کی کمانڈ کیوبا کے اندر سی آئی اے کے سپرد تھی مگر کروڑوں ڈالرز جھونک کر بھی امریکا اپنے اس مشن میں بری طرح ناکام رہا۔ 6 اکتوبر 1956ء مشرق وسطہ میں عرب اسرائیل جنگ چھیڑ دی گئی تاکہ عربوں کو دبایا جاسکے مگر عربوں نے متحد ہو کر اس اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں جنگ بند کرنا پڑی مگر بعدازاں اسرائیل مکمل تیاری کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں اترا جس کے نتیجے میں 5 جون 1967ء کو ایک اور عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اسرائیل نے مصر پر بھر پور حملہ کرتے ہوئے صرف چھ دن کے اندر نہر سویز کے کنارے اور صحرائے سینائی کے تیل کے

کنوؤں پر قبضہ کرلیا۔امریکی سرپرستی میں اسرائیل حد سے تجاوز کر گیا اس صورتحال کے پیش نظر نہ صرف عربوں نے مصر کی مدد کی بلکہ روس نے بھی دل کھول کر ہر طرح کی امداد فراہم کی جس کے بعد مصر کی فوجی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔اس جنگ بندی کے چھ ہی سال بعد اسرائیل نے 1973ء میں مصر پر ایک اور جنگ مسلط کردی۔اس بار مصر نے اسرائیل پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسے دن میں تارے نظر آنے لگے۔مصر نے اپنے کھوئے ہوئے تمام علاقے واپس لے لئے اور اسرائیل کو اپنے نشانے پر رکھ لیا۔اب امریکا اپنے پالتو غنڈے کو بچانے کے لئے دوڑا اور اقوام متحدہ کا اجلاس طلب کرالیا۔اقوام متحدہ نے امریکہ کی زر خرید لونڈی کا کردار ادا کرتے ہوئے جنگ بندی کروادی۔ اس وقت امریکا اگر اپنے بغل بچے کو بچانے کے لئے میدان میں نہ کود پڑتا تو شاید آج اسرائیل صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ مصر کے ہاتھوں بری طرح پٹ جانے کے بعد اسرائیل کے تحفظ اور اسے مضبوط کرنے کے لئے امریکا اسے ہر طرح کا جدید اسلحہ اور ہر قسم کی مہلک ٹیکنالوجی فراہم کر رہا ہے۔ 1954ء میں برازیل کی معاشی واقتصادی حالت پر کاری ضرب لگائی گئی اور درپردہ جنرل ہمبرتو کاسٹیلو برانکو کی سرپرستی ہوتی رہی آخر کار حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہوگئے کہ صدر جوآؤ گولارٹ کے خلاف تحریک اٹھ کھڑی ہوئی جس کے نتیجے میں جنرل ہمبرتو نے 1964ء میں صدر کا تختہ الٹ دیا۔1963ء میں عراق کے اندر ''آزاد کردستان'' تحریک کے سربراہ مصطفیٰ البرزانی کی سرپرستی کرتے ہوئے انھیں ہر قسم کا اسلحہ فراہم کیا اور مالی امداد پہنچائی گئی۔1974ء میں تیل سے مالا مال علاقے کرکوک کو کردستان میں شامل کرنے کا مسئلہ پیدا کیا جس کے نتیجے میں فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔امریکا نے پس پردہ البرزانی کی بھرپور مدد کی مگر عراقی حکومت نے کردوں کی اس مسلح جدوجہد کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا لیکن امریکہ نے درپردہ کردوں کی حمایت جاری رکھی اور انھیں عراقی حکومت کے خلاف بغاوت پر اکساتا رہا۔1965ء میں انڈونیشیا تھائی لینڈ پیرو وغیرہ اور 1970ء میں چلی میں سلواڈور الناڈے کی حکومت گرانے کے لئے مزدور

تحریک کو ہوا دی اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا جس پر کروڑوں ڈالرز پانی کی طرح بہائے گئے اور بالآخر سلواڈور کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔1979ء میں جمائکا میں میخائل مانلے پر متعدد بار قاتلانہ حملے کرائے گئے اور ان کی حکومت گرانے کے لئے باغیوں کو منظم کیا گیا۔امریکی تخریب کاریاں اپنے عروج پر تھیں جب 1975ء میں سعودی عرب کے فرما نروا اور عالم اسلام کے بطل جلیل شاہ فیصل بن عبدالعزیز کو عید میلاد النبی کے موقع پر ان کے بھتیجے کے ہاتھوں شہید کروادیا گیا کیونکہ شاہ فیصل شہید نے یہودیوں ونصرانیوں کا تیل بند کر کے انہیں انسانیت کے دائرے میں رہنے کا سبق دیا تھا۔

مسلمان اگر خود کو مالِ تجارت نہ بناتے تو صہونیت اور ایسی ہزاروں سی آئی اے کی تخریب کاریاں ہمارا بال بھی بانکا کر سکتیں۔1975ء میں سی آئی اے نے انگولا میں خانہ جنگی کے ذریعے لبریشن موومنٹ کو شکست دینے کے لئے ہولڈن روبرٹو کی بھرپور عسکری ومالی امداد کی تاکہ لبریشن موومنٹ اپنی حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔اس فوجی امداد پر دس کروڑ امریکی ڈالرز خرچ کئے گئے اسی طرح پرتگال میں جنرل واسکو کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کروڑوں ڈالرز پانی کی طرح بہائے گئے۔1977-78ء میں افغانستان میں نورمحمد ترکئی کے مقابلے میں محمد داؤد کو لانے کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کیا گیا اور داؤد کی بھرپور عسکری ومالی مدد کی گئی لیکن اس کے باوجود امریکا اپنے ناپاک مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔1979ء میں افغانستان پر روسی چڑھائی کے دوران امریکا افغان مجاہدین کی ہر سطح پر امداد کرتا رہا تاکہ روس کو گرم پانیوں پر قابض ہونے سے روکا جاسکے۔بعدازاں جب تمام تر مقاصد حاصل ہوچکے تو افغان مجاہدین کے درمیان گروپ بندیاں پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑوا مروا کر کمزور کر دیا گیا۔افغانستان بدترین خانہ جنگی کا شکار ہوگیا۔طالبان نے جنگ اور خانہ جنگی سے بہرحال ملکِ افغاناں میں امن قائم کیا تو امریکہ نے 9/11 کا ڈراما رچا کر طالبان اور سابق افغان مجاہدین پر، جو کبھی امریکا کی نگاہ میں فرشتوں سے کم نہ تھے، آگ برسانا شروع کردی اور پھر اپنے ایک سعادت مند غلام حامد کرزئی کے ہاتھ

حکومت کی باگ دوڑ تھما دی۔ اس سے قبل امریکہ اپنی شاطرانہ وعیارانہ پالیسوں کو بروئے کار لاکر خطے کی دو بڑی مسلم قوتوں، ایران اور عراق، کے درمیان ستمبر 1980ء میں ایک طویل جنگ چھیڑ دی جو آٹھ سال تک جاری رہی۔ اس آٹھ سالہ خونریز جنگ میں دو لاکھ پچاس ہزار افراد ہلاک اور دونوں ممالک بدترین مالی و معاشی تباہی سے دوچار ہوئے۔ اسی دوران اسرائیل نے موقع غنیمت جانتے ہوئے جون 1981ء میں عراق کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کیا اور تمام تنصیبات تباہ کر دیں اس لئے اسرائیل کو امریکا کی مکمل حمایت و سرپرستی حاصل تھی لہذا اس نے بغیر کسی خوف وخطر کے یہ کام کر دکھایا۔ عراق کی ہر طرح کی چیخ و پکار کے باوجود کسی اقوام متحدہ یا امریکا کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ 83-1982ء میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی کے خلاف محاذ کھولا گیا مگر قذافی کی معتدل پالیسی کے باعث سی آئی اے نے اپنی مزید کاروائیاں روک دیں۔ 83-1982ء میں چاڈ میں گوکونی اوڈے کے خلاف تحریک چلائی گئی اور امریکن نواز حسن ہیبرے (hassan haibrary) کی بھر پور مدد کرتے ہوئے گوکونی کی حکومت کا تختہ الٹا دیا گیا۔ اسی سال گوئٹے مالا میں اینگل اینی بال کے خلاف فوجی بغاوت کے ذریعے حکومت کا تختہ الٹا دیا گیا۔ جون 1989ء میں سوڈان میں فوجی انقلاب کے ذریعے وزیر اعظم صادق الہدی کو گرفتار کر لیا گیا۔ مئی 1987ء میں فجی میں فوجی انقلاب برپا کر کے کرنل رابو کا کو قلمدان سونپ دیا گیا۔ 1987ء تیونس میں حبیب بورقیبہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اپریل 1985ء میں یوگنڈا میں صدر اوبوٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر جنرل ٹیٹو اولیکو کے ہاتھ حکومت دے دی گئی۔ اکتوبر 1969ء میں صومالیہ کے صدر ڈاکٹر علی شیر مارکے کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اکتوبر 1981ء میں مصر کے صدر انوار السادات کو فوجی پریڈ کے دوران قتل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ درجنوں ایسے ممالک ہیں جن میں اس قسم کی سینکڑوں تخریبی کاروائیاں کی گئیں جن میں ممالک کو خانی جنگیوں میں دھکیلنا، افراتفری وانتشار پیدا کرنا، بغاوتیں کروانا اور سربراہان مملکت کو قتل کروا کر یا حکومتوں کے تختے الٹ کر اپنی مرضی کی حکومتیں لانا شامل ہے

چنانچہ ایسی امریکی کوششیں کہیں پر تو کامیاب ہوئیں مگر زیادہ تر ناکامی سے دوچار ہوئیں جس طرح 1960ء میں ویت نام کے منتخب صدر نگوڈین ڈیم کے خلاف نام نہاد حریت پسندوں کو منظم کیا گیا اور پھر ان کے خلاف بغاوت کرائی گئی جو ناکام رہی بعد ازاں 1963ء میں ایک فوجی بغاوت کے ذریعے صدر ڈیم کو قتل کرانے کی مہم کامیاب ہوئی۔ اسی سال 63ء میں جنرل ڈوانگ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ 1959ء سے 1973ء تک ویت نام کے اندر آگ اور خون کا کھیل کھیلا جاتا رہا۔ اس طویل ترین جنگ کے دوران وسیع پیمانے پر قتل وغارت گری اور کھربوں ڈالرز جنگ کی آگ میں جھونک دینے کے باوجود امریکا اپنے ناپاک ارادوں اور مکروہ مقاصد میں بری طرح ناکام رہا اور ذلت ورسوائی کے طوق کے ساتھ اسے ویت نام سے نکلنا پڑا۔ افغانستان کے اندر بھی امریکا جانی و مالی شدید نقصان سے دوچار ہے۔ وہ القاعدہ ہو یا طالبان، چاروں اطراف سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اس وقت بھی طالبان افغانستان کے 80 فیصد حصے پر قابض ہیں۔ افغانستان کے اندر امریکہ کے اتحادی اب اس لاحاصل جنگ سے بیزار ہو کر اپنی فوجیں واپس بھجوانے کا عندیہ دے چکے ہیں۔ افغانستان ہو یا عراق، ماضی کی طرح آج بھی ذلت ورسوائی امریکا کا مقدر بن چکی ہے، جسے محسوس کرتے ہوئے امریکا بارہا یہ بات دہرا چکا ہے کہ افغانستان یا عراق سے اگر ہم اسی طرح نکل گئے تو امریکا مخالف قوتیں وائٹ ہاؤس تک ہمارا پیچھا کریں گی۔ امریکہ اس وقت عراق اور افغانستان سے نکلنے کے طریقوں پر غور کر رہا ہے اس لئے کہ ویت نام کی شکست اور پھر عجلت میں وہاں سے فرار نے امریکیوں کو بے پناہ جانی نقصان پہنچایا تھا۔ لہذا افغانستان سے فرار سے قبل امریکا اپنا اور اپنے اتحادیوں کا تحفظ ضرور چاہے گا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ افغان ویت نامیوں سے کہیں زیادہ امریکیوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ جنگ کے خاتمے پر افغانستان میں چھڑنے والی خانہ جنگی پاکستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے چنانچہ پاکستان کے اندر چھڑنے والی اس خانہ جنگی کے اسباب پہلے ہی سے پیدا کئے جا رہے ہیں

تا کہ جب تک افغانستان اس کی لپیٹ میں آئے پاکستان میں اس کا لوہا گرم ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں سی آئی اے کی بدنام زمانہ قاتل تنظیم ''بلیک واٹر'' پاکستان کے اندر اپنی خفیہ کاروائیاں اور سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے جو اس بات کی طرف کھلا اشارہ ہے کہ جلد یا بدیر پاکستان کو خانہ جنگی کی اس آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ ستر اسی سالوں سے جاری ان امریکی تخریب کاریوں کو مزید آگے بڑھانا اب امریکا کے بس میں نہیں رہا کیونکہ کھربوں ڈالرز ان تخریبی کاروائیوں پر خرچ کرنے کے باعث امریکا اب خود دیوالیہ ہونے کے قریب ہے لہذا وہ چاہے گا کہ دنیا کے ممالک کے درمیان جنگوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کرے یہی وجہ ہے کہ ایشیاء کے اندر بھارت اور مشرق وسطی میں اسرائیل کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔ امریکا کچھ ایسے اتحادیوں کی تلاش میں ہے جو لمبے عرصہ تک اس کا ساتھ دے سکیں اور جس روز اسے ایسے اتحادی میسر آ گئے امریکا کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر ایران پر حملہ کر دے گا اور پھر یہیں سے تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہوگا۔ بش کی پالیسیوں کو جاری رکھتے ہوئے صدر اوباما نے بھی افغان جنگ کو War of Necessity ''ایک ضروری جنگ'' قرار دیا حالانکہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ یہ جنگ کبھی اور کسی بھی حال میں نہیں جیت سکتے مگر ایشیا اور مشرق وسطی کے ممالک کو تباہ کر کے اتنا وقت ضرور حاصل کر لے گا جس کے اندر وہ اپنی معیشت کو سنبھالا دے سکے۔ یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ افغانستان و عراق کے انخلا سے قبل شکست خوردہ و تخریب کار امریکا کچھ بھی کر سکتا ہے۔

جہاں تک 11 ستمبر کے واقعہ کا تعلق ہے تو اسے موجودہ صدی کا سب سے بڑا واقعہ بلکہ ڈراما تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کے پس پردہ حقائق کے حوالے سے مختلف آراء بھی سامنے آ چکی ہیں۔ ایک بڑی اور مستند رائے کے مطابق سی آئی اے نے امریکی صدر کو گاہے بگاہے رپورٹس پیش کیں کہ دنیا کے مختلف ممالک کے اندر بے جا امریکی مداخلت کے باعث اس کی اہمیت اور ہمدردیاں بڑی تیزی کے ساتھ کم ہوتی جا رہی ہیں اور ایک وقت آ سکتا ہے جب دنیا امریکہ کے خلاف متحد ہو جائے گی لہذا کوئی ایسا عمل اختیار کیا جائے کہ جس سے دنیا کے اندر

امریکہ کے خلاف پیدا ہونے والی نفرت کو یک لخت تبدیل کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں یہ رپورٹس بھی دی گئیں کی ایشیا کے اندر اسلامی جہادی قوتیں بڑی تیزی کے ساتھ زور پکڑتی جا رہی ہیں اور اگر یہ تمام قوتیں اکٹھی ہو گئیں تو یہود و نصاری کے لئے بہت سے مسائل کھڑے کر سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا یہ دو بڑے خطرات تھے جو یہودیوں، نصرانیوں اور بالخصوص خود امریکہ کے لئے باعث تشویش تھے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امریکہ بہادر اپنے مفادات کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے جس طرح جنرل ضیاء الحق کو مروانے کے لئے اس نے اپنے ہی دو اہم حکومتی عہدیداران کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ دنیا کے اندر بے جا امریکی مداخلت کے خلاف ردعمل کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جب خود امریکی شہریوں نے احتجاجی بینرز لگا کر اپنے صدر کے خلاف اس وقت احتجاج کیا جب صدر بش نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ''دنیا کی ہمارے خلاف نفرت کی آخر وجہ کیا ہے'' تو اس کے جواب میں امریکی شہریوں نے اپنے بینرز پر ان الفاظ کے ساتھ اپنے صدر کو جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ''دوسرے ممالک میں منتخب حکومتوں کو گرانا اور من پسند حکومتوں کو لانا، غیر ممالک کی معیشت کو اپنی منشا کے مطابق چلانا، صحت، تعلیم کے معاملات اپنے ہاتھ میں رکھنا، ممالک کے اندر قتل و غارت گری اور دہشتگردی کروانا اور پھر پوچھنا کہ دنیا ہم سے نفرت کیوں کرتی ہے؟

ان حقائق کی روشنی میں دیگر ممالک کے علاوہ خود امریکی عوام بھی نہ صرف اس قدر باشعور ہیں بلکہ وہ یہ کہنے کی جرات بھی رکھتے ہیں کہ دنیا کے اندر آج جتنی بھی افراتفری، بدامنی اور دہشت گردی پھیلی ہوئی ہے، سب امریکہ ہی کا کیا دھرا ہے۔ چنانچہ جس طرح جنرل ضیاء الحق کے طیارے کی تباہی میں لاتعداد قیمتی جانیں ضائع ہوئیں مگر آج تک نہ تو اس کی پوری طرح تحقیق ہو سکی اور نہ ہی اس کے اصل حقائق کو منظر عام پر لایا جا سکا اس لئے کہ اس پوری دہشت گردی میں امریکہ خود پوری طرح ملوث تھا لہذا اسی طرح 11 ستمبر کا بڑا سانحہ جس

میں ہزاروں معصوم اور بے گناہ انسانوں کو پل بھر میں موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا، کبھی بھی اس کی تحقیق مکمل نہ ہو سکے گی اور اگر کسی موڑ پر مکمل ہو بھی گئی تو کبھی بھی اسے منظر عام پر لانے کے لئے کوئی مثبت کاروائی عمل میں نہیں لائی جاسکے گی اس لئے کہ اس پورے پلان میں بھی یہودی اور سی آئی اے پوری طرح ملوث ہیں۔

جیسا کہ اس سے قبل بتایا جاچکا ہے کہ امریکی سی آئی اے اور دیگر انٹیلی جنس ایجنسیاں امریکی حکومت کو متعدد بار اس بات سے آگاہ کر چکی تھیں کہ امریکہ بڑی تیزی کے ساتھ دنیا میں تنہا ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ کہ عالم اسلام ایک بڑی قوت کی صورت میں ایک بڑے اتحاد کی طرف بڑھ رہا ہے لہذا ان دونوں صورتوں سے نمٹنے کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا جاتا تھا جس کے ذریعے ایک تیر سے کئی شکار ہو سکتے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے 11 ستمبر کا بھیانک، ظالمانہ اور وحشت ناک واقعہ رونما ہوا اور پھر تمام دنیا کی نفرتیں تبدیل ہو کر یک لخت ہمدردیوں کی صورت اختیار کر گئیں اور پھر امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں اسلامی جہادی قوتوں، جو اسلام اور دین کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما تھیں، کو کچلنے کے لئے ہر طرح کے قانونی، آئینی و اخلاقی تقاضوں کو روندتے ہوئے چڑھ دوڑا۔ 11 ستمبر سے تاحال مسلمانوں کے خلاف امریکی دہشت گردی کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ چاہے وہ اسلامی ممالک کے اندر ہو اور چاہے خود نصرانیوں کے دیس میں جس طرح 7/7 کا خود ساختہ واقعہ بات ایک ہی ہے اس لئے کہ ایسے واقعات کو منظر عام پر لا کر ہی امریکہ عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے میں مشغول ہے اور فی الحال وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہے۔ یہودیوں و نصرانیوں کے مسلم امہ کیخلاف اس مضبوط اتحاد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا یہ اتحاد حقیقت میں مسلمانوں کے اس اتحاد کے خلاف ہے جس نے کسی زمانے میں یہود و نصاریٰ کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا۔

فاتح عالم نپولین بونا پارٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ”جنگی اعتبار سے مسلمانوں کے عظیم جرنیل خالد بن ولید میری پسندیدہ شخصیت ہیں اور میں نے اپنی بیشتر جنگیں ان کی حکمت عملی

کو سامنے رکھ کر لڑی ہیں جن میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی“ اس بات پر غور و فکر کی ضرورت ہے کہ یہ وہی دور تھا جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کو تہس نہس کر دیا اور ان کا یہی ایک طریقہ کار تھا کہ دشمن کو کسی بھی جگہ پر متحد ہو کر طاقت پکڑنے کا موقع نہ دیا جائے۔

انہوں نے اپنا جاسوسی کا نظام بھی اس قدر وسیع اور مضبوط بنا رکھا تھا کہ جس کے ذریعے پل پل کی خبریں عین وقت پر موصول ہوتیں اور جہاں کہیں دشمن اکٹھا ہونا شروع ہوتے خالد بن ولیدؓ آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتے اور اس متحد ہونیوالی دشمن قوت کا صفایا کر دیتے تھے۔ یہ وہی دور تھا جب تمام عرب ایک اتحاد کی صورت میں اکٹھے ہو کر دشمنان اسلام کے لئے ایک قہر خداوندی بن چکے تھے جس کی ایک ہی ٹھوکر سے قیصر و کسریٰ کے قلعوں کے در و دیوار زمیں بوس ہو گئے تھے۔ بس یہی وہ سینکڑوں برس پرانا ڈر اور خوف ہے جو ان یہود و انصاری پر بجلی بن کر گر رہا ہے کہ اگر یہ مسلمان متحد ہو گئے تو یہ وہی سینکڑوں برس پرانے مسلمان ثابت ہو سکتے ہیں لہذا اسی ڈر اور خوف نے ان یہودیوں اور نصرانیوں کو آپس میں متحد ہونے پر مجبور کر رکھا ہے وگرنہ تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں پر جو ظلم اور زیادتیاں عیسائیوں نے کیں کسی دوسری قوم نے نہیں کیں۔ آج پاکستان، افغانستان، ایران، عراق، شام خصوصیت کے ساتھ ان یہودیوں نصرانیوں کو کھٹکتے ہیں کہ یہی وہ طاقتیں ہیں جو اگر متحد ہو گئیں تو خاص طور پر امریکہ اور اسرائیل کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہیں۔ لہذا ان ممالک کے اندر نہ صرف اس نے اپنی روایتی دہشت گردی کا بازار گرم کر رکھا ہے بلکہ الٹا انہیں خطے کے امن کے لئے خطرہ اور دہشت گرد قرار دے کر ان پر جنگ مسلط کر دی گئی ہے۔ دنیا کے اندر اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے گہری سازشوں کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ ظلم، زیادتی اور ناانصافی کے خلاف جہاد کرنے والوں کو دہشت گرد کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلوں کو یہ باور کرایا جا سکے کہ اسلام نہ صرف بدامنی پھیلانے والا مذہب بلکہ دہشت گردی کی علامت ہے۔ آج ایسے حالات پیدا کر دیئے

گئے ہیں کہ جہاں کہیں بھی دہشت گردی کا انسانیت سوز واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے لئے، مورد الزام فوری طور پر پاکستان کو ٹھہرادیا جاتا ہے اور القاعدہ کے نام سے ایک جعلی Statement جاری کردی جاتی ہے کہ القاعدہ نے اس کی ذمہ داری قبول کرلی ہے۔ لہذا اس زہریلے پراپیگنڈہ کے تحت امریکہ دنیا کو یہ دھوکہ دینے میں سو فیصد کامیاب رہا ہے کہ پاکستان ہی دہشت گردی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی توجہ امریکہ سے ہٹ کر اب پاکستان پر مرکوز ہو چکی ہے۔

مگر یہ بات بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ ان تمام تر حقائق کے باوجود اسلامی دنیا بالخصوص مشرق وسطی اور تیسری دنیا کے حکمران ڈالروں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اس سے شاید حکمرانوں کو تو کوئی ذاتی فائدہ حاصل ہو رہا ہو مگر ملک وقوم کے لئے یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ اس بات سے پوری دنیا اچھی طرح آگاہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کا کھلم کھلا اتحادی ہے اور وہ اسے ہر طرح سے مضبوط و مستحکم کرنے میں بغیر کسی دباؤ کے کھلا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہاں پر اقوام متحدہ کا کردار بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔ حقوق و فرائض سے روگردانی کرنے اور انتہائی جانبدارانہ پالیسیوں کو اختیار کرنے پر یواین او کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ صرف اور صرف امریکی سی آئی اے کی ایک ذیلی شاخ سے زیادہ کچھ دکھائی نہیں دیتا لہذا ان تمام حالات و واقعات اور حقائق کی رو سے اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اخلاقی و قانونی اعتبار سے امریکی کردار کو اگر دیکھا جائے تو امریکہ خود ایک عالمی دہشت گرد کے طور پر سامنے آتا ہے جس کی دہشت گردی نے پوری دنیا اور بالخصوص ایشیائی ممالک کے امن کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور حقیقت میں امریکہ ہی اس دہشت گردی کا اصل موجب و موجد ہے۔

افغان جنگ کی وجوہات

صوبہ بلوچستان میں گوادر پورٹ کے وجود میں آنے کے باعث ایشیا اور مشرق وسطی میں یہ علاقہ بالخصوص بڑی اہمیت کا حامل تصور کیا جا رہا ہے۔ گوادر کراچی سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ایران و مکران اور تربت و قلات کو ملانے کے لئے متعدد راستوں کو جنم دیتا ہے۔ آج سے قبل اس بندرگاہ میں بڑے جہازوں کا دخول ناممکن تھا اور مسقط، اومان، بصرہ، ممبئی، کراچی اور مالابار کی بندرگاہیں تجارت کیلئے موزوں ترین سمجھی جاتی تھیں۔ گوادر کے باسیوں کا روزگار زیادہ تر ماہی گیری پر منحصر تھا جو مچھلی کو ہانگ کانگ اور کولمبو وغیرہ برآمد کرتے۔ یہ تمام تر کاروبار ہندوؤں اور خوجوں کے ہاتھ میں تھا اور کچھ عرصہ قبل تک یہی لوگ اس پر قابض رہے۔ 1581ء میں پرتگالیوں نے اس چھوٹی سی بندرگاہ کو نذر آتش کر دیا اور پھر بہت عرصہ تک اس پر قبضہ کئے رکھا۔ آج بھی ان کی یادگار ایک بند کی صورت میں باقی موجود ہے۔ سترہویں صدی کے آغاز میں یہ علاقہ ریاست مکران میں شامل ہوا۔ 1736ء میں نادر شاہ ایران نے اس پر قبضہ کر لیا جو کم وبیش تین سال تک جاری رہا اس طرح مختلف قومیں اس پر شب خون مارتی رہیں اور یہ علاقہ ان کے زیر نگیں رہا۔ 1776ء میں گوادر پر خان قلات اول کا اقتدار قائم ہوا، خان نے گوادر سے اپنے حصے کی نصف آمدنی مسقط کے شہزادے سید سلطان بن ناصر کو بطور تواضع مہمانداری تحفہ کر دی۔ 1781ء میں شہزادے نے اپنے باپ سے بغاوت کر کے ریاست مکران میں پناہ لے لی اور پھر بعد ازاں 1792ء میں اپنے باپ کی وفات پر مسقط و عمان کا سلطان بن گیا مگر گوادر اپنے قبضہ ہی میں رکھا اور اس کی آمدنی سے استفادہ کرتا رہا۔ 1947ء میں پاکستان کا وجود عمل میں آیا تب بھی گوادر مسقط ہی کی ملکیت تھا، چنانچہ 1949ء میں پاکستان نے گوادر کے حصول کے لئے بین الاقوامی سطح پر آواز اٹھائی۔ سات سال اسی طرح گزر گئے مگر کسی بھی طرف سے کوئی مثبت جواب اور کارروائی عمل میں نہ لائی گئی۔ 1957ء میں فیروز

خان نون جب ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے تو وہ یہ معاملہ دولت مشترکہ میں لے گئے، دولت مشترکہ نے اس سلسلہ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے مسقط سے رابطہ قائم کیا اور دس ماہ کی کاوشوں اور مسلسل رابطوں کے باعث مسقط گوادر کا علاقہ پاکستان کو فروخت کرنے پر تیار ہو گیا اور یوں پاکستان بننے کے گیارہ سال بعد ۸ ستمبر 1958ء کو گوادر پاکستان کی ملکیت میں آ گیا۔

در حقیقت بھارت کے شہر ممبئی کے ساحل سے لے کر ساحل مکران تک کا سارا علاقہ ''گوا'' کہلاتا تھا اور اس پورے علاقے پر پرتگیزیوں کا قبضہ تھا۔ اس علاقہ میں دمن اور دیو کے چھوٹے ساحل بھی شامل تھے جنہیں اسی گوا میں شامل کر دیا گیا تھا۔ گوا کی بنیاد پرتگیزیوں کے حکمران ایفونسوڈی البوقرق Afonsode Albuquerque نے ڈالی اور یہ پرتگیزی مقبوضات کا سب سے بڑا علاقہ کہلاتا تھا۔ 8 ستمبر 1958ء کو جب گوادر پاکستان کی ملکیت بنا تو بھارت اس تجارتی مرکز کی پاکستانی ملکیت برداشت نہ کر سکا اور اپنے روایتی حسد اور خباثت کو بروئے کار لاتے ہوئے سامراجی قوتوں کی پشت پناہی حاصل کی اور ٹھیک تین سال بعد 18 دسمبر 1961ء کو گوا پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہاں کے نہتے شہریوں کو گولیوں سے بھون ڈالا اور گوا کے ساحل پر قبضہ کر لیا۔ تین ماہ کے اس قبضے کے بعد مارچ 1962ء کو اس کی فتح کا اعلان کرتے ہوئے گوا کو قانونی حیثیت دیدی گئی اور گوا کا یہ علاقہ بھارت کی ملکیت تسلیم کر لیا گیا لہذا ممبئی کے ساحل سے مکران کے ساحل تک یہ علاقہ گوا کہلاتا تھا یعنی گوا اور مکران کا ساحل گوادر یعنی گوا کا دروازہ کہلانے لگا اور آج یہی گوا ساحلی دروازہ ''گوادر'' خلیج عرب اور وسط ایشیا تک کی تجارتی رسائی کے لئے ایک خاص اہمیت و حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ تقریباً تمام پاکستانی حکمرانوں نے گوادر جیسی سٹریٹیجک اہمیت کی حامل بندرگاہ اور تجارتی مرکز پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ پاکستان کے واحد حکمران سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پہلی مرتبہ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے 73ء میں امریکا کا دورہ کیا تو اس وقت کے امریکی صدر نکسن سے ملاقات کی اور گوادر کے معاملہ کو زیر

بحث لائے تا کہ امریکی تعاون سے یہاں پر ایشیا کا سب سے بڑا تجارتی مرکز قائم کیا جا سکے صدر نکسن نے اپنے معتمد ساتھیوں، وزیر داخلہ جیمز آر شل سنگر اور وزیر خارجہ ہنری کسنجر کو بلوایا اور مشاورت کے لئے یہ سارا معاملہ ان کے سامنے رکھا تقریباً ایک گھنٹہ طویل ملاقات اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ میٹنگ ناکام ہو گئی اس لئے کہ بھٹو صاحب کا خیال تھا کہ امریکا گوادر میں اپنا نیول بیس (NAVALBASE) بھی قائم کرے تا کہ وہ پاکستان کو بیرونی خطرات سے تحفظ حاصل رہے مگر صدر نکسن اس پر آمدہ نہ ہوئے اس لئے کہ 72ء میں امریکا اور روس کے درمیان ایک ایسی حد بندی پر مسلسل مذاکرات جاری تھے کہ جس کے تحت دونوں ممالک کسی بھی حالت میں اس حد بندی کو پار یا اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے لہذا ایسے حالات میں امریکی بحری بیڑہ گوادرہ کی بندرگاہ کے قریب پہنچ جاتا تو اس خلاف ورزی پر دونوں ممالک کے درمیان نہ صرف حالات کشیدہ ہو سکتے ہیں بلکہ کوئی بڑی اور خوفناک جنگ چھڑ جانے کے واضح امکانات بھی سامنے آ سکتے تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو صدر نکسن کے انکار اور پراجیکٹ کی ناکامی پر خاصے دلبرداشتہ اور مایوس ہوئے اور ایک مقام پر اس بات کا برملا اظہار بھی کیا کہ آج تو امریکیوں نے میری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے آج نہیں تو آئندہ پندرہ بیس سالوں میں وہ اس خطے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہاں ضرور آئیں گے اور آج کے حالات نے بھٹو کی اس دور اندیشی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ جنرل ضیاء الحق کا گیارہ سالہ دور روس کے ساتھ اس جنگ و جدل میں گزر گیا جس جنگ کی آڑ میں روس ان گرم پانیوں تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس جنگ کی بنیاد بھٹو صاحب کا روس کے ساتھ وہ خفیہ معاہدہ تھا جب انہوں نے امریکا کے ساتھ ناکامی کے بعد روس کے ساتھ رابطہ کیا اور گوادر کا معاملہ طے کیا مگر چونکہ امریکا اور روس کے درمیان اس حد بندی کو پار نہ کرنے کے معاملات طے پا چکے تھے لہذا روس براہ راست گوادر تک آنے کی پوزیشن میں نہ تھا لہذا اس نے بلاوجہ اور بلاجواز افغانستان کے ساتھ جنگ کا ایک سلسلہ شروع کیا تا کہ وہ پاکستان کے راستے ان گرم پانیوں اور بالخصوص گوادر کے اس ساحل تک

پہنچ جائے جہاں سے گلف اور ایشیائی ممالک کے تمام راستے کھلتے ہیں۔ جب ایسے حالات سامنے آئے تو امریکا نے کھل کر روس کیخلاف اس جنگ میں پاکستان کا ساتھ دیا تا کہ روس کسی بھی حال میں اپنے اس ٹارگٹ کو حاصل نہ کر سکے۔ یہاں پر بات نہایت قابل غور ہے کہ افغانستان جیسا ملک جس کے پاس کوئی بندرگاہ تک موجود نہیں اور جس کا زیادہ تر حصہ پتھریلے پہاڑوں چٹیل میدانوں اور ریگستانوں پر محیط ہے۔ معاشی طور پر ایک بدحال ملک تصور کیا جاتا ہے جہاں پر وسائل کی کمی ہے تو پھر ایسے پسماندہ اور معاشی مسائل میں گھرے ہوئے اس ملک پر قابض ہونے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ روس کا کیا خیال تھا کہ وہ افغانستان کو چندہ ماہ میں روندتا ہوا پاکستان میں داخل ہو جائیگا اور نہ صرف اس کے لامحدود قدرتی وسائل پر قابض ہو جائے گا بلکہ وہ ان گرم پانیوں تک رسائی بھی حاصل کر لے گا جس پر امریکہ کی حریصانہ نظریں جمی ہوئی ہیں۔ یاد رہے کہ روس اس وقت دنیا کی سب سے بڑی قوت تھا جس سے امریکا بھی خوف کھاتا تھا اور براہ راست روس کے ساتھ الجھنے کی اس میں سکت نہ تھی۔ یہ افغان جنگ درحقیقت افغانستان پر حملہ نہیں تھا بلکہ براہ راست پاکستان کی سلامتی پر حملہ تھا جس کی جنگ پاکستان کو لڑنا پڑی وگرنہ پاکستان بھی آج روس کی ریاست ہوتی۔

بقول کرنل امام کیپٹن عالم شہید 1971ء کی جنگ کا بھارت سے بدلہ لینے کے منصوبہ کے بارے میں پاکستان کے اعلیٰ حکام کو خط لکھتے ہوئے

سلطان امیر المعروف کرنل امام فوجی وردی میں

کرنل امام جہاز سے فری فال کرتے ہوئے

رُوبرو پہنچے

کرنل امام کی تمام زندگی جدوجہد سے عبارت ہے۔ دنیائے عالم کی گوریلا جنگوں کی تاریخ میں کرنل امام ایک مینارۂ نور ہیں۔ وہ ملّت اسلامیہ کے ایک قابل فخر سپوت ہیں جو پاک وطن کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ کرنل امام، خالد خواجہ اور برطانوی صحافی اسد قریشی کے ہمراہ 24 مارچ 2010ء کو ایک اہم مشن پر راولپنڈی سے روانہ ہوئے اور 26 مارچ کو بنّوں سے شمالی وزیرستان جاتے ہوئے اغوا کر لیے گئے۔ کرنل امام مارچ سے ستمبر تک ایک گروپ ایشین ٹائیگر کے قبضے میں رہے جبکہ 30 ستمبر کو ایک اور دوسرے گروپ تحریک کالعدم طالبان نے اُنہیں اپنے قبضے میں لے لیا۔ کرنل امام نے اسیری کے تقریباً گیارہ ماہ بڑے کٹھن اور کڑے امتحان سے گزارے اور صبر وشکر کا پُتلا ثابت ہوئے۔ 19 فروری 2011ء کو تمام چینلز پر چلنے والی ویڈیو سے ان کی شہادت کی تصدیق ہوگئی۔

کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام سے ہماری پہلی ملاقات جولائی 2009ء میں ہوئی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ان سے ہماری ملاقات کا وقت دوپہر 2 بجے کا طے پایا تھا۔ اسی دن صبح 11 بجے جنرل حمید گل کی بیٹی عظمیٰ گل سے بھی ہماری ملاقات تھی۔ اُن سے گپ شپ میں وقت زیادہ ہوگیا تو ہم نے وہاں سے کرنل امام کو فون کیا کہ ہم آپ کی طرف پہنچتے ہوئے لیٹ ہوجائیں گے کیونکہ اس وقت ہم راولپنڈی کی چکلالہ سکیم تھری میں بیٹھے ہیں۔ کرنل صاحب نے کہا کہ آپ پانچ بجے تک آجائیں اتنی دیر میں، میں اپنے دوسرے کام نمٹا لیتا ہوں۔ ہم طے شدہ مقررہ وقت پر کرنل امام کے گھر واقع اڈیالہ روڈ عسکری کالونی ے میں پہنچے تو گیٹ پر بیٹھے سیکورٹی گارڈ نے شناخت کے لیے ہمیں روکا۔ ہم نے اس کو بتایا کہ ہم نے لین نمبر 10 اور مکان نمبر 86 میں کرنل امام کے گھر جانا ہے۔ اس نے ہمیں بہت اچھے

طریقے سے گھر کا راستہ بتایا اور ٹھیک تین منٹ کے بعد ہم کرنل امام کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ ہم نے گھر کے باہر لگی اطلاعی گھنٹی بجائی اور کچھ منٹ انتظار کیا مگر اندر سے کوئی نہیں آیا۔ ہم نے پھر گھنٹی بجائی مگر پھر کوئی نہیں آیا۔ بیرونی داخلی گیٹ کھلا تھا۔ ہم گیٹ کے اندر داخل ہو گئے۔ گیراج میں سفید رنگ کی پُرانے ماڈل کی 88 کرولا گاڑی کھڑی تھی۔ اب ہم گیٹ کے اندر داخل ہو کر گھر کے داخلی دروازے پر لگی اطلاعی گھنٹی بجائی۔ جالی کے دروازے سے اندر نظر پڑی تو خواتین کمرے میں اندر باہر آجا رہی تھیں۔ پانچ منٹ کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہیں آیا تو ہم نے جالی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اتنے میں گھر کے داخلی دروازے کے ساتھ ایک اور کمرے کے دروازے کے اندر سے چٹخنی کھولنے کی آواز آئی۔ ہم اس دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس دروازے سے ایک نوجوان جو غالباً ان کے بیٹے تھے باہر آئے۔ ہم نے ان کو اپنا تعارف کروایا تو جس دروازے سے وہ باہر نکلے تھے اُسی کمرے میں ہمیں اندر آنے کو کہا، یہ ان کا ڈرائنگ روم تھا۔ ہمیں بٹھا کر انہوں نے کہا ”ابا جی کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔“ کرنل امام غالباً گھر کی عمارت کی دوسری منزل پر تھے۔ ہم نے ڈرائنگ روم کے در و دیوار کا جائزہ لیا تو دیواروں پر بندوقیں اور تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ کرنل امام نے بتایا ”مجھے سب سے اوپر والی تلوار گردیز فتح ہوا تو درانی سرداروں نے تحفہ میں دی تھی، درمیان والی تلوار وائٹ ہاؤس نے 1988ء میں مجھے جارج ہربرٹ واکر بش نے بھجوائی تھی اور نیچے والی تلوار افغان مجاہدین کی طرف سے تحفہ میں ملی تھی۔“ ڈرائنگ روم کے کونوں میں توپ کے گولوں کے خول رکھے ہوئے تھے۔ کمرے میں رکھا یہ اسلحہ جہاد افغانستان کی فتح کا منہ بولتا ثبوت تھا جو تاریخ کا حصّہ بن چکا ہے۔ خیر کچھ منٹ کے انتظار کے بعد قد آور کرنل امام سفید شلوار قمیض میں ملبوس، سر پر سفید پگڑی پہنے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ ہم احتراماً ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان سے سلام دعا ہوئی۔ انہوں نے ہمیں بیٹھنے کو کہا اور وہ خود بھی ہمارے قریب والے صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ان کے بیٹے مشروب کے گلاس کی ٹرے لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اور ہمیں

مشروب سے بھرے گلاس پیش کیے۔ کرنل امام نے اپنے بیٹے کا تعارف کروایا ''یہ میرا چھوٹا بیٹا عمران ہے''

ہمیں کرنل امام کی شخصیت دبنگ، پروقار اور بارعب لگی۔ ان کی حرکات وسکنات سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ انٹرویو دینے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں ہیں۔ انہوں نے ہم سے گفتگو کرنے سے پہلے خالد خواجہ کو فون کیا اور ان سے ہمارے بارے میں بات کی کیونکہ ان کی وساطت سے ہی ہماری کرنل امام سے انٹرویو کا وقت طے پایا تھا۔ وہ انگریزی میں خالد خواجہ سے کہہ رہے تھے ''میں کیا ان کو انٹرویو دوں؟'' ہم خالد خواجہ سے انٹرویو کر چکے تھے۔ انہوں نے کرنل امام سے ہمارے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا اور ان سے کہا آپ ان کو انٹرویو دیں آپ کو ان سے بات کر کے مزہ آئے گا۔ (یہ بات ہمیں خالد خواجہ نے بعد میں خود بتائی)۔ کرنل امام خالد خواجہ سے بات کرنے کے بعد بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اس کا اندازہ ہمیں ان کے ان الفاظ سے ہوا وہ کہنے لگے۔ ''ایسے ہی صحافی آجاتے ہیں چھوٹے چھوٹے سوال کرتے ہیں۔ میرا بھی وقت ضائع کرتے ہیں۔'' کرنل امام کی یہ الفاظ سن کر ہم کچھ حیران اور پریشان بھی ہوئے۔ ہم نے دل میں سوچا کہ نہ جانے کرنل امام صحافیوں سے کس قسم کے سوالات کی توقع رکھتے ہیں۔ اندر سے ہمارا بھی کرنل امام سے انٹرویو کرنے کا جوش ماند پڑ رہا تھا۔ حالانکہ ہم نے کرنل امام سے انٹرویو کی خاصی تیاری کر رکھی تھی۔ کرنل امام کے ان الفاظ نے ہمیں اس کشمکش میں مبتلا کر دیا کہ پتہ نہیں ہمارے سوالات ان کے معیار پر پورے اتریں گے کہ نہیں۔ اس سے پیشتر کہ یہ احساس ہم پر حاوی ہوتا ہم نے سوچا انٹرویو شروع تو کریں دیکھا جائے گا۔ ہم نے خود ہی اپنی ہمت بندھائی اور کرنل امام سے باقاعدہ گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے ان سے پہلا سوال کیا۔

کرنل امام ہمارا سوال سن کر چند منٹ خاموش رہے اور پھر سوال کا جواب دیے بغیر ہم سے چند منٹ کی اجازت لے کر ڈرائنگ روم سے باہر چلے گئے اور موبائل پر کسی سے بات کی۔ اس وقت میرے ساتھ میرے شوہر محمد شہزاد اشرف المعروف شہزاد جی بھی تھے۔ شہزاد

صاحب فیشن فوٹوگرافر ہیں اور وہ فیشن فوٹوگرافی میں نمایاں ہیں۔ ہم دونوں کرنل امام کی ان حرکات وسکنات پر کچھ عجیب سا محسوس کرنے لگے۔ میں نے شہزاد صاحب سے کہا ''کرنل امام خاصے مشکل انسان لگ رہے ہیں۔ ہم نے کئی ایک بڑی شخصیات کے انٹرویوز کیے ہیں مگر اس طرح کی صورتحال کا سامنا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ نہ جانے کرنل امام کا مسئلہ کیا ہے؟''
اس پر شہزاد صاحب نے میری ہمت بندھاتے ہوئے کہا ''آپ ایسی باتوں پر دھیان مت دو۔ آپ اپنا انٹرویو مکمل اعتماد کے ساتھ کرو۔'' شہزاد صاحب نے اپنا کیمرہ کرنل امام کی تصاویر اتارنے کے لیے تیار کیا۔ اسی اثناء میں کرنل امام دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے اور ہم سے کہنے لگے کہ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟ اس کے بعد ہم نے باقاعدہ گفتگو کا آغاز کیا۔ ابھی ہم نے تین سوال ہی کیے تھے کہ ہمارے چوتھے سوال پر کرنل امام کہنے لگے۔ ''آپ کو کس نے بتایا ہے؟'' ہم نے کہا ''کرنل صاحب آپ کا انٹرویو کرنا تھا تو تیاری تو کرنا تھی۔ پھر وہ کہنے لگے ''میں مغرب کی نماز پڑھ لوں واپس آ کر اس سوال کا جواب دوں گا''۔
کرنل امام نماز پڑھ کر آئے تو ہم نے ان سے سوالات کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ جیسے جیسے ہمارے سوالات کا سلسلہ آگے بڑھا کرنل امام ہمارے سوالات کا جواب تفصیل اور دلچسپی سے دینے لگے۔ کئی ایک سوالات پر انہوں نے کہا ''کیا آپ میرا انٹرویو شائع کر لیں گی؟'' میں نے جواباً کہا ''بالکل''۔ پھر کہنے لگے ''آپ بڑے خطرناک سوال کر رہی ہیں۔'' میں نے جواباً کہا ''ہم ان سوالات کی سچائی آپ سے جاننے کے لیے آئے ہیں۔ آپ ایک ایسی جنگ کے فاتح ہیں جو تاریخ کا حصّہ بن چکی ہے۔ جہاد افغانستان میں جو کچھ ہوا آپ اس کے چشم دید گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' ہماری بات سن کر کرنل امام مسکرائے اور کہنے لگے ''افغانستان کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ دن رات میں نے وہاں کام کیا ہے۔ میں تو افغانیوں کی فیملیز کا فیملی ممبر بن چکا تھا''

ہماری کرنل امام سے جہاد افغانستان میں ان کی خدمات اور ان کی ازدواجی زندگی کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی۔ ان کی بیگم رفعت ان دنوں بیمار تھیں۔ ان سے ہماری زیادہ

بات نہ ہو سکی البتہ ان کی بیٹیوں سدرہ، فاطمہ، انعم اور سحر سے ہماری باری باری بات ہوئی۔
جہاد افغانستان میں کرنل امام کی خدمات کے حوالے سے تفصیلی انٹرویو نوائے وقت کے ''ہفت روزہ فیملی میگزین'' میں چار اقساط میں شائع ہو چکا ہے اس کے علاوہ ان کا تفصیلی فیملی انٹرویو بھی شائع کیا گیا۔ میگزین کی تاریخ میں یہ دوسرا موقع تھا کہ کسی شخصیت کا چار اقساط میں انٹرویو شائع کیا گیا ہو۔ اس سے پہلے خالد خواجہ کے انٹرویو کی بھی چار تفصیلی اقساط شائع ہو چکی تھیں۔

کرنل امام سے ہماری گفتگو کا آغاز شام 5:30 بجے ہوا جو رات ڈیڑھ بجے (1:30) تک جاری رہا۔ کرنل امام ہمارے سوالات کا جوابات بڑی دلجمعی سے دے رہے تھے اور ہم بھی کیسٹ مسلسل ریکارڈ کیے جا رہے تھے۔ ہمیں بھوک کا احساس تک نہیں تھا۔ جیسے ہی انٹرویو ختم ہوا ہماری بھوک چمک اٹھی۔ رات کے دو بجنے کو تھے۔ کرنل امام نے کہا ''چلیں آپ کو صدر بازار سے کھانا کھلاتا ہوں۔'' ہم نے کہا ''آپ آرام کریں ہم خود کسی نہ کسی ہوٹل سے کھا لیں گے۔'' بھوک کے مارے ہمارا بُرا حال تھا، سر میں درد بھی ہونے لگا۔ اب تو یہ کیفیت تھی کہ روٹی کھانے کو ملنی چاہیے، چاہے نمک مرچ کے ساتھ ہی ملے۔ صدر بازار پہنچے تو صرف اکا دکا ہوٹل کھلے تھے۔ ایک ہوٹل میں داخل ہوئے۔ ہم نے ان سے کہا جو کچھ تیار ہے فوراً لے آؤ۔ جیسے ہی منہ میں روٹی کا نوالہ گیا یوں لگا جیسے جان میں جان آ گئی ہو۔

بہر حال، ہمیں اس بات کی خوشی تھی کہ ہماری طویل نشست نے کرنل امام کی خشک مزاجی کو تازگی میں تبدیل کر دیا۔ وہ ہم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے لگے۔ اسلام آباد سے لاہور آنے کے بعد بھی ہمارا کرنل امام سے فون پر مسلسل رابطہ رہا۔ وہ ہم سے ملکی حالات کے بارے میں گفتگو کر کے پریشان ہوتے اور ملک و قوم کی خیر و عافیت کی دعا کرتے۔ ان کی گفتگو سے ہمارے ذہن میں کئی سوالات اُبھرتے پوچھنے پر وہ ہمیں جواب بھی دیتے۔ وہ ہم سے اکثر یہی کہتے ''جب ان (طالبان) کے پیاروں کو مارا جائے گا وہ بدلہ تو لیں گے یہ بم دھماکے اُسی کا ردعمل ہے۔''

کرنل امام سے ہماری دوسری ملاقات اگست 2009ء میں راولپنڈی ان کے گھر پر ہی ہوئی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ہم معروف شخصیات کے انٹرویو کے سلسلہ میں اسلام آباد گئے تھے۔ کرنل امام کی دعوت پر ہم ان کے گھر بھی گئے۔ کرنل امام سے ہماری تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات رہی جس میں سوال و جوابات کا بھی سلسلہ رہا۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے تو ہم نے کرنل امام کو اپنا منتظر پایا۔ اس بار ہمیں کرنل امام کی شخصیت پہلے سے بہت مختلف لگی۔ انہوں نے ہماری خوب آؤ بھگت بھی کی اور ہم سے خوش ہو کر گپ شپ بھی کی۔ ہمیں اپنی یادگار تصاویر دکھائیں اور چند اہم واقعات آف دی ریکارڈ بھی بتائے۔ وہ کہنے لگے ''جب میں امریکہ میں تھا تو میں نے وہاں جنگی حربوں کی تربیت لینے کے دوران قتل کرنے کا طریقہ بھی سیکھا۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جس سے پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ قتل ہوا کیسے ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں ملتا۔'' اس موقع پر جنرل (ر) نصیر اللہ بابر کا ذکر بھی ہوا۔ کرنل امام ان کے کارناموں کے بارے میں بتانے لگے کہ وہ بہت بہادر سپاہی ہیں۔ (ان دنوں جنرل نصیر اللہ بابر حیات تھے لیکن بیمار تھے، ان کو فالج کا اٹیک ہوا تھا۔) کرنل امام مجھے کہنے لگے کہ ''آپ جنرل نصیر اللہ بابر کا بھی انٹرویو کرو۔ وہ آپ کو بہت دلچسپ واقعات سنائیں گے۔ میں نے ان کو فون کیا تھا ان کی طبیعت اب کچھ بہتر ہے اور اب وہ تھوڑی بہت بات بھی کر لیتے ہیں۔''

کرنل امام نے بتایا کہ ایک مرتبہ جنرل نصیر اللہ بابر ہیلی کاپٹر اڑاتے ہوئے بھارت کی سرحد کے اندر اتر گئے۔ ان کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ انڈیا کی حدود میں اتر چکے ہیں۔ جب وہ ہیلی کاپٹر سے باہر نکلے تو بھارتی فوجیوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ جنرل نصیر اللہ بابر بالکل گھبرائے نہیں۔ اس سے پیشتر کہ بھارتی فوجی ان کے قریب آتے انہوں نے کہا ''آپ کیا سمجھتے ہیں میں اکیلا آپ کی سرحد پار کر کے آیا ہوں۔ آپ لوگ ہمارے گھیرے میں ہیں۔'' وہ پانچ چھ بھارتی فوجی تھے۔ وہ گھبرا گئے انہوں نے سوچا ایسا کیسے ممکن ہے کہ جنرل صاحب اکیلے آئے ہوں۔ یقیناً ہم پاکستانی فوج کے گھیرے میں آ چکے ہیں۔

جنرل نصیر اللہ بابر نے اُن سے کہا ''آپ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔'' انہوں نے ہتھیار پھینک دیے اور آپ نے ان کو اپنی ایک گن سے اپنے آگے لگا لیا اور پاکستان کی حدود میں لے آئے اور ان کو قیدی بنا لیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر بھی وہاں سے اڑا کر لے آئے، ایسے بہادر جنرل ہیں۔ کرنل امام ہمیں اپنی تصاویر کی البم دکھا رہے تھے کہ ایک تصویر پر وہ رک کر کہنے لگے۔ یہ کیپٹن عالم شہید ہے۔ یہ وہ خط ہے جو ہم نے اپنی اعلیٰ فوجی قیادت کو لکھا تھا۔ جب 71ء کی جنگ میں ہمارے فوجی بھارت میں قید ہو گئے تھے تو ہمیں بہت غصہ تھا کہ ہم نے ہر حالت میں اپنے فوجی بھائیوں کو دشمن کی قید سے نکالنا ہے۔ اس وقت ہم نے منصوبہ بنایا تھا کہ بھارت کی اعلیٰ قیادت کو اغوا کر لیا جائے اور اس کی رہائی کے بدلے میں اپنے فوجیوں کو رہائی دلوائی جائے۔ ہماری اعلیٰ قیادت نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

کرنل امام کے بھائی کرنل (ر) محمد سفیر تارڑ نے بھی اس بات کا حوالہ اپنی ایک تحریر میں دیا ہے جو نوائے وقت کے 3 اپریل 2011ء کے سنڈے میگزین میں شائع ہوئی۔

کرنل (ر) محمد سفیر تارڑ لکھتے ہیں کہ 1971ء کی جنگ میں بحیثیت کیپٹن کرنل امام نے مغربی پاکستان کے مختلف محاذوں پر دشمن کے خلاف دلیرانہ کمانڈو ایکشنز میں حصہ لیا۔ اس جنگ میں ذلت آمیز شکست سے وہ بہت دل گرفتہ تھے اور دشمن سے بدلہ لینے کے لیے موقع ملنے کی دعائیں مانگتے تھے۔ سقوط ڈھاکہ اور اس کے نتیجے میں 90 ہزار جنگی قیدیوں کا معاملہ ایک خوددار اور غیرت مند مجاہد کے لیے سوہان روح بنا ہوا تھا۔ ان کربناک لمحات میں انہوں نے اپنی فوجی ہائی کمان کو ایک پلان پیش کیا جس کی تفصیلات ان کے ایک قابل اعتماد ساتھی کیپٹن عالم شہید نے بہت بعد میں اس وقت بتایا جب ان کے مطابق یہ سیکرٹ نہیں رہا۔ پلان کے مطابق کرنل امام نے کیپٹن عالم سمیت تین جانثار ساتھیوں پر مشتمل ایک ٹیم کی تشکیل کی تجویز دی جس نے پروگرام کے مطابق بھارت کی اعلیٰ قیادت کی معتبر شخصیت کو اغوا کر کے پاکستان لانا تھا تاکہ حکومت پاکستان اس کے بدلے اپنے جنگی قیدی باعزت طریقے سے رہا کرا سکے۔ پلان میں انہوں نے تجویز کیا کہ اگر یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تو میں ہر

قسم کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ ایک مرد مومن کا اپنے ملک وقوم کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کا عزم تھا۔

کرنل امام نے بینظیر کے حوالے سے ایک واقعہ سناتے ہوئے بتایا ''۸۸ء میں بینظیر بھٹو اوجڑی کیمپ کا دورہ کرنے آئیں۔ اس وقت ڈی جی آئی ایس آئی جنرل حمید گل تھے۔ جب بے نظیر بھٹو گاڑی سے اتریں تو جنرل حمید گل اور جنرل نصیر اللہ بابر اُنہیں اسلحہ دکھانے کے لیے لے کر آ رہے تھے۔ میں اس اسلحہ کے پاس کھڑا تھا۔ بے نظیر بھٹو کی جیسے ہی مجھ پر نظر پڑی کہ کرنل امام کھڑے ہیں تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا ''او یہ تو کرنل امام کھڑے ہیں'' مجھے دیکھتے ہی وہ پیچھے اپنی گاڑی کی طرف تیز تیز قدم لیتے ہوئے گئیں۔ میرا اس وقت گٹ اپ افغان مجاہد جیسا تھا۔ میری لمبی سفید ڈاڑھی تھی اور سر پر سفید پگڑی تھی۔ جنرل حمید گل حیران اور پریشان ہوئے آخر وزیراعظم صاحبہ کو ہوا کیا ہے۔ بینظیر صاحبہ نے ہلکے گلابی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور ان کے کندھے پر میرون کی چادر تھی، عینک لگائی ہوئی تھی۔ خیر وہ جلدی سے گاڑی سے دوپٹہ لے کر سر پر اوڑھ کر آئیں۔

فیملی میگزین میں کرنل امام کا انٹرویو شائع ہونے کے کچھ دنوں کے بعد کرنل امام لاہور وقت نیوز چینل کے ایک پروگرام میں تشریف لائے جس کے پروڈیوسر رفیع جمال تھے۔ کرنل امام نے ان سے کہا ''میں ایک شرط پر آپ کے پروگرام میں کل آؤں گا آپ نے اس دن فرزانہ چودھری کو مجھ سے ملاقات کے لیے پابند کرنا ہے۔ میں نے ان سے ملاقات ضرور کرنی ہے۔'' اگلے دن صبح پروڈیوسر کا مجھے فون آیا اور کرنل امام نے جو کچھ میرے بارے میں ان سے کہا انہوں نے مجھے بتا دیا۔ میں نے ان سے کہا جب آپ کا پروگرام ختم ہونے والا ہو گا تو آپ فون کر دیجیے گا میں آفس آ جاؤں گی۔

خیر مجھے رات تقریباً 8:30 بجے فون آیا کہ آپ آ جائیں کرنل صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ کرنل امام سے یہ ہماری تیسری ملاقات تھی۔ کرنل امام وقت نیوز کے گیسٹ روم میں بیٹھے تھے۔ جیسے میں گیسٹ روم میں داخل ہوئی کرنل امام کھڑے ہو گئے اور مسکراتے ہوئے

خوش آمدید کہا۔ سلام ودعا کے بعد ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ رفیع جمال نے چائے منگوالی۔ چائے کے کپ پر ہماری گپ شپ ہونے لگی۔ کرنل امام نے بتایا کہ ''مجھے امریکہ سے اے بی سی چینل والوں نے فیملی میگزین میں شائع ہونے والے انٹرویو کے بارے میں فون کرکے پوچھا تھا وہ مجھ سے آپ کے بارے میں بھی پوچھ رہے تھے۔ میں نے ان کو بتایا ہے تم بہت ذہین جرنلسٹ ہو۔ (ہنستے ہوئے) میں نے ان سے یہ بھی کہا وہ بھی ایک ''طالبہ'' ہے۔'' ''طالبہ''! یہ بات ذہن میں رکھنا۔'' کرنل امام کہنے لگے کہ'' آپ کا لکھا میرا انٹرویو تو میرے گاؤں میں ہر شخص نے پڑھا ہے۔ چکوال میں تو میں نے کئی لوگوں کی فرمائش پر اس انٹرویو کی فوٹو کاپیاں کروا کر دی ہیں۔ مجھے تھائی لینڈ والوں نے آپ کے فیملی میگزین کا انٹرویو پڑھ کر لیکچر دینے کی دعوت دی ہے۔ میں اگلے ہفتے تھائی لینڈ جارہا ہوں۔ آپ کے انٹرویو کی دھوم تو انڈیا میں بھی ہے۔ مجھے انڈین جرنلسٹ کے فون آئے ہیں۔'' میں نے کرنل امام کو بتایا کہ ہمارے سینئر صحافی سیف اللہ خالد کو الجزیرہ ٹی وی والوں نے فون کیا تھا انہوں نے اس انٹرویو کے بارے میں ان سے پوچھا تھا۔ سیف اللہ خالد نے انہیں بتایا ہے کہ وہ (فرزانہ چودھری) انٹرویو لینے کرنل امام کے گھر راولپنڈی گئی تھیں۔ الجزیرہ ٹی وی والوں نے سیف اللہ خالد سے آپ کا اور میرا فون نمبر بھی مانگا تھا انہوں نے میرا اور آپ کا موبائل نمبر دے دیا ہے۔ کرنل امام نے بتایا مجھے جیو سے افتخار احمد کا بھی فون آیا تھا اس سے پہلے بھی انہوں نے کہا تھا کہ وہ میرا انٹرویو کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت میں نے ان سے کہا تھا میرے گھر آکر انٹرویو کرلیں۔ میں لاہور نہیں آؤں گا تو وہ ناراض ہوگئے تھے کہ آپ لاہور کیوں نہیں آنا چاہتے تھے۔ اب انہوں نے آپ کے فیملی میگزین میں میرا انٹرویو دیکھا ہے تو مجھے دوبارہ فون کیا ہے کہ وہ میرے گھر پر آکر انٹرویو کرنے کو تیار ہیں۔ کرنل امام جو پہلی ملاقات میں کم گو اور خشک مزاج لگے تھے اب ان کے ساتھ ہمارا تعلقات خوشگوار ہوچکے تھے۔ وہ ہم سے گپ شپ کرکے یہ محسوس نہیں کرتے تھے کہ ان کا وقت ضائع ہوا ہے۔ کرنل امام دانشور اور صاحب علم آدمی تھے۔ وہ ان لوگوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے جو ان کے دلچسپ

موضوع کے بارے میں علم رکھتے تھے۔ کرنل امام جاتے ہوئے ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر گئے۔

کرنل امام اپریل 1944ء میں چکوال کے قریب ایک گاؤں ''چنال'' میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ نے ان کا نام سلطان امیر رکھا جبکہ دنیائے عالم میں کرنل امام کے نام سے مشہور ومقبول ہوئے۔ کرنل امام بچپن ہی سے نمازی، پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ وہ باجماعت نماز کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ جون 1968ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی سے وہ پاس آوٹ ہوئے تو پاکستان آرمی کی ایک مایہ ناز بٹالین پندرہ فرنٹیئر فورس رجمنٹ کو بحیثیت سیکنڈ لیفٹیننٹ لاہور میں جوائن کیا۔ یہاں سے وہ ایس ایس جی میں ٹریننگ کے لئے منتخب کرلیے گئے۔ غیر معمولی جسمانی صلاحیتوں کے مالک کرنل امام پی ایم اے اور ایس ایس جی میں ٹریننگ کے دوران اپنی فزیکل فٹنس کی بدولت اپنے ساتھیوں میں نمایاں ہوئے۔ وہ زمین پر نشان لگا کر جہاز سے پیرا جمپ کرتے اور کمال مہارت سے اسی جگہ پر اترتے۔ وہ تمام فضائی حدود اور پابندیوں کو بالائے طاق رکھ کر ایسا فری فال کرنا چاہتے تھے کہ دنیا میں ایک نیا ریکارڈ بنے۔ 1977ء میں آرمڈ فورسز ڈے کی تقریبات کے دوران فورٹریس سٹیڈیم میں پیرا جمپ کے مظاہروں میں کئی مرتبہ غیر معمولی خطرہ مول لے کر زمین کے اتنا قریب آکر پیراشوٹ کھولا کہ تماشائیوں کی چیخیں نکل گئیں۔

1973ء میں جب امریکہ کورس کے لیے گئے تو فوجی روایات کے بالکل برعکس اپنے ساتھ ایک خوبصورت شیروانی سلوا کر لے گئے۔ امریکہ کے فورٹ براگ ملٹری کالج سے گریجوایشن کے بعد وطن واپسی سے پہلے انہوں نے عمرہ کیا اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے دوران سُنت رسول ﷺ کی پیروی میں ڈاڑھی رکھ لینے کا عزم کیا۔ وطن واپسی پر انہوں نے پشاور میں پیرا ٹریننگ سکول کے کمانڈنگ آفیسر کا چارج سنبھال لیا یہاں وہ پیرا ٹروپرز کی ٹریننگ میں مصروف ہوگئے۔ یہ وہی دور ہے جب انہوں نے حکومت پاکستان کی ہدایت پر افغان مزاحمت کاروں کے ایک گروپ کو خصوصی ٹریننگ بھی

دی۔

1977ء میں ان کی خدمات واپس ان کی یونٹ 15 ایف ایف کے حوالے کر دی گئیں جہاں مختلف پوزیشنوں پر فرائض سرانجام دیتے ہوئے 1980ء میں انہوں نے بٹالین کمانڈر کی ذمّہ داریاں سنبھال لیں۔ کرنل امام کی کمانڈ کا یہ دور بٹالین کی تاریخ کے پیشہ ورانہ عسکری مہارت کے معراج کا دور ہے۔ پاکستان آرمی کی ٹریننگ ہتھیاروں کے استعمال اور کھیلوں کے مقابلوں میں ان کی یونٹ نے اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ 23 مارچ 1983ء میں مسلح افواج کی یوم پاکستان پریڈ میں فرنٹیئر فورس گروپ کی نمائندگی کے لیے مجموعی طور پر اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر بٹالین کو منتخب کر لیا گیا۔ کرنل امام کہتے ہیں ''23 مارچ سے دو دن قبل پریڈ میں شرکت کرنے والے کمانڈنگ افسروں کے اعزاز میں راولپنڈی میں آرمی ایوی ایشن میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق تقریب میں تشریف لائے تو انہوں نے خوبصورت وردیوں میں ملبوس تمام کمانڈنگ افسروں سے فرداً فرداً مصافحہ کیا۔ مجھ سے ہاتھ ملایا تو انہوں نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور وہ وہیں رک گئے۔ سرخ وسفید نورانی چہرے پر سجی خوبصورت داڑھی، میری چھاتی پر ایس ایس جی ونگ تمغوں کی لمبی قطار اور سمارٹ ٹرن آؤٹ کی تعریف کیے بغیر وہ نہ رہ سکے۔ جنرل محمد ضیاء الحق مجھ سے پوچھنے لگے ''آپ کو بٹالین کمانڈ کرتے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟''

کرنل امام نے بتایا ''ریس کورس گراؤنڈ راولپنڈی میں 23 مارچ کو منعقد یوم پاکستان پریڈ میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 15 ایف ایف نے مارچنگ پریڈ میں اوّل پوزیشن حاصل کی اس کی قیادت میں کر رہا تھا۔ 24 مارچ کو اسی گراؤنڈ میں پریڈ میں شرکت کرنے والے دستوں کے لیے تقسیم انعامات کی تقریب اور ان کے اعزاز میں روایتی بڑے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی صدر جنرل ضیاء الحق تھے۔ جو اپنی بیٹی زین ضیاء (جو جنرل کی یونیفارم میں ملبوس تھی) کے ہمراہ اس تقریب میں تشریف لائے۔ اس تقریب میں، میں نے جنرل ضیاء الحق سے ٹرافی وصول کی۔ جنرل ضیاء الحق

بڑے کھانے میں ترتیب سے لگی یونٹوں کی ٹیبلوں کے پاس پہنچے تو پہلے نمبر پر ہماری 15 ایف ایف کی ٹیبل تھی۔ میں نے اپنے پانچ سالہ بیٹے نعمان کے ساتھ صدر جنرل ضیاء الحق کا استقبال کیا۔ نعمان فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ جنرل ضیاء الحق نے میرے بیٹے نعمان کو پیار کیا اور مجھے کہنے لگے "well done it was a mar vellous show keep it up" مجھے اس وقت اندازہ ہو گیا کہ مجھے اب کوئی اور نئی اہم ذمّہ داری سونپی جانے والی ہے۔ خیر پریڈ سے فراغت کے بعد یونٹ کو لے کر میں واپس پشاور پہنچا تو کچھ دنوں کے بعد مجھے آئی ایس آئی میں رپورٹ کرنے کا حکم مل گیا۔ مجھے افغانستان سیل میں نہایت اہم ذمّہ داری سونپ دی گئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا جہاد افغانستان کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔''

اپنی نئی ذمّہ داریاں سنبھالتے ہی انہوں نے افغان مجاہدوں کی گوریلا تربیت کا ایک مربوط پروگرام تشکیل دیا۔ ان کے مجاہدانہ، سرفروشانہ کردار کے باعث جہادی قوتوں کو ایک نیا عزم اور نیا حوصلہ ملا۔ ایک سچا مسلمان، ایک عظیم مجاہد اور اعلیٰ صفات کا حامل ایک بے لوث کمانڈر، یہیں سے وہ کرنل امام کے آفاقی نام سے مشہور ہوئے۔ اپنے وقت کی سُپر پاور سوویت یونین کو کرنل امام نے افغانستان کے صحراؤں اور پہاڑوں میں تھکا تھکا کر اتنا مارا کہ سوویت یونین اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوا۔ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کی آنکھوں میں تو کرنل امام پہلے ہی کھٹکتے تھے یہی وہ دور ہے جب وہ سوویت یونین کی ہٹ لسٹ پر آئے تھے۔ روسی خفیہ ایجنسی کے جی بی نے ان کے سر کی قیمت مقرر کی تھی۔

1995ء میں کرنل امام کو افغانستان کے صوبے ہرات میں پاکستان کا قونصل جنرل مقرر کیا گیا جہاں وہ پاکستان اور افغانستان کی آزادی، سلامتی، سربلندی اور دونوں برادر اسلامی ملکوں کے درمیان دوستی، بھائی چارے اور خیر سگالی کے لیے پل کے طور پر کام کرتے رہے۔ نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو کرنل امام افغانستان میں موجود تھے۔ امریکی حملے کے بعد وہ واحد پاکستانی تھے جو سب سے آخر میں افغانستان سے

واپس آئے۔ پاکستان واپس آنے کے بعد وہ بہت تھوڑے عرصے کے لیے فارن آفس سے منسلک رہے۔ نائن الیون کے بعد وہ پرویز مشرف گورنمنٹ کی پالیسیوں پر شدید تحفظات کے باعث جلد ہی سروس سے علیحدہ ہو گئے۔

☆☆☆☆

جلالہ آباد پر حملے کے حوالے سے ایک اجلاس کے بعد وزیراعظم بینظیر بھٹو، جنرل حمید گل، کرنل امام اور وزارتِ خارجہ اور دفاع کمرے سے نکل رہے ہیں

افغان مجاہدین کے شوریٰ کے اجلاس میں جنرل حمید گل بیٹھے ہیں، ان کے سامنے کرنل امام ہاتھ میں کاغذ لئے بیٹھے کچھ پڑھ کر سنا رہے ہیں

باب نمبر۔1

☆افغانیوں کو پہلی بار دیکھا تو ان کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ گیا

☆حیات شیر پاؤ کو افغانی کیمونسٹوں نے مارا تھا

☆بھٹو نے افغانیوں کی خفیہ ٹریننگ کروائی

☆میں نے سب سے پہلے ڈیڑھ سو افغان مجاہدین کو گوریلا ٹریننگ دی

☆میں نے امریکہ سے ''تخریب کاری'' اور سبوتاژ کی تربیت حاصل کی

☆امریکہ سے واپس آیا تو افغانستان میں سردار داؤد نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا

☆حکمت یار اور احمد شاہ مسعود یونیورسٹی کی لڑکیوں کو پہلے پردہ کرنے کو کہتے باز نہ آنے پر ان کے چہروں پر تیزاب پھینک دیتے تھے

☆افغانستان کے حالات خراب ہوئے تو پروفیسر عبدالرّب رسول سیاف کو قید کرلیا گیا، استاد ربانی اور مولوی محمد یونس پاکستان بھاگ آئے

☆بریگیڈیئر نصیراللہ بابر نے ذوالفقار علی بھٹو کے حکم پر بھاگ کر آنے والے افغانیوں کو اکٹھا کیا

☆جہاد افغانستان کے بانی ذوالفقار علی بھٹو تھے

☆جنرل نصیراللہ بابر جہادی لیڈر تھے

میری تربیت اور جہاد افغانستان

سوال: کرنل صاحب زندگی کا ابتدائی سفر بڑا یادگار ہوتا ہے۔ بچپن، لڑکپن اور جوانی کی یادیں ہوتی ہیں اور پھر من چاہے کیریئر کی ابتدا اپنی جگہ اہم ہے۔ ذرا اس حوالے سے بتائیے؟

کرنل امام نے بتایا ''میری تاریخ پیدائش 4 اپریل 1944ء ہے۔ (مسکراتے ہوئے) جب میں نے ایک ٹی وی انٹرویو میں اپنی تاریخ پیدائش بتائی تو مجھے بہت سے پیپلز پارٹی کے لیڈروں کے فون آئے اور وہ بہت خوش ہوئے کہ میری تاریخ پیدائش 4 اپریل ہے کیونکہ اس دن ان کے لیڈر ذوالفقار علی بھٹو اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اُسی دن ایک جہادی کی پیدائش ہوئی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہاد افغانستان کے بانی ذوالفقار علی ہیں۔ انہوں نے ہی مجاہدین کی خفیہ تربیت کا حکم دیا۔ ذوالفقار علی بھٹّو بہت ذہین اور دوراندیش لیڈر تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سوویت یونین کی توجہ افغانستان کی طرف ہوگئی ہے، وہ افغانستان پر قبضہ کرنے کا سوچ رہا ہے اور اس نے وہاں اپنا کام شروع کردیا ہے۔ اس کے بعد وہ پاکستان پر دباؤ ڈالے گا۔ یہاں پر وہ کیمونزم کا پرچار کرے گا اور ہمارے لوگوں کو ورغلائے گا۔ اس کے بعد وہ اسلام آباد سے ہوتا ہوا کراچی پہنچے گا تو پھر ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ بھٹو نے سوویت یونین کو سپُر پاور تسلیم کرتے ہوئے افغان باشندوں کو خفیہ ٹریننگ دینے کا حکم دیا۔''

''میں جہاد افغانستان میں کیسے آیا۔ یہ بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ میں ایک کسان کا بیٹا تھا اس لیے جسمانی طور پر ٹھیک ٹھاک تھا۔ جب مجھے کمیشن ملا اور میں نے پی ایم اے میں ٹریننگ کے دوران اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تو انہوں نے مجھے انفنٹری میں پوسٹ کردیا

۔(انفنٹری میں فرنٹیئر فورس 15 NFF جس کا پُرانا نام سیکنڈ پٹھان رجمنٹ تھا۔اس میں قبائلی لڑکے آتے تھے۔انگریز نے یہ فورس بنائی تھی) ہمارے پاس زیادہ تر محسود، وزیر اور آفریدی آتے تھے۔میں نے ان کے ساتھ جب کام کیا تو مجھے پختون کلچر سمجھنے کا موقع ملا' یہ لوگ کیسے ہیں' کیا ہیں اور جرگہ سسٹم کیا ہے۔یہ لوگ دین کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ ان کی ثقافت پنجابیوں سے مختلف ہے۔ان کی سوچ اور زبان بھی مختلف ہے۔یہ لوگ بات کے پکے اور ضدی ہیں۔میں ان کے ساتھ چار سال رہا۔''

سوال: ان کی کونسی باتیں اچھی لگیں؟

کرنل امام: یہ لوگ فوج میں گروپ کی صورت میں ہوتے اور یہ اپنا ایک لیڈر چُن لیتے تھے۔خواہ وہ سارے سپاہیوں کا گروپ کیوں نہ ہوتا۔ان کو اگر کوئی حکم دیا جاتا تو یہ پہلے اپنے لیڈر سے پوچھتے کیا یہ درست ہے۔اس کی اجازت لیتے اور پھر حکم پر عمل کرتے۔یہ ان کی بڑی خاصیت تھی۔کبھی ہم ان کو بات کہنا چاہتے تو ہم کوشش کرتے کہ ان کے یونٹ میں جو سینئر آدمی ہے خواہ وہ صوبیدار ہی کیوں نہ ہوتا اس کو بات بتاتے پھر وہ سب کو اکٹھا کر کے بتاتا۔اس کے بعد اس بات پر بڑی سختی سے اور تیزی سے عمل ہوتا۔ان میں زیادہ تر لوگ ان پڑھ تھے۔پہاڑوں کے رہنے والے تھے، سولائزیشن کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔چار سال کے بعد کال آئی کہ ایس ایس جی کے لیے آفیسرز چاہئیں۔یہ محکمہ جنرل اسلم بیگ اور جنرل ابوبکر عثمان مٹھا والا کا تھا۔میں نے درخواست دے دی۔اس میں ایسا نہیں تھا کہ بندہ بہت ذہین اور پڑھا لکھا ہے تو اس کو ہی منتخب کیا جائے گا۔اس کی سلیکشن کیلئے ٹیسٹ لیتے تھے جوان کے معیار پر پورا اترتا اس کا ہی انتخاب ہوتا تھا۔وہ ذہانت اور نفسیات کا بھی ٹیسٹ لیتے یعنی جس طرح ایک کمانڈر اور گوریلا کو سوچنا چاہئے۔ کچھ ایسے کام کراتے کہ بندے کا ذہنی اور جسمانی طور پر یعنی دونوں چیزوں کا ٹیسٹ ہو جاتا ۔میرا بھی نفسیاتی اور جسمانی ٹیسٹ لیا گیا۔مجھے ایک سرنگ سے گزرنے کو کہا گیا۔وہ سرنگ کہیں سے تنگ اور کہیں سے کھلی تھی۔تنگ اتنی تھی کہ آپ وہاں سے بڑی مشکل سے

گزرتے ہیں۔انہوں نے سرنگ کے درمیان میں اوپر ایک طرف تربیت یافتہ بندر بٹھایا ہوا ہوتا تھا اس کے پاس سے جو بھی گزرتا وہ اس کی گردن پر ہاتھ پھیرتا تھا۔سرنگ میں اندھیرا بھی ہوتا اور یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ آگے سرنگ کھلی ہوگی یا تنگ۔جب اچانک ایک جانور اپنا ہاتھ ناخنوں سمیت آپ کی گردن پر پھیرے تو اس وقت آدمی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس ٹیسٹ میں کئی لوگ گھبرا جاتے ہیں۔جب میں سرنگ سے گزر رہا تھا تو میں اس مخصوص جگہ پر پہنچا تو بندر نے میری گردن پر بھی ہاتھ پھیرا۔میں نے بندر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اس نے چیخ ماری۔اتنے میں ایک فوجی جوان جو وہاں کھڑا تھا۔اس نے بتایا صاحب یہ تربیت یافتہ ہے اس کو ٹیسٹ کے لیے رکھا ہے۔وہ بندر بھی اپنی ڈیوٹی کر رہا تھا۔اس ٹیسٹ کے لیے ایک قلعہ میں ایک مخصوص جگہ ہے۔میں اس ٹیسٹ میں پاس ہو گیا۔پھر میرا یادداشت کا بھی ٹیسٹ ہوا۔اس میں یہ ہوتا کہ ایک صفحہ پر تحریر لکھی ہوتی ہے کہا جاتا ہے اس کو پڑھ کر اپنے خیالات لکھیں۔وہ تحریر چند سیکنڈ کے لیے دکھائی جاتی ہے پھر اندھیرا ہو جاتا ہے۔بس اتنی روشنی ہوتی ہے کہ آپ اس روشنی میں لکھ سکیں۔اس ٹیسٹ میں صرف وہی لوگ پاس ہوتے ہیں جن میں پختہ خود اعتمادی ہوتی ہے۔میرے ساتھ ٹیسٹ کے لیے 50 لڑکے آئے ان میں سے صرف 12 رہ گئے تھے۔میرے بیچ میں جنرل محمود بھی تھے جو آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل بھی رہے اور بریگیڈیئر یعسوب علی ڈوگر، جو گورنر کے ملٹری سیکرٹری اور چیئرمین واسا بھی رہے۔

میں نے ایس ایس جی میں ایڈوانس کمانڈو کورس کیا اور اوّل آیا۔اس میں ٹاپ کرنے والے کو ایک مشکل کام سونپا جاتا ہے اُسے اگلے کور کو ٹریننگ دینی پڑتی ہے جو کہ خود کورس کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔دوسرے کو ٹریننگ دیتے وقت آپ کو پہلے وہ کام خود کر کے دکھانا ہوتا ہے۔اس کو ایڈوانس کمانڈو کورس کہتے ہیں۔اس کے بعد انہوں نے مجھے جمپ سکول میں بطور کیپٹن لگا دیا۔اس میں پیراشوٹ کے ذریعے جمپ سکھاتے ہیں۔آرمی کے انسٹی ٹیوشن میں اتنے چھوٹے رینک کا آفیسر نہیں لگایا جاتا مگر مجھے یہ ذمّہ داری سونپی گئی۔

اس میں ہوائی جہاز سے پیراشوٹر چھلانگ لگاتے ہیں۔ یہ ٹریننگ بہت مشکل ہوتی ہے۔ اس میں تو بڑا چوکس رہنا پڑتا ہے، کہیں کسی قسم کا حادثہ نہ ہو جائے۔ اس میں ایک نارمل جمپ ہوتا ہے جس میں آپ جب جہاز سے چھلانگ لگاتے ہیں تو پیراشوٹ خود بخود کھلنا شروع ہو جاتا ہے، اس میں پیراشوٹ جہاز کے اندر رسی کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس کو اینکر لائن کیبل کہتے ہیں، وہ جس دھاگے سے باندھا ہوتا ہے اس کے ٹوٹنے کی قوت 80 پونڈ ہوتی ہے۔ اس لیے اس دھاگے کا نام 80 پونڈ ہے۔ اگر بندے کا وزن دھاگے کی قوت یعنی 80 پونڈ سے زیادہ ہوگا تو وہ ٹوٹے گا ورنہ وہ شخص ہوا میں لٹک جائے گا۔ اس لیے ہمیں ہلکے پھلکے آفیسرز کی کافی فکر ہوتی تھی۔ ان کے لیے ہم ایک کی بجائے دو ناٹ ڈالتے تھے۔ بھاری آفیسر کیلئے مشکل نہیں ہوتا وہ جیسے ہی جہاز کے باہر نکلے گا، دھاگہ ٹوٹ جائے گا۔ دوسرے جمپ کو فری فال کہتے ہیں۔ اس میں جہاز سے جب پیراشوٹر نکلتا ہے تو وہ ہوا میں اپنی پوزیشن لیتے ہوئے نیچے کی طرف آتا ہے، اس کا پیراشوٹ اس کی کمر پر بندھا ہوتا ہے۔ جب وہ زمین کے قریب پہنچتا ہے تب وہ اپنا پیراشوٹ کھولتا ہے اس کے بعد وہ لینڈ کرتا ہے۔ فری فال جمپ میں بندہ 120 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نیچے آ رہا ہوتا ہے اس کو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ہوا کے کشن پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کے سامنے سٹاپ واچ اور الٹا میٹر لگا ہوتا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ کتنا فاصلہ رہ گیا اور کتنا وقت گزر چکا ہے۔ پیراشوٹر نے آنکھوں پر خاص قسم کی عینک لگائی ہوتی ہے۔ پھر اس نے ایک ٹوپی پہنی ہوتی ہے جو ہوتی تو سٹیل کی مگر اس پر ربڑ چڑھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک گیس سلنڈر بھی ساتھ ہوتا ہے کیونکہ بہت اونچی سطح سے جمپ کیا جاتا ہے تو وہاں آکسیجن کی کمی ہوتی ہے۔

سوال: آپ کی ساری ٹریننگ پاکستان میں ہوئی؟

کرنل امام: جنوری 1974ء کو مجھے سپیشل فورسز کی ٹریننگ لینے امریکہ بھیج دیا گیا۔ اس میں مختلف قسم کے کورسز ہوتے ہیں جس میں نیوی گیشن، کمپاس اور ستاروں کی مدد سے چلنا تاکہ آپ کی ڈائریکشن ٹھیک رہے اور آپ سڑک کا راستہ استعمال کیے بغیر اپنی منزل تک

پہنچ جائیں۔ کیونکہ جب کمانڈوز کسی مشن پر جاتے ہیں تو وہ سڑکوں پر نہیں چلتے۔ ان کو لوگوں سے بچ کر جانا پڑتا ہے کسی غیر ملک میں ان کو اپنی سمت بھی رکھنی پڑتی ہے۔ یہ بھی ایک آرٹ ہے۔ میں نے امریکن سپیشل فورسز کے ساتھ تربیت حاصل کی جو آج کل افغانستان میں آئے ہوئے ہیں۔ میں نے سب سے زیادہ کام تخریب کاری اور سبوتاژ میں کیا۔ اس کے بعد میں نے 82 سیکنڈ ائیر بورن ڈویژن میں پیرا ٹریننگ حاصل کی جس کو ایڈوانس پیرا ٹریننگ یا ماسٹر پیراشوٹسٹ کہتے ہیں۔ 82 سیکنڈ ائیر بورن ڈویژن امریکن آرمی کا مشہور ڈویژن ہے جو تقریباً ایک کور کے برابر ہے۔ اس ٹریننگ کے بعد آدمی جمپ ماسٹر بن جاتا اور لوگوں کو جمپ کرانے کی ٹریننگ دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس میں امریکی فوجیوں کے ساتھ میرا کافی تجربہ تھا۔

1974ء کے آخر میں، میں پاکستان آیا تو افغانستان میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ 1973ء میں سردار داؤد نے افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا تھا اور بادشاہت کو ختم کر کے وہاں پر صدارتی حکومت قائم کر دی حالانکہ سردار داؤد، افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کے بہنوئی تھے۔ سوویت یونین نے سردار داؤد سے فوری رابطہ کیا کہ آپ نے بڑا اچھا کام کیا۔ ہم آپ کی پوری مدد کریں گے۔ آپ کے لوگوں کو ٹریننگ دیں گے۔ افغانی فوج اور بیوروکریسی کو کافی پیش کش ہونے لگیں۔ انہوں نے ماسکو میں جا کر ٹریننگ لی اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ کیمونزم کے جراثیم بھی لے آئے۔ کئی لوگ سوویت یونین کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ کیمونزم اچھا سسٹم ہے اور یہ ہمارے ملک میں ہونا چاہئے۔ اس کا علم جب پکے مسلمان افغان باشندوں کو ہوا جس میں پٹھان ہی نہیں بلکہ تاجک، ازبک بھی تھے۔ یہ لوگ کیمونزم کے خلاف ہو گئے کہ ہمارا ملک مسلمانوں کا ہے یہاں کیمونزم نہیں ہونا چاہئے۔ سب سے پہلے یونیورسٹی کے پروفیسرز اور سٹوڈنٹس نے احتجاج کیا۔ جب احتجاج بڑھ گیا تو یونیورسٹی کو بند کر دیا گیا۔ کابل کے لوگ بالکل مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو رہے تھے۔ کابل یونیورسٹی کی لڑکیاں بغیر دوپٹہ کے یونیورسٹی آ جا رہی تھیں۔ پٹھان

معاشرے میں اس چیز کو پسند نہیں کیا جاتا۔ حکمت یار اور احمد شاہ مسعود اس چیز کے بڑے خلاف تھے۔ اس وقت یہ دونوں بھی کالج، یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ حکمت یار تیزاب کی بوتل لاتا اور آزاد خیال لڑکیوں پر پھینک دیتا تھا۔ احمد شاہ مسعود بھی ایسے کرتا تھا۔ پہلے وہ ان لڑکیوں کو سمجھاتے تھے۔ بہن ایسے مت کرو۔ جب وہ باز نہیں آتی تھیں تب ان پر تیزاب پھینک دیتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ پٹھانوں کے لباس میں گھر سے باہر نکلیں یعنی لمبی قمیض اور جسم ڈھانپا ہوا ہو۔ اصل میں عورت کو 'عورت کیوں کہتے ہیں؟ عورت عربی لفظ ہے جس کا مطلب ڈھکا ہوا۔ اس لیے عورت کی شرم وحیا ڈھکی ہو۔ مرد کا ایک چوتھائی جسم بھی عورت ہے یعنی گھٹنوں سے ناف تک' مردوں کا وہ حصہ ڈھکا نہ ہونا گناہ ہے۔ اگر مرد کے پاس کپڑے نہیں ہیں، مگر وہ حصہ ڈھکا ہوا ہے تو وہ نماز پڑھ سکتا ہے اس کی نماز ہو جائے گی لیکن عورت کیلئے مکمل ڈھکا ہونا چاہئے صرف چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ننگے ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کا سر ننگا ہے اس کے بازو نظر آ رہے ہیں تو وہ عورت نہیں ہے۔ اس کو ''فی میل'' کہہ سکتے ہیں۔ وہ لوگ اس چیز کو سمجھتے تھے جبکہ ہمارے لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ اسی لئے ہم اپنی لائن سے ٹوٹتے جا رہے ہیں اور کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ جب آپ اپنی ثقافت کو کچلیں گے تو آپ کی قومیت میں کمزوری آ جائے گی۔ ہم ایسا کر رہے ہیں مگر وہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کو روکا، لیکن سردار داؤد نے ان کو سختی سے منع کیا۔ کچھ کو پکڑا' کچھ پر فائرنگ کی، تو وہاں پر پروفیسر عبدالرب رسول سیاف (جو استاد سیاف کے نام سے مشہور تھے۔ وہ سٹوڈنٹس کی حمایت کر رہے تھے) کو قید کر دیا گیا۔ پروفیسر برہان الدین ربانی جو استاد ربانی کے نام سے مشہور تھے۔ وہ بھاگ کر پاکستان آ گئے۔ مولوی محمد یونس بھی بھاگ کر پاکستان آ گئے۔ کچھ سٹوڈنٹس بھی پہاڑوں میں چھپ گئے پھر وہ بھی پاکستان آ گئے۔

یہ سب 1974ء کے آخر میں ہوا۔ ان دنوں پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی۔ وہ پاکستان میں آ کر بھی ڈر رہے تھے کہ پاکستان کی حکومت کو پتہ چلا تو پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ وہاں سے تو وہ قید ہونے کے ڈر سے آئے تھے۔ یہ لوگ

پشاور میں تھے اور حکومت کو پتہ چل گیا۔ ان دنوں پشاور میں ایف سی کا ایک شعبہ ہوتا تھا یعنی فرنٹیئر کانسٹیبلری جو بارڈر کا دفاع کرتے ہیں ان کو پیرا ملٹری فورس کہتے ہیں۔ وہ بھی فوجی ہی ہوتے ہیں لیکن فوج سے ذرا کمتر ہوتے ہیں۔ یہ شعبہ پولیس اور فوج کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے سربراہ بریگیڈیئر نصیر اللہ بابر تھے۔ انہوں نے بھٹو کو بتایا کہ یہ لوگ افغانستان سے ادھر آ گئے ہیں۔ بھٹو نے کہا ''آپ ان کو منظم کریں۔ اگر سوویت یونین افغانستان میں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے تو آگے بھی آئے گا۔ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے تاکہ یہ افغانی سوویت یونین کو اُدھر ہی روکیں''۔ میں اس وقت امریکہ سے کورس کرنے کے بعد پشاور کے جمپ سکول میں کمانڈنٹ تھا۔ بریگیڈیئر نصیر اللہ بابر نے ان افغان باشندوں کو اکٹھا کیا۔ پٹھانوں کو اکٹھا کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اس کام کیلئے ان کو کئی مہینے لگے۔ انہوں نے ان افغانیوں کی پارٹی بنا دی۔ استاد ربانی اس پارٹی کے انچارج بن گئے اور باقی لوگ ممبر بن گئے۔ سارے پڑھے لکھے تھے۔ جب پارٹی بن گئی تو افغانی لڑکوں نے کہا ''آپ ہمیں ٹریننگ دیں تاکہ جو ہمارے خلاف ہیں' جنہوں نے ہم پر فائرنگ کی اور ہمیں مار بھگایا ہے ہم اس فوج کا مقابلہ کریں''۔ یہ سردار داؤد کی فوج تھی جس نے ان بھگایا تھا۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو بریگیڈیئر نصر اللہ بابر نے بتایا کہ ان لوگوں کو ٹریننگ دینی چاہئے۔ بھٹو نے فوج کو بتایا اور کہا کوئی بندہ دو جو انہیں ٹریننگ دے کیونکہ وہ عام طرح کی فوجی ٹریننگ نہیں تھی۔ وہ گوریلا وار ٹریننگ تھی اس لیے فوج نے ایس ایس جی کو بتایا۔ چراٹ، ایس ایس جی کا ہیڈکوارٹر ہے۔ چراٹ میں ہمارے کمانڈر بریگیڈیئر غلام محمد تھے۔ انہوں نے بتایا ہمارا جو آفیسر پشاور جمپ سکول میں ہے وہ یہ کام جانتا ہے، آپ خاموشی سے جا کر اس سے رابطہ کریں وہ یہ کام کرے گا۔ میں اس وقت میجر تھا مجھے خفیہ ایجنسی کی طرف سے ٹیلی فون آیا۔ ''جی آپ کو پیغام مل گیا'' میں نے کہا آپ کون ہیں، انہوں نے کہا آپ اس بات کو چھوڑیں آپ اس طرح کریں، گھر آ جائیں وردی اتار دیں۔ سول کپڑے پہنیں۔ جیپ واپس بھیج دیں اور ایک ویگن آئے گی۔ اس میں آپ بیٹھیں۔ یہ گاڑی آپ کو اُدھر لے جائے گی جدھر جانے

کے لیے آپ کے کمانڈر نے آپ کو بتایا ہے۔اس کے علاوہ کوئی فالتو بات نہیں کی۔ یہ آئی ایس آئی کا آفیسر تھا۔ جو بعد میں بریگیڈیئر بنے ان کا نام بریگیڈیئر اسلم بودلہ تھا۔ میں گاڑی میں بیٹھا چلا گیا، وہ مجھے ایک آفیسر کے پاس لے گئے۔ میں نے شرٹ اور پتلون پہن رکھی تھی۔اس وقت میری ڈاڑھی نہیں تھی۔ میں نے بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ آفیسر میجر آفتاب شیر پاؤ تھے۔وہ مجھے جانتے تھے۔انہوں نے مجھ سے فالتو بات نہیں کی۔انہوں نے میرے ساتھ ہاتھ ملایا‘ اٹھے اور مجھے سیدھے بریگیڈیئر نصیر اللہ بابر کے پاس لے گئے۔ بابر صاحب نے مجھے بٹھایا، چائے پلائی اور کہنے لگے ”آپ کو پیغام مل گیا۔“ میں نے جواباً کہا ”جی مل گیا۔“ پھر وہ کہنے لگے ”چلو میرے ساتھ۔“ وہ مجھے ایک آڈیٹوریم میں لے گئے وہاں پر میں نے عجیب سی مخلوق دیکھی۔ میں بڑا حیران ہوا۔ 30,35 لوگ تھے۔نہایت ہی خوبصورت تھے۔ان کی آنکھیں نیلی اور بھوری تھیں۔ان کی ڈاڑھیوں کے بال ایسے تھے جیسے ریشم کی اون ہوتی ہے، وہ بھورے رنگ کے تھے۔ان میں کئی کی ڈاڑھیاں تو ابھی نکل رہی تھیں اور کئی کی ابھی ڈاڑھی بھی نہیں تھیں لیکن سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ وہ جس طریقے سے مجھے دیکھ رہے تھے مجھے یوں لگا جیسے ان کی آنکھیں میرے جسم کے اندر سے پار ہو رہی ہوں۔سب کے سر ڈھکے ہوئے تھے کسی کے سر پر چترالی ٹوپی تھی، کسی نے پگڑی باندھی ہوئی تھی۔وہ مجھے بڑے عجیب لگے۔خیر میں سمجھ گیا یہ افغانی ہیں۔ میں نے ان سے پشتو میں کہا ”میری پشتو اتنی اچھی نہیں ہے۔ میں اردو میں بات کروں یا انگریزی میں۔“ انہوں نے کہا ”انگریزی میں۔“ میں نے کہا ”انگریزی کا ترجمان ہے“ تو انہوں نے جواب دیا ”ہاں ہے۔“ اس کے بعد ایک نہایت خوبصورت لڑکا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ بڑی اچھی انگریزی بولتا تھا۔ میں نے ان کی ٹریننگ شروع کر دی۔ وہ ترجمان کئی دن آتا جاتا رہا۔ پھر میں ان کو پہاڑوں میں لے گیا ان کو سکھایا کہ کس طرح سے دھماکہ کیا جاتا ہے۔انہوں نے سیکھا۔ان کی ٹریننگ خاموشی سے ختم ہوگئی۔
پاکستان میں مجاہدین کی تربیت کا کام بڑا خفیہ ہو رہا تھا۔نہ سوویت یونین اور نہ ہی امریکہ کو

پتہ تھا۔ہم سب کچھ سرعام نہیں کر سکتے تھے کیونکہ غریب ملک تھا۔اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ ان لوگوں کو پتہ چلے کہ پاکستان اتنا بڑا پنگا لے رہا ہے۔

سوال : آپ نے ان کو کتنا عرصہ ٹریننگ دی؟

کرنل امام: وہ قوم بڑی تیز ہے۔ بڑی جلدی سیکھ جاتی ہے۔ میں نے ان کی دو ہفتے ٹریننگ کی۔خیر میرا کام تو تھوڑا سا تھا، باقی بریگیڈیئر نصیر اللہ بابر کا کام تھا۔انہوں نے کئی ماہ تک ان کی ٹریننگ کی۔ یہ بات کسی کو نہیں پتہ کہ بریگیڈیئر نصیر اللہ بابر ایک جہادی لیڈر تھے۔میں دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کام جنرل نصیر اللہ بابر نے شروع کیا تھا۔ایک کورس کے بعد خاموشی ہو جاتی تھی۔ تین ماہ کے بعد چند لوگ اور آتے تھے۔پھر ان کی ٹریننگ ہو جاتی تھی۔ پھر تین ماہ کے بعد کچھ اور لوگ آتے ان کی ٹریننگ ہو جاتی تھی۔

سوال : کیا یہ کہہ سکتے ہیں۔افغان جہادیوں کی آپ نے سب سے پہلے ٹریننگ کی؟

کرنل امام: جی ہاں بالکل۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت مجاہدین کی تربیت کا سنجیدگی سے سوچا جب حیات شیر پاؤ کو افغانیوں نے بم دھماکے میں مار دیا تھا۔
حیات شیر پاؤ‘ آفتاب شیر پاؤ کے بڑے بھائی تھے۔وہ تقریر کرتے مارے گئے تھے۔اس کے بعد بھٹو نے یہ کام شروع کروایا تھا۔

سوال :ان کو کس نے مارا؟

کرنل امام: شک یہی تھا کہ ان کو سوویت یونین کے ٹرینڈ افغانی کمیونسٹوں نے مارا۔
اسی وجہ سے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے جو افغانی پاکستان آتے تھے ان کو تیار کیا کہ ان کو جا کر روکیں کہ ہمارے ملک میں تخریب کاری نہ کریں۔ پاکستان میں ٹریننگ لینے سول لوگ اور سٹوڈنٹس بھی آتے تھے۔فوجی بھگوڑے بھی آئے۔ ان کی ٹریننگ ہوتی رہی پھر یہ پروگرام میرے بڑے ڈیپارٹمنٹ کے پاس پہنچ گیا۔

سوال : آپ نے کتنے لوگوں کی ٹریننگ کی؟

کرنل امام: اس وقت میں نے تقریباً ڈیڑھ سو افغانیوں کی ٹریننگ کی ہوگی۔

سوال: ٹریننگ لینے والوں میں جو بعد میں نمایاں ہوئے وہ کون تھے؟

کرنل امام: ان میں حکمت یار، احمد شاہ مسعود، دین محمد (جو آجکل افغانستان کے ایک صوبے کے گورنر ہیں) اور انجینئر عمر ہیں۔ اسی طرح کے بہت سے لوگ ہیں کچھ شہید بھی ہو گئے ہیں۔

سوال: یہ پروگرام کب تک چلا؟

کرنل امام: جب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا تخت الٹ گیا اور حکومت تبدیل ہوئی تو یہ پروگرام بند کر دیا گیا اور آفیسرز کو کہا گیا کہ اپنی اپنی یونٹوں میں واپس چلے جائیں۔ کسی سے بات نہیں کرنی، اس پروگرام کو خفیہ رکھنا ہے۔ پھر ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو پھانسی دے دی گئی۔

☆☆☆☆☆

سوویت یونین کو شکست دینے کے بعد افغان مجاہدین روسی ٹینک پر سوار فتح کا جشن مناتے ہوئے

کرنل امام جنرل ضیاء الحق کے ساتھ محو گفتگو

کرنل امام اپنے بڑے بیٹے نعمان کو گود میں اُٹھائے

باب نمبر 2

☆ جہاد افغانستان میں فتح کا ذائقہ چکھا

☆ افغان مجاہدین نے سوویت یونین کو تو مار بھگایا مگر دس سالوں میں پندرہ لاکھ افغانی شہید ہوئے

☆ جرمن نے دیوار برلن کا ٹکرا مجھے تحفے میں دیا

☆ ہم نے دس سالوں میں 95 ہزار افغانیوں کو تربیت دی

☆ جہاد افغانستان میں سوویت یونین کے 35 ہزار فوجی مارے گئے

☆ صدر ریگن نے جنرل ضیاء الحق سے کہا ''افغان مہاجرین کی امداد کے لئے مانگو جو مانگتے ہو''

☆ نور محمد ترہ کئی کو حفیظ اللہ امین نے مارا

☆ جہاد افغانستان میں امریکہ کے تقریباً 5 ارب ڈالر دس سالوں میں خرچ ہوئے تھے

☆ افغانستان بڑی بڑی ایمپائرز کی قبر ہے

☆ جنرل ضیاء الحق نے صدر کارٹر سے کہا ''40 ملین ڈالر کی امداد مونگ پھلی کی ایک مٹھی کے برابر ہے اسے اپنے پاس ہی رکھیں''

جہاد افغانستان میں جنرل ضیاالحق اور سعودی عرب کا کردار

سوال: اس کے بعد کیا ہوا کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی پھانسی کے بعد میں تو افغانستان کے حالات بدلے؟

کرنل امام: افغانستان میں بہت تبدیلیاں آرہی تھیں۔ سوویت یونین کے حمایتیوں نے سردار داؤد کو فیملی سمیت مار دیا اور نور محمد ترکئی نے قبضہ کرلیا۔ یہ کمیونسٹ تھا۔ پھر محمد ترکئی کو حفیظ اللہ امین نے مار دیا۔ وہ بھی کمیونسٹ تھا اور سوویت یونین کا حمایتی تھا۔ حفیظ اللہ امین افغانستان کے صدر بن گئے وہ پروفیسر عبدالرب رسول سیاف کا رشتے دار تھے۔ انہوں نے پروفیسر سیاف کو آزاد کردیا وہ عرب ممالک میں چلے گئے۔ پروفیسر سیاف وہاں سے گھومتے گھماتے پاکستان پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی اپنی پارٹی بنائی۔ پھر دسمبر 1979ء میں سوویت یونین کی فوجوں نے حفیظ اللہ امین کو ہٹا کر کابل پر قبضہ کرلیا اور افغانی ببرک کارمل کو صدر بنا دیا اور حفیظ اللہ امین کو مار دیا۔

اس وقت پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق تھے۔ ان کو فکر ہوئی کیونکہ افغانستان کے لوگ اپنا علاقہ چھوڑ کر پاکستان آنے لگے تھے۔ افغان مہاجرین بن کر فیملی سمیت پاکستان آگئے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی عورتیں بچے اور بوڑھے یہاں رہیں گے، وہ واپس افغانستان جائیں گے اور سوویت یونین کے خلاف جنگ کریں گے۔ وہ بڑے غریب لوگ تھے۔ وہ اپنی گائے، بھینس، بکری بیچتے تھے اور درہ آدم خیل سے ایک رائفل خریدتے تھے۔ ہم ان کو ٹریننگ دیتے تھے اور وہ چلے جاتے تھے۔ امریکہ ڈر گیا کہ سوویت یونین پاکستان پر بھی قبضہ کرلے گا۔ اس کو روکنا بڑا مشکل ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو منع کیا کہ وہ زیادہ دخل اندازی نہ کرے۔ کوشش کرے سوویت یونین افغانستان تک ہی رہے لیکن اس وقت صدر

جنرل ضیاء الحق نے کہا ''نہیں یہ مسلمان قوم ہے۔ ہمارے بھائی ہیں ہم ان کی مدد کریں گے''۔اس وقت امریکہ میں کارٹر کی حکومت تھی۔امریکہ کے صدر کارٹر نے بڑی مشکل سے کہا'' میں آپ کو تھوڑی سی امداد دے سکتا ہوں ۔ میں 40 ملین ڈالر مہاجرین کیلئے دیتا ہوں ۔'' وہ مونگ پھلی کا تاجر بھی تھا۔صدر جنرل ضیاء الحق نے امریکی صدر کارٹر کو کہا'' یہ امداد تو مونگ پھلی کی ایک مٹھی کے برابر ہے۔ یہ آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ہم بھوکے رہیں گے لیکن ان کی مدد کریں گے''۔ 1982ء میں صدر کارٹر کی حکومت تبدیل ہوگئی اور امریکہ کے صدر ریگن بن گئے یعنی ری پبلکن حکومت میں آ گئے۔کارٹر امریکی ڈیموکریٹ پارٹی کے تھے۔صدر ریگن نے صدر جنرل ضیاء الحق سے کہا'' ہم افغان مہاجرین کی مدد کریں گے مانگیں جو کچھ مانگنا ہے''۔ پھر دنیا بھر سے ہتھیار ہمارے پاس آنا شروع ہو گئے۔کلاشنکوف اور راکٹ لانچر آ گئے۔ اس وقت لیفٹیننٹ کرنل تھا۔ ہماری ایک ٹیم بن گئی میرے ساتھ اور بھی آفیسرز تھے۔ہمیں کہا گیا کہ آپ افغان مجاہدین کو ٹریننگ دیں۔ ہم نے ان کی لگاتار ٹریننگ کی۔ ہم نے دس سال ان کو ٹریننگ دی اور ان کو واپس افغانستان بھیجا۔ ہم بھی ان کے ساتھ جاتے تھے۔ہتھیار کی ٹریننگ پندرہ دن ہوتی تھی اور ٹریننگ کے بعد افغانی واپس افغانستان چلے جاتے تھے۔ ہم ان کو افغانستان مشن اور خرچہ دے کر پاکستان آ جاتے تھے۔ وہ اپنا کام کر کے واپس آ کر بتاتے تھے کہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ پھر ہم ان کو ایڈوانس ٹریننگ دیتے کہ اب آپ کو یہ کام کرنا ہے۔ یہ کام دن رات ہوتا تھا۔ ہم اپنی فیملی کو بھول چکے تھے۔ میں نے دس سالوں میں صرف دو چھٹیاں کی تھیں۔

سوال : آپ کہاں پر ڈیوٹی کر رہے تھے؟

کرنل امام: میری ڈیوٹی کوئٹہ سے پشاور تک بارڈر کے اوپر تھی۔ افغانستان میں بھی جاتا تھا کیونکہ روس سے جہاد کرنے والے باقاعدہ فوجی تو نہیں تھے۔ وہ سویلین لوگ تھے۔ ان کو افغانستان بھی جا کر سمجھاتے تھے کہ کام ا کرنا ہے۔ جو اچھا کام کرتا اس کی ہم زیادہ

مدد کرتے تھے۔اس طرح تقریباً دس سالوں میں ہم نے 95 ہزار لوگوں کو ٹریننگ دی۔ دو سو آدمیوں کا گروپ آتا تھا۔ دس پندرہ دن ٹریننگ لیتا اور چلا جاتا تھا۔ ہم نے پانچ چھ کیمپ بنائے تھے۔ وہ بہت ہی خفیہ کیمپ تھے کسی کو بھی ان کیمپ کے بارے میں پتہ نہیں تھا۔ ان لوگوں نے سوویت یونین کو تو مار بھگایا مگر اس کی قیمت ان کو یہ ادا کرنا پڑی کہ دس سالوں میں پندرہ لاکھ افغانی شہید ہوئے۔ سوویت یونین کی معیشت تباہ ہوگئی، سوویت یونین کے 35 ہزار فوجی مارے گئے۔ سوویت یونین اس چیز کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ افغانستان سے نکل رہا ہے۔ جونہی وہ نکلا سوویت یونین ٹوٹ گیا۔ اس وقت اس کے 16 ملک بن گئے۔ ازبکستان، تاجکستان، قرغستان، قزاقستان، ترکمانستان ایسٹونیا اور لٹویا وغیرہ یہ سب آزاد ہو گئے۔ میں بڑا حیران ہوا۔ جس دن سوویت یونین ٹوٹا' روسی فوج نے افغانستان خالی کر دیا لیکن جرمن جاگ اٹھے۔ انہوں نے دیوار برلن توڑ دی۔ جب دیوار برلن توڑی' میں تو مصروف تھا۔ مجھے تو جہاد افغانستان کے دنوں میں اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں ہوتا تھا، جب میں افغانستان سے واپس آتا تھا تو میرے کپڑے پھٹے ہوتے تھے۔ دو، دو ہفتے نہا نہیں پاتا تھا۔ نالوں اور دریاؤں سے وضو کیا، پانی پیا، مجاہدین کے ساتھ رہا۔ کبھی روٹی' کبھی نان چادر میں باندھی ہوتی تھی۔ سوکھی روٹی کھاتا تھا۔ میرے لیے حکم یہ ہوتا تھا اب میں افغانستان سے واپس آؤں تو سیدھا جنرل صاحب سے ملوں۔

سوال: کون سے جنرل تھے؟

کرنل امام: جنرل اختر عبدالرحمن، ان سے بات چیت کر کے پھر اپنی فیملی کو جا کر ملتا تھا۔ میں افغانستان سے پندرہ بیس دن کے بعد واپس وطن آتا تھا۔ روس کے چلے جانے کے بعد افغانستان سے واپس آیا تو دیوار برلن ٹوٹنے کے ساتویں دن مجھے ایک تحفہ ملا۔ آئی ایس آئی والوں نے کہا کہ دیوار برلن کا یہ ٹکڑا جرمن نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ یہ ٹکڑا سیمنٹ اور بجری کا تھا۔ اس ٹکڑے کے نیچے لکھا ہوا تھا کہ ''یہ اس آدمی کو جس نے اس دیوار کو توڑنے میں پہلا دھکا دیا''۔ یہ بہت بڑی فتح تھی۔ میں نے پہلی بار زندگی میں فتح کا ذائقہ

چکھا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ اپنے ملک میں شاید میں فتح کا ذائقہ کبھی نہیں چکھ سکوں گا۔ ہماری دشمن سے دولڑائیاں ہوئیں مگر ہم نے فتح نہیں چکھی۔ فتح کا ذائقہ میں نے جہادافغانستان میں سوویت یونین کوشکست دے کر چکھا ہے۔ فتح کا ذائقہ بڑا عجیب قسم کا ہوتا ہے۔ ساری دنیاخوش تھی۔ میں افغانستان میں جدھر جاتا تھالوگ میرے ہاتھ چومتے تھے۔ کوئی فکر ہی نہیں تھی کہ خودکش بمبار آ جائے گا۔ پورے افغانستان میں گھومتا تھا، وہاں مجھے گھومنے پھرنے کی کھلی چھٹی تھی۔ پہاڑوں پر جاتا تھا، سڑکوں پر اپنی گاڑی میں گھومتا تھا، لوگوں سے ملتا تھا، ہر گاؤں اور ہر شہر میں میرے سٹوڈنٹس تھے۔ ہر کوئی یہی تقاضا کرتا آج رات میرے ہاں گزاریں۔ بڑی مشکل ہوتی تھی۔ کہیں بھی جارہا ہوتا تھا افغانیوں کی دو دو سو گاڑیاں میرے ساتھ چل رہی ہوتی تھیں۔

سوال: سعودی عرب نے اس جنگ میں کتنی مدد کی؟

کرنل امام: سعودی عرب نے امریکہ کے ذریعے افغانستان کی جنگ میں مدد کی تھی۔ امریکہ کا تقریباً 5 ارب ڈالران دس سالوں میں خرچ ہوا تھا۔ اس میں 30 فیصد حصہ سعودی عرب کا تھا لیکن ابھی امریکہ کا ہر سال ایک سوبلین ڈالر خرچ ہو رہا ہے اور آٹھ سال ہو چکے ہیں، امریکہ کو شکست ہو رہی ہے۔ اس وقت آئی ایس آئی نے امریکہ سے کہا تھا کہ انہوں نے افغانستان کی جنگ کے معاملے میں دخل اندازی نہیں کرنی، تب ہم کام کریں گے، آپ صرف دور سے دیکھیں گے۔ امریکہ یہ بات مان گیا اس وقت ان دس سالوں میں امریکہ کا صرف 5 بلین ڈالر خرچ ہوا اور ان کا ایک بندہ نہیں مرا' ایک بندہ زخمی نہیں ہوا اور امریکہ کو فتح ہوئی اور وہ اکیلا سپر پاور بن گیا۔ سوویت یونین ختم ہو گیا اور امریکہ کا دماغ خراب ہو گیا۔

امریکہ بھی چاہتا تھا کہ وہ پوری دنیا پر حکومت کرے۔ وہ پوری دنیا کا ایک وزیراعظم بنائے۔ جس طرح رچرڈ ہالبروک کو جنوبی ایشیا کا وزیراعظم یعنی وائسرائے بنا دیا گیا۔ وہ ہمیں آ کر ڈکٹیٹ کرتا ہے۔ (یہ انٹرویو اس وقت کیا گیا تھا جب رچرڈ ہالبروک امریکی صدر

کے خصوصی نمائندہ برائے جنوبی ایشیا تھے) امریکہ نے غلطی کی' اس نے یہ سوچا کہ میں سپر پاور ہوں اور پوری دنیا کے اوپر میرا حکم چلے گا۔ وہ ایک بہانہ بنا کر افغانستان میں آ گیا۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے افغانستان کو اپنا نشانہ بنایا۔ امریکہ نے یہ سوچ کر حملہ کیا کہ یہ چھوٹا سا غریب ملک ہے جبکہ افغانستان تو بڑی بڑی ایمپائرز کی قبر ہے۔ بڑی بڑی ایمپائر نے یہاں حملے کیے ہیں لیکن وہ اُدھر ہی رہ گئے واپس نہیں جا سکے۔ امریکہ نے بھی وہی غلطی کی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا' امریکہ کی معیشت تباہ ہو گئی ہے۔ امریکہ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ امریکہ ہمیں دلاسہ دے رہا ہے جس طرح آجکل ملاّ کی شکل میں چور بدمعاش چھوٹے بچوں کو ورغلا کے خودکش بمبار بنا رہے ہیں۔ اسی طرح امریکہ خود تو افغانستان میں کامیاب نہیں ہو سکا مگر ہماری قوم اور حکمرانوں کو ورغلا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

نائن الیون کے موقع پر امریکہ کا 2001 ڈالر کا یادگار کرنسی نوٹ

باب نمبر 3

☆نائن الیون کے واقعے کے وقت ملاّ عمر اور اسامہ بن لادن افغانستان کے پہاڑوں میں چھپے بیٹھے تھے

☆نائن الیون امریکہ کی ملی بھگت ہے

☆اسامہ نے ایسی سرنگیں بنائیں کہ اسلحہ سمیت گاڑیاں ان میں چلی جاتی تھیں

☆افغانی مالِ غنیمت پر آپس میں جھگڑتے ہیں

☆امریکہ ملاّ عمر کی اسلامی حکومت کے خلاف تھا

☆امریکہ کے دباؤ پر سوڈان کی حکومت نے اسامہ کو اپنے ملک سے نکلنے کو کہا

☆روسی خفیہ ایجنسی کے جی بی نے بمباری کر کے پروفیسر عبداللہ عزام کو ان کے دو بچوں سمیت مار دیا تھا

نائن الیون اور اسامہ بن لادن

سوال: آپ نے کہا نائن الیون کا بہانا بنا کر امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا۔ آپ کے خیال میں نائن الیون کے واقعہ کا ذمّہ دار کون ہے؟

کرنل امام: نائن الیون کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ چار جہاز مختلف جگہوں سے اڑے۔ دو جہازوں نے ٹوئن ٹاور گرایا۔ ایک جہاز جا کر پینٹا گون میں لگا۔ وہاں پر آرمی ہیڈ کوارٹر تھا' ایک وائٹ ہاؤس کی طرف جا رہا تھا تو اس کو انہوں نے راستے میں گرا لیا۔ امریکہ کہتا ہے کہ ہائی جیکر مسلمان تھے۔ اور یہ کام مسلمانوں نے کیا ہے اور ان کا سربراہ اسامہ بن لادن ہے۔ اس نے افغانستان میں بیٹھ کر یہ سب کرایا، حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ اس وقت ملّا عمر اور اسامہ بن لادن تو افغانستان کے پہاڑوں میں رہ رہے تھے۔ امریکہ کے خلاف جنگ ہو رہی تھی۔ ان کے پاس کوئی ایسے وسائل نہیں تھے۔ وہاں پر کوئی کمپیوٹر یا اس طرح کی مشینری ہوتی تو وہ لوگوں کو ٹرینڈ کرتے۔ ان جہازوں نے وہاں کے سکیورٹی سسٹم کو ڈاج کیا۔ ان کے کمیونیکیشن سسٹم کو بلف کیا۔ امریکہ جیسی ایک سپر پاور کی وائرلیس کو پتہ ہی نہیں چلتا اور جہاز گزر جاتے ہیں۔ یہ امریکی بھی جانتے ہیں 19 آدمی مختلف جگہوں سے ان جہازوں میں بیٹھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کو مدد کرنے والے لوگ کون تھے؟ 19 آدمی جو جہازوں میں تھے وہ تو مارے گئے، باقی جو تقریباً ڈیڑھ سو آدمی مختلف جگہوں پر ان کی مدد کر رہے تھے وہ کدھر گئے۔ ان کے بارے میں امریکہ بھی خاموش ہے۔ امریکہ میں کچھ ایسے زون ہیں جن کو پروہبٹڈ زون کہتے ہیں۔ اس زون میں ہوائی جہاز نہیں جا سکتا۔ میں حیران ہوں وہ اس زون میں فلائی کرتے ہوئے اپنے ہدف پر پہنچ گئے۔ کسی نے انہیں نہیں روکا۔ ایک جگہ پر امریکی ایمبیسیڈر بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے پوچھا ''آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ افغانیوں نے کیا ہے۔ ان میں تو ایک افغانی' ایک پاکستانی اور

ایرانی نہیں تھا، یہ تو آپ خود مانتے ہیں۔ یہ لوگ امریکہ کے ہی پڑھے ہوئے ٹرینڈ تھے۔ جنہوں نے یہ سارا کام کیا ہے۔ امریکہ کے مقامی لوگوں نے ان کی مدد کی۔ ان کی مدد کے بغیر وہ اندر ہی نہیں جا سکتے تھے۔ مسلمان ہوں گے شاید وہ پیدا ہی امریکہ ہوئے ہوں اور ان کو گرین کارڈ ملا ہو۔۔ جہاں وہ باقی لوگ ابھی بھی چھپے ہوئے ہیں ان کو آپ کیوں نہیں پکڑتے۔'' امریکن قونصل جنرل کے پاس میری ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے کہا ''انہوں نے جو کام کیا ہے میں خود کہتا ہوں بہت گندا کام کیا ہے۔ میں اس کی مذمت کرتا ہوں۔ انہوں نے بے گناہ لوگوں کو مارا' ٹوئن ٹاور میں کوئی 5 ہزار لوگ مارے گئے۔ آپ سارے جانتے ہیں میرا یہ سبجیکٹ رہا ہے۔ میں اس طرح کے کام کرتا رہا ہوں۔ ایک پروفیشنل کے طور پر میں ان کو سلام کرتا ہوں۔ اگر انہوں نے یہ کام خود کیا ہے تو بالکل ٹھیک کیا' گھڑی کے مطابق اپنا کام مکمّل کیا اور آخری سرے تک پہنچا دیا۔ کیا یہ انہوں نے خود کیا ہے؟ ان کی مدد کرنے والے کون تھے؟ ان کی مدد کرنے والے تو امریکن تھے۔ خود تو وہ یہ کر ہی نہیں سکتے۔ وہ کون ہیں جنہوں نے ان کی مدد کی ہے۔ امریکی سفیر کے پاس میرے ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے امریکی سفیر سے کہا آپ کے امریکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ہر کام یہاں پر خود کرایا گیا اور بہانہ یہ بنایا گیا کہ ملّا عمر کی حکومت ختم کرو، یہ یہاں پر اسلامی حکومت بنا رہا ہے۔ اصل میں امریکہ ملّا عمر کی حکومت کے خلاف تھا۔ امریکہ نے ایسے ہی اسامہ بن لادن کا نام لگا دیا۔ اسامہ بن لادن تو چھپ کے غار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں اور اسامہ بن لادن تین سال اکٹھے رہے ہیں۔ جب اسامہ بن لادن افغانستان آئے' انہوں نے سوویت یونین کے خلاف بڑی اچھی جنگ کی، عربوں کو اکٹھا کیا اس وقت تو امریکہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اب امریکہ کو وہ دشمن نظر آنا شروع ہو گیا۔

سوال: اسامہ بن لادن کی بھی آپ نے ٹریننگ کی؟

کرنل امام: اسامہ بن لادن سول انجینئر تھے۔ وہ بہت امیر آدمی کے بیٹے تھے۔ افغانستان بڑے پیسے لے کر آئے تھے۔ یہاں پر آ کر لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ جہاد

افغانستان کے وقت اگر میں کسی کو گاڑی نہیں دے سکا تو وہ اسامہ کے پاس چلا گیا کہ کرنل امام نے کافی لوگوں کو گاڑیاں دے دی ہیں، ان کے پاس گاڑیاں ختم ہوگئی ہیں میرا نمبر نہیں آیا۔ تو اسامہ بن لادن اس کو گاڑی خرید دیتے۔ کسی کو ہتھیار چاہیئے وہ اس کا بندوبست کر دیتے تھے۔ ہمارے اوپر بمباری ہوتی تھی تو اسامہ نے سُرنگیں بنائیں، مشینری لگائی۔ اُن سُرنگوں میں ہماری گاڑیاں اسلحہ سمیت اندر چلی جاتی تھیں۔ پہاڑوں پر بمباری ہوتی رہتی تھی ہمیں فکر نہیں ہوتا تھا۔ ہم سڑکیں استعمال نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ روسی فوج ہوتی تھی۔ اسامہ نے پہاڑی علاقوں میں ایسے کچے راستے بنا دیے جہاں سے ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ گاڑیاں لے کر جاتے تھے۔ اسامہ بن لادن اس طرح کے تعمیری کام کیا کرتے تھے۔

سوال: اسامہ بن لادن نے عملی طور پر جہاد میں حصہ نہیں لیا؟

کرنل امام: نہیں، وہ مجاہدین کی مدد کرتے تھے۔ جب عرب مجاہدین جہاد افغانستان میں حصہ لینے آنا شروع ہوگئے تو مسئلہ یہ تھا کہ اتنے لوگوں کی مدد کون کرے۔ ہم تو ان لوگوں کی مدد نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ افغان مجاہدین نہیں تھے۔ ہمارا کام تو افغان مجاہدین کے ساتھ تھا۔ اسلام آباد میں عرب کے پروفیسر عبداللہ عزام تھے۔ ان کو عرب مجاہدین کی امداد کے لیے کہا گیا پھر انہوں نے عرب مجاہدین کی مدد کی ڈیوٹی سنبھالی۔ وہ بڑے مشہور پروفیسر تھے، پوری دنیا میں ان کا اثر و رسوخ تھا۔ وہ بیرون ملک لوگوں سے رابطہ کر کے ان سے پیسے منگواتے تھے۔ انہوں نے ''اسلامک انٹرنیشنل ریلیف'' آرگنائزیشن بنائی یہ تنظیم انڈر گراؤنڈ تھی۔ اس تنظیم کے لوگ خاموشی سے جاتے تھے اور لوگوں سے رابطہ کر کے پیسے لے آتے تھے۔ اس وقت امریکہ کو کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔

سوال: پروفیسر عبداللہ عزام سے رابطہ کس نے کیا تھا؟

کرنل امام: ان سے رابطہ عربوں نے کیا تھا۔ سعودی عرب سے عرب سٹوڈنٹس، پروفیسرز اور بڑے پڑھے لکھے لوگ جہاد افغانستان میں حصہ لینے آئے، انہوں نے آ کر

افغان مجاہدین کی مدد کی، امریکہ، چائنا، انڈیا، ایران، انڈونیشیا، ملائیشیا سے مسلمان آئے یعنی دنیا بھر سے مسلمان جہاد افغانستان کے لیے آئے۔ ان کی تعداد تقریباً چار ہزار کے قریب تھی۔ ان کی رہائش، کھانا پینا، مشینری خریدنے کا خرچ پروفیسر عبداللہ عزام کی تنظیم نے برداشت کیا۔ ہمارا تو ان کے ساتھ اس طرح کا تعلق نہیں تھا جو افغانیوں کے ساتھ تھا۔ پروفیسر عبداللہ عزام روسی خفیہ ایجنسی کے جی بی کا ٹارگٹ بن گئے، انہوں نے بم گرا کر ان کو ان کے دو بچوں سمیت مار دیا۔ اب عرب مجاہدین بیچارے یتیم ہوگئے تو وہ اسامہ بن لادن کے پاس گئے۔ انہوں نے اسامہ سے کہا ''پروفیسر کی جگہ خالی ہوگئی ہے، آپ ان کی جگہ لے لیں۔'' اسامہ نے جواب دیا ''میں تو فوجی نہیں ہوں، میں تو انجینئر ہوں۔'' عرب مجاہدین نے کہا ''آپ یہ کام کر سکتے ہیں'' ان کا کہنا تھا کہ پیسے کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ خیر اسامہ بن لادن بڑی بددلی سے پروفیسر عبداللہ عزام کی جگہ سنبھالنے پشاور آگئے۔ جب اسامہ نے دیکھا کہ سوویت یونین تو افغانستان سے چلا گیا مگر امریکہ فتح پانے کے بعد بہت مغرور ہوگیا ہے اور بڑی خرابی کر رہا ہے۔ اسامہ امریکہ سے خوش نہیں تھے۔ اسامہ نے افغانستان میں کمیونسٹ کے ساتھ جنگ کی اور افغان مجاہدین کی مدد بھی کی وہ کافی عرصہ افغانستان میں رہے۔ جب اسامہ افغانیوں سے بھی تھوڑا ناراض ہوئے تو سوڈان چلے گئے۔

سوال: وہ افغانیوں سے کیوں ناراض ہوئے؟

کرنل امام: جب سوویت یونین افغانستان سے چلا گیا تو افغانیوں نے آپس میں جھگڑے شروع کر دیے۔ افغانیوں کی عادت ہے یہ مال غنیمت پر بھی جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے حصے بانٹنے پر لڑ پڑتے ہیں۔ حکمت یار اور احمد شاہ مسعود نے ایک دوسرے کے خلاف جنگ شروع کر دی کہ کون افغانستان کا بادشاہ بنے گا۔ ان سے ناراض ہو کر اسامہ سوڈان چلے گئے تھے۔ امریکہ کا کہنا تھا کہ یہ بندہ (اسامہ) خطرناک ہے۔ امریکہ نے دباؤ ڈالا تو سوڈان حکومت نے اسامہ بن لادن سے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر

وہ واپس افغانستان آ گئے۔ جب اسامہ واپس افغانستان آئے تو اس وقت طالبان اُٹھ رہے تھے۔ طالبان خانہ جنگی سے تنگ تھے۔

☆☆☆☆

کمانڈر حسین الخلیل الحکیم ایک مخبر کے ہاتھ باندھ کر اس کی تصویر لیتے ہوئے

ایک غدار کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو گھسیٹ کر لے جایا جا رہا ہے

باب نمبر 4

☆ جنیوا اکارڈ پر جنرل ضیاالحق دستخط نہیں کرنا چاہتے تھے

☆ جنیوا اکارڈ کے بعد امریکہ پیچھے ہٹ گیا اور افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہوگئی

☆ احمد شاہ ابدالی اور محمود غزنوی کے فوجی بھی حملوں میں لوٹ مار کرتے تھے

☆ میں نے 1985ء میں ملّا عمر کو ٹریننگ دی تھی

☆ طالبان کا لیڈر بننے سے پہلے ملّا عمر استاد ربانی کے کمانڈر تھے

☆ 1988ء میں امریکی صدر بڑے بش نے مجھے تلوار تحفے میں دی

☆ امریکیوں کو یقین نہیں تھا کہ افغان اور روس کی جنگ ان کی زندگی میں ختم ہوجائے گی

☆ جنیوا اکارڈ پر دستخط کر کے ہم نے افغانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا

☆ سوویت یونین نے دس سال کے اندر ہی افغانوں سے ہار مان لی تھی

☆ امریکہ جہاد افغانستان میں سوویت یونین سے اپنی ہار کا بدلہ لینا چاہتا تھا

☆ ملّا عمر تین بار زخمی ہوئے اور ان کی دائیں آنکھ ضائع ہوئی

ڈر ابوالخیری ساتھیوں کے ہمراہ

یف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

القاعدہ کمانڈر ابو اللیث اللبی

طالبان کی تخلیق اور ملاّ عمر

سوال: کہا جاتا ہے طالبان کے تخلیق کار آپ ہیں۔ وہ داستان تو سنائیں۔ آپ نے اتنا بڑا جنّ کیسے پیدا کیا؟

کرنل امام ہمارا سوال سن کر کچھ سوچنے لگے۔ پھر ہمیں کہا عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، اس سوال کا جواب نماز ادا کرنے کے بعد دوں گا۔ پہلے میں نماز پڑھ لوں۔ جب کرنل امام نماز پڑھ کر واپس ڈرائنگ روم میں آئے تو دوبارہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے انہوں نے دیوار پر لگی تلواروں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ ''یہ جو تین تلواریں ہیں درمیان والی تلوار مجھے وائٹ ہاؤس نے 1988ء میں بھیجی تھی کہ آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اس وقت جنیوا اکارڈ سائن ہوا تھا۔ یہ تلوار مجھے امریکن صدر جارج ہربرٹ واکر بُش کی طرف سے آئی تھی۔ یہ جو نیچے والی تلوار ہے جب غزنی فتح ہوا مجھے افغان مجاہدین نے دی تھی۔ سب سے اوپر والی تلوار جب گردیز فتح ہوا تو یہ دُرانی سرداروں کی طرف سے مجھے تحفے میں ملی۔ ان کی بڑی خوبصورت تلواریں ہیں۔ میں ان کا بڑا احسان مند ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت ہی قیمتی چیز میرے حوالے کی جو ان کے خاندانوں میں رکھی ہوتی ہیں۔''

سوال: کرنل صاحب ہم نے آپ سے جو پہلے سوال کیا تھا اس کے بارے میں بتائیں آپ کو طالبان کا تخلیق کار کیوں کہا جاتا ہے؟

کرنل امام: میں بالکل آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ کو کسی سے اس بارے میں معلومات نہیں ملیں گی۔ کسی نے مجھ سے پوچھا آپ کی طالبان کے ساتھ کتنی قربت ہے۔ اس وقت سیمینار میں امریکن اور ایشین بھی موجود تھے۔ میں نے جواب دیا 'طالبان سے اتنی قربت ہے جب ہم ان کے مجاہدین چچا، باپ، ماموں کے ساتھ' ان کے گھر میں بیٹھ کر چائے کے کپ پر منصوبے بنا رہے ہوتے تھے۔ (ان کے گھر میں صوفے سیٹ تو ہوتے نہیں تھے۔ ہم زمین

گدوں پر بیٹھتے تھے) تو یہ بچے (طالبان) کھیلتے کھیلتے میری گود میں آجاتے تھے اور میری داڑھی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتے تھے۔ وہ سب میری بات سن کر حیران ہوئے، میں نے مزید کہا ''میں ان کو گھر تک جانتا ہوں ان کی بیویاں مجھے چچا کہتی ہیں۔ جب ان کے گھر ٹیلی فون پر رابطہ ہوتا تو ان کی بیویاں پوچھتیں کاکا (چچا) کیا حال ہے، بچے ٹھیک ہیں؟ ان کی آواز میں اتنی مٹھاس اور اپنائیت ہوتی ہے کہ جیسے میری اپنی بیٹی مجھ سے بات کر رہی ہو۔''

سوال: حکمت یار، احمد شاہ مسعود، نبی محمد جیسے پرانے جہادیوں کی موجودگی میں طالبان کا اقتدار کیسے بنا؟

کرنل امام: ہوا یوں کہ جب سوویت یونین کے خلاف جنگ تھی تو امریکہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ سوویت یونین جیسی قوت' جس کی اُس وقت دنیا کی سب سے بڑی فوج تھی، امریکہ سے زیادہ اس کے پاس نیوکلیئر وار ہیڈ تھے اور وہ افغانستان کے ساتھ بارڈر کے اوپر تھا، افغانستان اور سوویت یونین دونوں کے بارڈر بھی ملتے تھے سوویت یونین کو شکست کیسے ہو سکتی ہے لیکن امریکہ نے جب افغان باشندوں کو بغیر وسائل کے لڑتے دیکھا تو ان کو تھوڑی سی امید ہوئی مگر ان کو یہ اُمید نہیں تھی کہ ہماری زندگی میں یہ جنگ ختم ہو جائے گی۔ امریکہ کا خیال تھا کہ یہ بہت لمبا کام (جنگ) ہے کیونکہ امریکہ نے ویت نام میں خود مار کھائی تھی اور ایسے لوگوں سے مار کھائی تھی جن کا اوسط قد چار فٹ پانچ انچ تھا۔ ان لوگوں نے امریکہ کو بھگایا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم وہاں سے شکست کھا کر آئے ہیں تو ادھر سوویت یونین کو شکست دینے والا کون ہوگا۔ سوویت یونین شکست نہیں کھا سکتا۔ پاکستان غریب ملک ہے افغانستان اس سے بھی غریب ملک ہے۔ لیکن جب افغانیوں نے لڑنا شروع کیا تو امریکہ بہت حیران ہوا۔ امریکہ نے جو ہمارے ساتھ وعدہ کیا کہ ہم دخل اندازی نہیں کریں گے وہ پورا کیا۔ وہ صرف دیکھتے رہے کہ آئی ایس آئی کیسے کام کرتی ہے۔ پھر ان کی اور ہماری توقع سے پہلے ہی دس سالوں کے اندر سوویت یونین نے ہار مان لی۔ یہ تاریخ کا بہت

بڑا واقعہ ہے۔ جب سوویت یونین واپس چلا گیا تو امریکہ نے فوراً اپنی پالیسی تبدیل کر لی۔ جنیوا اکارڈ پر پاکستان نے مجبوراً دستخط کیے۔ جنرل ضیاء الحق اس پر راضی نہیں تھے۔ جونہی حکومت نے اس پر دستخط کیے۔ ہم نے جنیوا اکارڈ پر دستخط کر کے افغانوں کی پیٹھ پر چھرا گھونپا۔ ہم نے سوویت یونین کو اجازت دے دی کہ وہ فارغ ہو گیا ہے۔ ہم اس سے پوچھ گچھ نہیں کریں گے حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا جنہوں نے سوویت یونین کو شکست دی' وہ افغان ٹیبل پر بیٹھتے' وہ سوویت یونین سے بات چیت کرتے کہ تم کیوں ہمارے ملک میں آئے اور تم نے ہمارا اتنا نقصان کیوں کیا؟ ہمارے اتنے آدمی مارے گئے، اتنے آدمی لاپتہ ہیں۔ پہلے تم اس کا حساب دو مگر ایسا کچھ نہیں ہوا اور جنیوا اکارڈ امریکہ نے کروایا تھا۔ امریکہ کی پالیسی تھی کہ سوویت یونین کو شکست ملے اور وہ اپنا بدلہ لے جبکہ پاکستان کی پالیسی یہ تھی کہ سوویت یونین ہمارے ملک کے قریب آ رہا ہے اس کو شکست ہونی چاہیے۔ یہ واپس چلا جائے، افغانستان کو فتح ہو اور افغان اپنی مرضی کی حکومت بنائیں۔ افغانوں کا یہ تھا کہ ہم دین اور اپنے ملک کے دفاع کے لیے لڑ رہے ہیں اس لیے یہاں پر ظاہر شاہ، داؤد، ترکئی' حفیظ اللہ امین والی حکومت نہیں ہونی چاہیے۔ جنیوا اکارڈ تک امریکہ، پاکستان اور افغانستان تینوں کا ہدف یہ تھا کہ سوویت یونین کو شکست ہونی چاہیے۔ جنیوا اکارڈ کے بعد ان کی سمت تبدیل ہو گئی، امریکہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کہا کہ وہ جو کام کروانا چاہتا تھا وہ ہو گیا۔ اس نے امداد بند کر دی۔ پاکستان کے لیے مشکل یہ تھی کہ پاکستان میں چالیس لاکھ افغانی مہاجرین بیٹھے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ افغانی پکے ٹرینڈ ہو گئے تھے اور پھر ان کے پاس اسلحہ اتنا تھا کہ وہ سات نسلوں تک استعمال کر سکتے تھے۔ مجاہدین بارہ، چودہ سال سے امداد کے عادی ہو گئے تھے۔ باہر سے امداد' راشن، کپڑے اور پیسے آ رہے تھے اس کے بعد وہ سب بند ہو گیا۔ افغانستان میں کاشت کچھ نہیں ہوتا تھا۔ افغانوں کی ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ وہ لوٹ مار کے اوپر زندہ رہتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی بے شک بہت بڑے بادشاہ اور مسلمان تھے لیکن وہ بھی لوٹ مار کرتے تھے۔ بابر بھی لوٹ مار کرتے تھے۔ محمود غزنوی بہت بڑے

مسلمان تھے۔ انہوں نے بھی سترہ حملے کیے اور ان حملوں میں وہ بہت دولت اپنے ساتھ واپس لے کر جاتے تھے اور اس کے اوپر افغانستان کی قوم زندہ رہتی۔ افغانستان میں سوائے بھیڑ بکریوں اور جنگلات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب مشکل یہ تھی کہ اس ملک کو کون سنبھالے گا۔ پاکستان کے پاس اتنے بھی وسائل نہیں تھے کہ وہ مہاجرین کی مدد کر سکے۔ اس صورت حال میں یہ ہوا کہ حالات خراب ہونے شروع ہو گئے۔ کابل میں جو حکومت بنی وہ بہت کمزور تھی۔ اس کا کابل سے باہر کنٹرول بالکل نہیں تھا۔ جو بڑے مجاہدین تھے انہوں نے چھوٹے مجاہدین کو اپنے ساتھ ملایا، جو ان سے نہیں ملے انہوں نے ان کو مار بھگایا، ان سے ہتھیار چھین لئے اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جو بڑے مجاہدین تھے ان کا یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ علاقہ سنبھالیں اور زیادہ سے زیادہ قوت بنائیں۔ حکمت یار اور احمد شاہ مسعود ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے۔ جو کمیونسٹ تھے جیسے دوستم اور اس طرح کے اور لوگ' ان کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس کا ساتھ دیں کیونکہ وہ اسلام اور مجاہدین کے مخالف اور روس کے حامی تھے لیکن بڑی چالاکی سے وہ ایسے لڑکوں کے ساتھ ملے جن سے ان کو تحفظ ملا۔ ان کے پاس سوویت یونین کا بچا ہوا بہت اسلحہ تھا۔ انہوں نے وہ ان لڑکوں کو دیا۔ خانہ جنگی شروع ہوئی تو کچھ علاقے ایسے بھی تھے جہاں بڑے کمانڈر نہیں تھے۔ جہاں بڑے کمانڈر تھے انہوں نے علاقوں کو کنٹرول کیا ہوا تھا۔ اگر کوئی خرابی آتی تھی تو لوگ روتے ہوئے بڑے کمانڈر کے پاس چلے جاتے تھے اور وہ انصاف کرتا تھا لیکن کچھ ایسی جگہ تھیں جہاں چھوٹے چھوٹے کمانڈر تھے۔ ہر بندے نے دس کلومیٹر کے علاقے میں اپنی ایک حکومت بنائی ہوئی تھی۔ اس نے سڑک کے اوپر اپنی ایک چیک پوسٹ بنا لی اور بیریئر لگا دیے۔ جو بھی وہاں سے گزرتا اس سے وہ ٹیکس لیتے تھے۔ اس چیک پوسٹ سے بس یا ویگن گزرتی اس کو روک لیتے۔ فیملی اور مہاجر لوگوں کو اتار کر ان کی تلاشی لیتے، جو مال چھین سکتے ان سے چھین لیتے تھے۔ اُن کے بچے بچیوں کو اٹھا لیتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اچھے مجاہدین نہیں تھے اور موقع سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ یہ سات پارٹیاں تھیں۔ ان میں مختلف قسم کے لوگ تھے، ان

میں کالج اور مدرسہ کے طالب علم، دوکاندار، کاشت کار اور شہری بھی تھے۔ افغانستان میں تعلیم کے بڑے ادارے دینی مدارس ہوتے تھے ان کو یونیورسٹی کہا جاتا تھا۔ ہمارے دینی مدرسوں کی طرح نہیں تھے۔ وہاں پر دین، انگلش' سائنس، علاج معالجہ، حکمت اور زبانوں پر عبور حاصل کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان اداروں کو بادشاہوں نے کافی تقویت دی تھی۔ ان مدرسوں کو مربعوں میں زمینیں دیں۔ وہاں پر کاشت کاری ہوتی یعنی اتنے وسائل ہوتے تھے کہ ان مدرسوں میں پڑھنے والے بچوں کو فیس اور کتابوں کا خرچا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ سب کا مدرسوں سے ملتا تھا۔ ان مدرسوں کے اساتذہ اور عالم بڑے لکھے پڑھے اور معتبر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ حکومت ان کی بات مانتی تھی۔ یہ سسٹم تقریباً ایک ہزار سال سے اس علاقے میں چل رہا تھا۔ یہ سسٹم اس زمانے میں شروع ہوا جب ترکمان ایمپائر تھی جس کے سلطان الپ اور ملک شاہ بڑے مشہور بادشاہ تھے۔ اس وقت وہ اپنے علاقے کی سُپر پاور تھے جس میں ایران، افغانستان، سینٹرل ایشیا، عراق اور بغداد کا علاقہ شامل تھا۔ انہوں نے پہلے نیشاپور پھر بغداد کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ان کی بہت بڑی بادشاہت تھی اور وہ بہت امیر تھے۔ ان کے ایک وزیر جن کا نام نظام الملک طوسی تھا۔ اس نے یہ مدرسے بنائے۔ اسی لیے اس کے نصاب کو درس نظامی کہا جاتا ہے اور یہ سسٹم ابھی بھی افغانستان میں چل رہا ہے۔ یہ خراسان کا علاقہ تھا جس میں ہرات، غزنی اور افغانستان کا بہت حصّہ آتا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ تھا کہ یہ ملّاز اور طالبان ہو گئے ہیں۔ دینی تعلیم کے بعد جو بڑے عالم بن جاتے جیسے امام فخر الدین رازی جنہوں نے تفسیر کبیر لکھی انہوں نے بھی ان ہی مدرسوں سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی ہرات کے مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جو لاہور میں دفن ہیں اُنہوں نے غزنی شہر کے مدرسے سے تعلیم حاصل کی۔ بخارا میں ان کے آباؤ اجداد تھے۔ ہرات کے پاس جگہ چشت شریف جو تقریباً ایک سو دس کلومیٹر مشرق کی طرف ہے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے وہاں سے ہجرت کی اور سیستان میں آئے۔ وہاں حضرت معین

الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور انہوں نے ان مدرسوں میں تعلیم حاصل کی۔ ان کی اتنی قدر اور عزت تھی کہ بادشاہ بھی ان کو آ کر سلام کرتا تھا۔ یہ مدرسے ہاورڈ اور آکسفورڈ کی طرح کی یونیورسٹیاں تھیں۔ ہرات، غزنی، نیشاپور، مرو اور ترمذ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ انہی مدرسوں سے پڑھے جو تفسیر کے بہت بڑے عالم ہیں۔ پھر امام شنیائے' محمود غزنوی کے زمانے میں بہت بڑے عالم تھے ان کی قبر بھی ادھر ہے۔ وہاں بڑے بڑے عالم اور اولیائے کرام پیدا ہوئے ہیں جس طرح حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت داتا گنج بخش، حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہم، یہ سب یا تو خود پٹھان تھے یا یہ افغانستان کے مدرسوں سے تعلیم حاصل کر کے آئے۔ اُنہوں نے دین پھیلایا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے دین کو قائم رکھا۔ پھر جو چھوٹے لوگ تھے جن میں لڑنے اور جہاد کرنے کی صلاحیت ہوتی تھی۔ اس میں انڈیا کا سب سے پہلا مسلمان بادشاہ طالب نیشاپور سے تھا۔ قطب الدین ایبک اور بلبن، ترکمانستان کے طالب تھے اور انہوں نے ایسی حکومت کی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ التمش ازبکستان اور احمد شاہ ابدالی ملتان کے طالب علم تھے۔ ان کی پیدائش ملتان میں ہوئی۔ انہوں نے وہاں سے تعلیم حاصل کی۔ جو طالبان زیادہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے وہ بھی مدرسہ کے ساتھ منسلک رہتے تھے۔ یہ تجہیز و کفن ان بچوں کی پیدائش پر لوازمات، نکاح، فوتگی، شادیاں اور طلاق کے معاملات میں معاشرے کی مدد کرتے اور بچّوں کو پڑھاتے تھے۔ اگر کسی امیر آدمی کا بیٹا بھی طالب علم بن گیا تو پھر اس کا گھر سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ وہ علاقے کی مسجد میں رہتا تھا۔ سال میں اس کو دو جوڑے کپڑے پہننے کو اور کھانے کو کھانا مل جایا کرتا تھا۔ یہ بڑی مشہور کمیونٹی تھی۔ یہ اس لیے سامنے نہیں آتے تھے کہ انہوں نے بطور طالبان حکومت پر کبھی قبضہ نہیں کیا تھا۔ اگر بادشاہ بن گئے ہیں تو بادشاہ بن گئے ہیں پھر طالبان نہیں کہلاتے۔ یہ پہلی مرتبہ طالبان بنے۔ ہوا یہ کہ جب افغانستان میں خرابی پیدا ہوئی یہ سارے اکٹھے ہوئے۔ میں کبھی کبھی قندھار سے گزرتا تھا کیونکہ ان دنوں میرا دفتر ہرات میں ہوتا تھا۔ میرا ان کے ساتھ زیادہ تعلق تھا اس

لیے میں قندھار میں رات دن ان کے پاس ہی ٹھہرتا تھا۔ یہ میرے ساتھ خفا ہوتے تھے کہ آپ نے کیسے لوگوں کو ٹریننگ دی ہے یہ اتنی خرابیاں کر رہے ہیں۔ اصل میں یہ بھی میرے شاگرد تھے اور جو لوگ خراب ہوگئے وہ بھی میرے شاگرد تھے۔ میں نے ان کو جہاد افغانستان کے دوران ٹریننگ دی تھی۔ اصل میں وہ لوگ خرابی یہ کر رہے تھے کہ نشہ آور چیزوں کی تجارت کر رہے تھے، ہتھیار بیچ رہے تھے۔ گھروں میں گھس جاتے اور لوگوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ بچوں کو اٹھا لیتے تھے۔ مجھے طالبان نے کہا'' یہ جو خرابی کر رہے ہیں اب ہم ان کے خلاف جہاد کریں گے۔'' میں نے کہا'' ان کے پاس تو لاکھوں کروڑوں روپے ہیں' انہوں نے مال غنیمت کی لوٹ مار کی ہے آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے''۔ طالبان نے کہا'' خیر ہے اگر ہم مارے بھی گئے تو اللہ ہمیں بخش دے گا ہم جنت میں جائیں گے۔ ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نے ان کو کئی مرتبہ وارننگ بھی دی ہے یہ مانتے نہیں ہیں۔ اب ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے''۔ میں نے دیکھا یہ لوگ کچے فرش پر دری بچھائے بیٹھے ہیں۔ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کو کوئی پروا نہیں تھی۔ ایک دن ہرات میں جہاں میرا دفتر تھا ان کے سینئرز لوگ میرے پاس آ گئے۔ میں مزار جامی پر فاتحہ پڑھنے گیا یہ لوگ مجھے اُدھر ہی مل گئے۔ میں نے پوچھا'' آپ لوگ کدھر آئے ہیں۔'' وہ کہنے لگے'' ہم یہاں کے کمانڈر کو بتانے آئے ہیں اور اس کے بعد اس کا جہاز لے کر ہم کابل جائیں گے اور وہاں صدر استاد برہان الدین ربانی کو بتائیں گے کہ ہم یہ کام شروع کرنے لگے ہیں، لوگوں کو ہم سڑکوں سے ہٹائیں گے۔ یہ جو خرابی کر رہے ہیں ہم یہ ختم کریں گے۔ صدر استاد ربانی کو ہم کہیں گے بے شک وہ ہماری بات مانیں یا نہ مانیں' ہماری مدد کریں یا نہ کریں' ہم نے یہ کام کرنا ہے۔'' میں نے کہا'' خُدا کے بندو! مجھے کیوں یہ سب کچھ بتاتے ہو۔ سوائے اپنی تنخواہ کے میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔'' انہوں نے کہا'' ہم صرف آپ کو بتا رہے ہیں۔ ہمیں آپ سے اور پاکستان سے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہماری مدد کرے گا۔'' یہ لوگ کابل گئے۔ انہوں نے صدر استاد ربانی سے بات کی اور پھر

مجھے واپس آ کر بتایا کہ ان کی صدر ربانی سے بات ہوگئی ہے۔ صدر ربانی نے ان سے کہا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہیں وہ یہ کام شروع کریں۔ اس وقت بہت ہی گندا سا واقعہ ہوا تھا۔ وہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ کچھ خراب لوگوں نے ایک فیملی کے ساتھ بہت خرابی کی۔ وہ واقعہ ملاّ عمر کے مدرسہ کے قریب ہوا تھا۔ ملاّ عمر صبح ان بچوں کا حال دیکھ کر بہت دکھی ہوئے جن کو ان خراب لوگوں نے خراب کیا تھا۔ وہ بچے جس فیملی کے تھے وہ اپنے بچوں کا انتظار کر رہی تھی وہ فیملی بھی وہاں پہنچ گئی۔ بچے تو مارے جا چکے تھے بلکہ ان کو جلا دیا گیا تھا۔ ملاّ عمر نے اس فیملی کو ہرات بھیج دیا اور کہا'' آپ وہاں ٹھہریں۔ یہ بچے اب میرے بچے ہیں۔ میں ان کو دفن کروں گا اور میں ان کا بدلہ لوں گا۔'' ملاّ عمر نے ان بچوں کو سنبھالا، ان کا کفن دفن کیا۔ ملاّ عمر کوئی بڑے آدمی نہیں تھے۔ باقی کمانڈر بڑے بڑے تھے جو میرے شاگرد بھی تھے۔

میں نے ملاّ عمر کی ٹریننگ 1985ء میں کی تھی۔ اس وقت یہ عام مجاہد کے طور پر میرے پاس آئے تھے۔ اس وقت ان کی پوری داڑھی نہیں تھی، نوجوان تھے۔ خیر ملاّ عمر ان خراب لوگوں کے ظلم کو مٹانے کے لیے اپنے 46 آدمیوں کے ساتھ سڑک پر آ گئے۔ ان میں سے آدھے آدمیوں کے پاس خاص ہتھیار بھی نہیں تھے صرف رائفلیں ان کے پاس تھیں۔ ملاّ عمر نے سارے مدرسوں کو چٹھی بھیجی کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور میرے صبر کا پیمانہ ختم ہو گیا ہے۔ میں سڑک پر آ گیا ہوں اور قندھار کی طرف چل پڑا ہوں۔ ملاّ عمر اور ان کے ساتھی میوند قندھار کیلئے نکلے۔ میوند، قندھار سے تقریباً 90 میل کے فاصلے پر ہے۔ اس چٹھی میں یہ لکھا تھا کہ اگر آپ میرے ساتھ آتے ہیں تو اللہ آپ کو اجر دے۔ اگر آپ نہیں آتے تو میں ختم ہو جاؤں گا۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔ جہاں جہاں پیغام گیا۔ طالبان اکٹھے ہوتے گئے ان کے پاس جو تھوڑے بہت وسائل تھے وہ ساتھ لے آئے۔ لیکن راستے میں یہ ہوا جن مجاہدین کو ہم نے بہت اسلحہ دیا ہوا تھا انہوں نے اپنا فالتو اسلحہ ان کو دینا شروع کر دیا۔ اپنی گاڑیاں دیں، عورتوں نے اپنے زیور اتار کر دیے۔ جب ان کو پتہ چلا ملاّ عمر اتنی

سپاہ لے کر آ رہا ہے۔ عورتوں نے ان کے لیے کھانا پکایا۔ ملاّ عمر اپنے ساتھیوں سمیت راستے میں سڑک پر جتنی بھی زنجیریں لگی تھیں ان کو اکھاڑتے آئے۔ جب ملاّ عمر میوند سے چلے تو ان کے ساتھ 46 آدمی تھے اور جب وہ قندھار پہنچے تو ساڑھے پانچ سو آدمی ان کے ساتھ تھے۔ قندھار کے مجاہدین نے ملاّ عمر کو روکا۔ ملاّ عمر نے کہا ''سب کو بولو میں بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔'' سب مجاہدین آ گئے۔ ملاّ عمر چھوٹے کمانڈر تھے جبکہ ان کے مقابلے میں استاد ربانی، یونس خالد اور حکمت یار، بڑے بڑے کمانڈر تھے۔ ملاّ عمر بھی استاد ربانی کے کمانڈر تھے۔ ملاّ عمر نے کہا ''سڑکیں بالکل کلیئر ہونی چاہئے۔ یہاں پر کوئی آدمی کسی کو تکلیف نہ دے۔ سڑک محفوظ ہونی چاہئے جس جس کے علاقے سے یہ سڑک گزر رہی ہے آپ سب لوگ یہاں کے امن وامان کے ذمّہ دار ہیں۔ بجائے اس کے آپ سڑک پر پھاٹک لگائیں آپ لوگوں کو سہولت دیں اور کسی سے پیسہ نہ لیں۔ کسی کی بے حرمتی نہ کریں، بچّوں کو اتار کر ان کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ اگر اس میں کوئی غلط بات ہے تو مجھے بتائیں۔ اگر آپ میرے ساتھ ہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ اگر آپ میرے ساتھ نہیں ہیں تو آپ مجھے روکیں مت۔ اگر روکیں گے تو میں اپنی قوت استعمال کروں گا۔ آپ کے ساتھ لڑائی کروں گا۔'' مجاہدین نے آپس میں مشورہ کیا اور انہوں نے کہا ''آپ کو اجازت ہے آپ جائیں'' اور اس تحریر پر سب نے دستخط کر دیے کہ سڑکوں پر یہ پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ پیغام جہاں جہاں پہنچا لوگ سڑکوں سے ہٹ گئے۔ کچھ تو چلے گئے۔ کچھ قریب ہی بیٹھے رہے کیونکہ ان کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی کیونکہ یہ چیک پوسٹ ان کا روزگار بنا ہوا تھا۔ ملاّ عمر اپنے قافلے کے ساتھ چلتے چلتے پاکستان کے بارڈر تک پہنچ گئے۔ پاکستان بارڈر پر آخری پوسٹ انجینئر حکمت یار کی تھی۔ انہوں نے پیغام بھیج دیا کہ یہ پوسٹ نہ ہٹائیں کیونکہ یہ پوسٹ انٹرنیشنل چیک پوسٹ ہے۔ ملاّ عمر کو بتایا گیا کہ اس کاغذ میں انٹرنیشنل چیک پوسٹ نہیں لکھا ہوا ہے۔ ملاّ عمر نے کہا ''اسلام اور شریعت میں کوئی انٹرنیشنل چیک پوسٹ نہیں ہوتی اس لیے آپ یہ خالی کریں۔'' انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے پارٹی لیڈر سے حکم لیتے ہیں۔

افغانستان میں جرگے کا ایک منظر
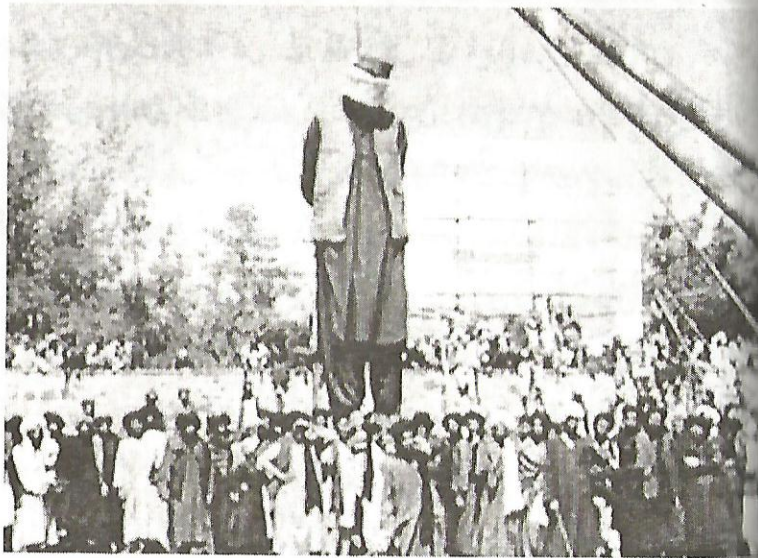
ایک غدار کو سرِ عام پھانسی دی گئی

اس لیے یہ چیک پوسٹ خالی نہیں ہوگی۔ ملا عمر نے کہا'' آپ اپنے پارٹی لیڈر سے بات کرلیں میں آپ کو سات دن دیتا ہوں۔ اس چیک پوسٹ کو خالی کردیں۔'' انہوں نے سات دن کے بعد بھی وہ چیک پوسٹ خالی نہیں کی۔ پھر ملا عمر نے کہا'' میں پانچ مزید دن دیتا ہوں چیک پوسٹ خالی کردیں'' میں ان دنوں کسی کام کے سلسلہ میں اس علاقے میں تھا۔ پانچ دن بھی گزر گئے مگر انہوں نے پھر بھی چیک پوسٹ خالی نہیں کی' تو ملا عمر نے اچانک اس چیک پوسٹ پر حملہ کردیا۔ لڑائی ہوئی، چار آدمی ان کے مارے گئے وہ لوگ چیک پوسٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ملا عمر کا بھی ایک آدمی مارا گیا۔ وہ چیک پوسٹ بھی ختم ہوگئی اور پاکستان کے بارڈر پر وہ علاقہ بھی کلیئر ہوگیا۔

ملا عمر واپس قندھار گئے اور قندھار کو کنٹرول کرلیا۔ پھر قندھار کے چاروں اطراف سے ہزاروں کی تعداد میں طالبان اکٹھے ہونا شروع ہوگئے۔ کابل کے لوگ عجیب قسم کے ہوگئے تھے۔ وہ ڈاڑھی کا خط نہیں بناتے تھے، چرس والا سگریٹ پیتے تھے، گندے کپڑے پہنتے تھے۔ ان کی عادتیں خراب ہوگئی تھیں۔ ملا عمر کے آنے سے وہ ڈر گئے اور غائب ہوگئے۔ جب میں وہاں سے گزرا تو میں نے دیکھا، لوگوں نے سفید چادریں لی ہوئی ہیں، شلوار قمیض پہنی ہوئی ہے۔ ان کے چہرے بڑے بارونق ہیں۔ وہ چیک پوسٹ پر بیٹھے ہیں ان کے ایک ہاتھ میں رائفل ہے دوسرے ہاتھ میں بخاری شریف ہے اور وہ پڑھ رہے ہیں۔ کسی کو تنگ نہیں کررہے ہیں۔ جو بھی گزرتا ہے اسے دیکھتے ہیں اور جانے کا اشارہ کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا چیک پوسٹ کے قریب کچھ عورتیں کھڑی تھیں۔ وہ مجھے جانتی تھیں۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے مجھے روکا۔ میں نے پوچھا۔ آپ خوش ہیں تو وہ کہنے لگیں'' ہم خوش کیوں نہ ہوں، فرشتے آگئے ہیں'' کیونکہ ان کی عزت اور مال وجان کی حفاظت ہوگئی تھی۔ وہاں کے لوگوں کو کسی قسم کا ڈر خوف نہیں تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے ان کے رکھوالے فرشتے آگئے ہیں۔ یہ طالبان تھے، ان سے لوگ خوش ہوئے اور لوگوں نے ان کی بڑی مدد کی۔

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک دفعہ پتہ چلا کہ کابل میں رات کو ڈاکے پڑ رہے ہیں اور

کرفیو کے دوران پڑ رہے ہیں۔ ساری دنیا حیران تھی۔ ملا عمر بھی بڑے پریشان ہوئے کہ ڈاکے کیوں پڑنے لگے ہیں۔ انہوں نے کہا'' اس کا پتہ کرو۔'' ملا عمر کو بتایا گیا کہ رات کو کرفیو میں صرف آپ کی مخصوص پولیس پھرتی ہے اور کوئی نہیں پھرتا۔ ملا عمر نے قندھار سے ایک خاص آدمی بھیجا کہ چیک کرو یہ سب کیا ہے۔ پتہ چلا کہ ملا عمر کے خاص آدمیوں میں ہی چار پانچ ڈاکے مار رہے ہیں۔ وہ پکڑے گئے۔ ملا عمر نے قاضی سے کہا'' میں نے آپ سے کہا تھا کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے تو آپ نے نہیں کاٹے کہ غریب لوگ ہیں۔ ان کے وسائل نہیں ہیں اس لیے انہوں نے چوری کی ہے مگر یہ ڈاکے ڈالنے والے لوگ میرے ہیں۔ یہ غریب نہیں ہیں۔ ان کو میں اچھی خاصی تنخواہ دے رہا ہوں۔ ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کی ٹانگ کاٹیں اور کابل کی بڑی شاہراہ میں درختوں اور پول پر لٹکا دیں اور ساتھ لکھ دیں کہ یہ ملا عمر کے اپنے آدمی تھے۔'' اس کے بعد تو چوری کا نام و نشان نہیں رہا۔ یہ انصاف ہوتا ہے۔

سوال: آپ نے ملا عمر کی بھی ٹریننگ کی۔ بطور ایک طالب علم اور مجاہد کے ملا عمر کیسے تھے؟

کرنل امام: مجھے ٹریننگ کے دوران تو بالکل پتہ نہیں تھا کہ کس کا نام کیا ہے، دو سو آدمی ہوتے تھے۔ ان کی دس پندرہ دن ٹریننگ ہوتی تھی۔ میری بات چیت ان کے گروپ کمانڈر سے ہوتی تھی۔ جب 1994ء میں، ملا عمر سے ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ہمارے کیمپ میں ٹریننگ کی تھی۔ اس وقت وہ مجاہد تھے اور ان کا فلاں کمانڈر تھا، مجھے یاد آگیا کہ ملا عمر کے بڑے کمانڈر ملا فیض اللہ تھے وہ میرے پاس مجاہدین کو لے کر آتے تھے۔

سوال: ملا عمر کی آنکھ کیسے ضائع ہوئی تھی؟

کرنل امام: ٹریننگ کے بعد لڑائی کرتے ہوئے ان کی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔ ملا عمر تین دفعہ زخمی ہوئے تھے جس میں ان کی دائیں آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ ملا عمر کا علاج 1987ء

میں کراچی میں کرایا گیا۔ وہ آنکھ ٹھیک نہیں ہوسکی۔ پھر ایک دفعہ ملاّ عمر کوئٹہ علاج کرانے آئے۔ ملاّ عمر عام قسم کے افغانی آدمی ہیں۔ بھیڑ بکریاں پالتے تھے اور مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے۔ انہوں نے چھوٹا سا مدرسہ بنایا ہوا تھا، لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ ان کا مجھ سے تھوڑا سا قد اونچا ہے، سمارٹ آدمی ہیں۔ میرا خیال ہے ان کا قد 6 فٹ 2 انچ ہوگا۔

سوال: ملاّ عمر اور اسامہ بن لادن اس وقت دونوں زندہ ہیں؟

کرنل امام: ملاّ عمر تو زندہ ہیں۔ اسامہ بن لادن کا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: اسامہ بن لادن سے آپ کا آخری مرتبہ رابطہ کب ہوا تھا؟

کرنل امام: مجھے 2002ء میں یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ غزنی کے علاقے میں ہیں۔ اس کے بعد ان کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اگر اسامہ بن لادن زندہ ہیں تو وہ افغانستان میں نہیں ہیں۔ اللہ ان کو زندہ رکھے، مگر مجھے لگتا ہے شاید وہ 2002ء میں فوت ہوگئے، وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ وہ بیمار تھے۔ ان کے گردے کام نہیں کر رہے تھے۔ میری اسامہ بن لادن سے آخری ملاقات جلال آباد کے آپریشن کے بعد 1990ء میں جلال آباد میں ہوئی تھی۔

سوال: آپ کا ملاّ عمر سے آخری رابطہ کب ہوا تھا؟

کرنل امام: ملاّ عمر سے میرا آخری رابطہ اکتوبر 2001ء میں نائن الیون کے بعد ہوا تھا۔ ملاّ عمر کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ لوگ آتے رہتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں وہ اپنے علاقے میں ٹھیک ٹھاک ہیں۔

سوال: کہا جاتا ہے افغانستان میں ملا عمر کا تو صرف نام تھا، اصل اختیارات آپ استعمال کرتے تھے، یعنی افغانستان کے امیر المومنین تو آپ تھے؟

کرنل امام: یہ تو پراپیگنڈہ ہے۔ وہ آدمی ادھر موجود ہو، سارے لوگ اس کے اپنے ہوں۔ ملاّ عمر قندھار میں تھے اور میں ہرات میں تھا۔ ہماری کبھی کبھار ملاقات ہوتی تھی۔ ایک شاگرد کے طور پر وہ میرا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کی بڑی اچھی سوچ تھی۔ لازمی بات ہے میری ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں اور ابھی بھی ہیں۔ ان کی 35 لوگوں کی کابینہ تھی

بڑے مضبوط لوگ تھے۔ مجھے ان کے کام میں دخل اندازی کرنے یا مشورہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔

سوال: آپ کے مشورے پر تو انہوں نے حکومت چھوڑی تھی؟

کرنل امام: اُنہوں نے میرے مشورے پر حکومت نہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے مار کھائی پھر حکومت چھوڑی۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ افغانوں کی روایت ہے جب بھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے یہ لوگ اپنے آپس کے سارے اختلافات بھول کر دشمن کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں۔ کیا افغانستان میں یہ سارے گروپ متحد ہوکر طالبان کی شکل اختیار کر گئے ہیں؟

کرنل امام: غور کریں یہ ایک بہت بڑا گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے کہ یہ سب طالبان ہیں۔ یہ سب طالبان نہیں ہیں۔ میں طالبان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہماری قوم، مسلمان ملک، یورپین ممالک اور امریکہ سب ان کو طالبان، طالبان کہہ رہے ہیں۔ طالبان اس طرح کے نہیں ہوتے۔ اصل میں یہ افغانستان یا پاکستان کے قبائلی پٹھان ہیں۔ یہ قبائلی لوگ ہیں۔ یہ جس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں طالبان اس طرح کی حرکتیں نہیں کرتے۔ اس لیے یہ طالبان نہیں ہیں۔ اصل میں ہوا صرف یہ ہے کہ قبائلی پٹھانوں نے طالبان کو تحفظ دے دیا اور ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوگئے۔ طالبان تو بہت تھوڑی تعداد میں ہیں۔ طالبان ابھی نظر نہیں آ رہے وہ تو قبائلی لوگوں کے پیچھے اور علاقوں میں چھپ گئے ہیں۔ بیت اللہ محسود، طالب شاہ بھی طالبان نہیں، یہ قبائلی ہیں۔ امریکہ ان کو اس لیے بار بار طالبان کہہ رہا ہے کیونکہ اس کا مقصد مسلمانوں اور طالبان کو بدنام کرنا ہے۔ یہ صرف اور صرف امریکی پراپیگنڈہ ہے۔

☆☆☆☆

جلال الدین حقانی قاضی حسین احمد کے ہمراہ

بریگیڈئر افضل جنجو ،یعسوب ڈوگر اور جلال الدین حقانی

باب نمبر 5

☆ طالبان کو اسلحہ سی آئی اے نے دیا، ان کے پاس اتنا اسلحہ ہے جو ان کی سات نسلوں تک کافی ہے

☆ نائن الیون کے بعد امریکہ اور طالبان کے درمیان خفیہ مذاکرات ہوئے۔

☆ ملاّ عمر نے کہا ''میری حسرت ہے کہ ایک دفعہ امریکن ہمارے ساتھ زمینی جنگ لڑیں''

☆ امریکہ اور طالبان کی جنگ میں ملاّ عمر نے دو غلطیاں کیں جس سے بہت نقصان ہوا۔

☆ اسامہ بن لادن اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

☆ مجاہدین کی ٹریننگ کے لیے آئی ایس آئی اور سی آئی اے نے مدد کی تھی۔

☆ ایران نے امریکہ کی ہر جگہ حمایت کی' امریکہ کو ایران کا مشکور ہونا چاہیے۔

☆ جب کبھی اپنے گاؤں جاتا تھا تو جہاز سے چھلانگ لگا کر اترتا۔

☆ ملاّ عمر نے امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

☆ امریکہ ٹوٹ جائے گا

☆ کشمیر پر پاکستان کا قبضہ ہو جائے گا وہ وقت آئے گا جب پورے ہند میں ایک آدمی غیر مسلم نہیں رہے گا

☆ حقانی' ملا عمر سے بڑا لیڈر ہے مگر اس نے ملا عمر کی بیعت کی۔

☆ حقانی نے داؤد کے زمانے میں جہاد شروع کیا

طالبان افغانستان چھوڑ کر کیوں بھاگے

سوال: کہا تو یہ جاتا ہے نائن الیون کے بعد امریکہ اور طالبان کے درمیان جو مذاکرات ہوئے اس میں امریکہ طالبان سے خفیہ طور پر پائپ لائن بچھانے کے کنٹریکٹ کی ڈیمانڈ کی بات کرتا رہا ہے؟

کرنل امام: ہاں بات چیت ہوئی تھی لیکن اس کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ امریکہ کا کہنا تھا کہ طالبان کی حکومت ہوتے ہوئے پائپ لائن نہیں بچھے گی۔ وہ طالبان کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ اور طالبان کے خفیہ مذاکرات ہوئے اس کی تفصیل مجھے معلوم نہیں ہے۔

سوال: کیا ان خفیہ مذاکرات میں یہ بات نہیں ہوئی کہ امریکہ نے طالبان سے گیس پائپ لائن کے کنٹریکٹ کی ڈیمانڈ کی؟

کرنل امام: ہاں کچھ اس طرح کی بات تھی۔ طالبان اس پر رضامند نہیں ہوئے اور امریکی بھی نہیں مانے اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ طالبان کس طرح ایک دشمن کو اپنے ملک میں اختیار دیں؟ وہ کبھی نہیں دیتے۔

سوال: یہ بڑے دعوے تھے کہ جب امریکہ گراؤنڈ پر آئے گا تو طالبان ان کا حشر کر دیں گے مگر پھر وہ ان دعوؤں کے درمیان ہی حکومت چھوڑ کر غائب ہو گئے۔ اس کے پیچھے کیا حکمت عملی تھی، کیا اس کو طالبان کی شکست مانیں؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) یہ آپ کو کس نے بتایا۔

سوال: کیا اس سوال میں حقیقت نہیں ہے؟

کرنل امام: جب نائن الیون ہوا مجھے پہلے حکم ملا کہ آپ نے افغانستان میں رہنا ہے یہ کوئی سیکرٹ نہیں ہے دُنیا کو پتہ چلنا چاہیے۔ مجھے کہا گیا کہ آپ نے افغانستان میں ہی رہنا

ہے۔ آپ واپس نہیں آئیں گے میں ہرات سے قندھار آ گیا۔

میں نے وہاں پر ملا عمر کو بتایا ''آپ جنگ نہیں کر سکتے آپ اپنی حفاظت کریں۔ آپ موبائل پر کسی سے بات بھی مت کریں۔ آپ موبائل پر بات کریں گے تو آپ Indicate ہو جائیں گے اور پھر آپ کو گولہ لگے گا۔ آپ اپنے گھروں سے نکل جائیں۔ پہاڑوں میں رہیں۔ آپ کے گھروں پر بمباری ہوگی۔ آپ کابل چھوڑ دیں۔'' ملا عمر نے کہا ''میری ایک حسرت ہے کہ ایک دفعہ امریکی ہمارے ساتھ زمینی جنگ کریں۔ میں دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ افغان کس طرح لڑتے ہیں''۔ وہ موقع امریکہ نے نہ دیا۔ امریکہ نے تورا بورا میں بمباری کی۔ قلعہ جنگی پر بمباری کی، ہر جگہ بمباری کی مگر امریکی کسی جگہ پر بھی ملا عمر کے سامنے زمینی جنگ کرنے نہیں آئے۔ امریکہ کی بمباری سے جب نقصان زیادہ ہو گیا تو ملا عمر اچانک پہاڑوں میں غائب ہو گئے۔ حالانکہ یہ کام ملا عمر کو پہلے کرنا چاہیے تھا تاکہ نقصان نہ ہوتا۔ ملا عمر سے غلطی ہو گئی۔ پھر قندوز کے محاذ پر ملاّ عمر نے غلطی کی، وہاں سرنڈر کیا گیا۔ امریکہ کی اتنی بڑی فورس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ قندوز میں جو آدمی تھے انہوں نے جنرل دوستم کے ساتھ سمجھوتہ کر کے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ بھی ان کی غلطی تھی۔ طالبان سے دو غلطیاں ہوئیں جس سے ان کو بہت نقصان ہوا۔

سوال: آپ کو افغانستان سے نکلنے کا حکم کب ملا؟

کرنل امام: نائن الیون کے بعد ہی آئی ایس آئی کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا۔ نائن الیون کے بعد افغانستان میں علما کا ایک وفد آیا تھا۔ وہ وفد ملاّ عمر کو سمجھانے کیلئے آیا تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اسامہ بن لادن کو بھی سمجھائیں لیکن ملاّ عمر نے ایسی سخت باتیں کیں کہ علما واپس اپنی بات منوائے بغیر آ گئے۔ میں ادھر ہی رہ گیا۔ جب افغانستان پر امریکہ کی بمباری شروع ہوئی تو جنرل پرویز مشرف سے سی آئی اے نے پوچھا کہ کیا افغانستان سے آپ کے سب لوگ نکل گئے ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا ہاں نکل گئے ہیں، سی آئی اے نے کہا نہیں! آپ چیک کریں۔ سی آئی اے نے جنرل پرویز مشرف کو یہ نہیں بتایا کہ وہاں پر کون

ہے۔آئی ایس آئی نے جنرل پرویز مشرف کو بتایا کہ کرنل امام ادھر ہیں۔ جنرل پرویز
مشرف نے کہا" وہ اُدھر کیا کر رہا ہے۔ بلاؤ ان کو۔" مجھے ڈی جی آئی ایس آئی جنرل
محمود نے حکم دیا تھا کہ تم نے افغانستان میں ہی رہنا ہے وہ استعفیٰ دے کر گھر چلے گئے تھے۔
پھر مجھے کہا گیا کہ آپ فوراً آج ہی افغانستان سے نکل آئیں اور اپنا روٹ بتائیں۔ میں فوراً
سمجھ گیا۔ میں نے فوراً اپنا موبائل فون بند کر دیا اور میں اپنے راستوں سے گھومتا گھماتا
،دعوتیں کھاتا واپس پاکستان آ گیا۔

سوال: جب آپ نے ملاّ عمر کو مشورہ دیا کہ آپ کابل چھوڑ دیں اور پہاڑوں میں چلے
جائیں،اس سے پہلے پاکستان کی طرف سے ان کو حمایت حاصل تھی؟

کرنل امام: اسلحہ ان کے پاس بہت تھا' ٹریننگ کی ان کو ضرورت نہیں تھی۔

سوال: ان کے پاس اسلحہ کہاں سے آیا؟

کرنل امام: ان کو اسلحہ سی آئی اے نے دیا۔ان کے پاس اتنا اسلحہ ہے جو ان کی سات
نسلوں کے لیے کافی ہے۔ہم نے ان کو تقریباً ساڑھے سات لاکھ رائفلیں اور مشین گنیں دی
تھیں۔ ٹینک، توپیں اور بہت سا اسلحہ تو روس چھوڑ گیا تھا۔ہم نے مجاہدین کو جو اسلحہ دیا وہ
روس کے خلاف جنگ میں استعمال کرنے کے لیے ہمیں دیا گیا تھا۔سوویت یونین کو شکست
دینے کے بعد جو اسلحہ بچا وہ مجاہدین کو ہی دے دیا گیا۔

سوال: اس لیے کہا جاتا ہے کہ طالبان کو آپ نے مضبوط کیا؟

کرنل امام: ہم نے طالبان کو نہیں افغانستان کو مضبوط کیا۔ طالبان تو بیچارے بڑی
تھوڑی تعداد میں تھے۔میرے خیال سے سب سے زیادہ مضبوط وہ لوگ تھے جو بڑی بڑی
پارٹیاں تھیں' طالبان تو بڑے غریب لوگ تھے۔ہوا یہ کہ جب طالبان قوت میں آئے تو اسلحہ
تو ادھر ہی پڑا ہوا تھا۔انہوں نے لوگوں سے اسلحہ لیا۔اتنا زیادہ اسلحہ تھا کہ ہمارے پاس رکھنے
کی جگہ نہیں تھی۔ اسلحہ کے ڈھیر لگ گیے تھے۔دوسری جنگ عظیم سے پہلے کے جو ڈمپ تھے
وہ سارے بھر گیے۔اسلحہ اتنا تھا کہ باہر میدانوں میں پڑا ہوا تھا۔لوگ ہیلی کاپٹر اپنے گھروں

میں لے گئے تھے۔طالبان نے سارا اسلحہ اکٹھا کیا' ٹینک واپس لے آئے۔وہ اسلحہ جو لوگوں
نے چھپا لیا تھا وہ تو ابھی بھی ادھر ہے۔ کچھ اسلحہ تو ہم نے دیا۔روس نے بھی اپنے حمایتی
کمیونسٹس کو بہت اسلحہ دیا تھا۔وہ اسلحہ بھی تو افغانستان میں ہے۔پاکستان میں تو زیادہ سے
زیادہ دو ڈھائی لاکھ رائفلیں آئی ہیں باقی سارا اسلحہ تو افغانستان میں ہے۔

سوال: ملاّ عمر اور اسامہ بن لادن سے جس بندے کا بھی تعلق رہا ہے امریکہ نے اس آدمی
کی پاکستان کی حکومت سے ڈیمانڈ کی ہے۔آپ تو ان کے ساتھ تین سال رہے۔آپ کو
امریکہ نے نہیں مانگا؟

کرنل امام نے اپنے ڈرائینگ روم میں رکھے دیوار برلن کے ٹکڑے کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا" یہ جو آپ دیوار برلن کا پتھر دیکھ رہی ہیں۔یہ تحفہ تو مجھے امریکہ نے ہی دیا
ہے۔ میں نے امریکہ کے انسٹی ٹیوشن میں ٹریننگ کی ہے امریکن مجھے اچھی طرح جانتے
ہیں۔ہمارے کام کی بدولت امریکہ سپر پاور بنا ہے۔"

سوال: یہ تو پہلے کی بات ہے، ہم تو نائن الیون کے بعد کی بات کر رہے ہیں؟

کرنل امام: میں نے وہی کام کیا جو مجھے کہا گیا تھا۔ میں نے تو اپنی گورنمنٹ کا حکم مانا،
کسی کے خلاف کام نہیں کیا۔ میں نے مجاہدین کی ٹریننگ کی ہے۔مجھ سے ایک امریکی نے
سیمینار میں پوچھا that you traned Mulla Umer میں نے دل میں
سوچا سب کے سامنے کیا بکواس کر رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ تو پکڑا گیا، کرنل امام نے تو
واقعی ملا عمر کی ٹریننگ کی ہے۔اس سیمینار میں پروفیسر خورشید بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی میری
طرف دیکھ رہے تھے۔میں نے کہا"میں نے صرف ملا عمر کو ہی نہیں بلکہ حکمت یار اور احمد شاہ
مسعود کو بھی ٹرینڈ کیا ہے اور میں اکیلا نہیں تھا میرے ساتھ دو سو تجربہ کار پاکستانی آرمی
افسرز بھی تھے۔ہم بہت خوش ہیں کہ ہمارے طالب علموں نے سوویت یونین کو توڑ دیا اور
اب بھی وہ ٹھیک لڑ رہے ہیں۔" سب لوگوں نے مجھے اشارہ کیا آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟
میں نے کہا"اس پروگرام کو پاکستانی آئی ایس آئی اور سی آئی اے نے سپورٹ کیا تھا۔ میں

تو ایک ورکر تھا۔ مجھے امریکہ مانگ کر کیا کرے گا۔ میں تو امریکہ کے سامنے کہتا ہوں کہ میں نے ٹریننگ دی ہے۔ میرے بارے میں پہلے ہی ایک رپورٹ میں لکھا ہوا ہے **This officer could havebeen killed five hundred time in Afghan**۔ یعنی یہ آدمی افغانستان میں پانچ سو مرتبہ مر چکا ہوتا۔ میری گاڑیاں بمباری ہونے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتیں مگر میں ٹھیک نکل آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابھی تک بچا رکھا ہے۔"

سوال: کہا جاتا ہے ایران نے ہمیشہ اندر خانے امریکہ کو سپورٹ کیا' نائن الیون کے بعد افغانستان کے معاملے میں امریکہ کے ساتھ ایران کی انٹیلی جنس کی شیئرنگ کتنی رہی؟

کرنل امام: (چند سیکنڈ سوچنے کے بعد) یہ سوال آپ مجھ سے نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس کا بڑا خطرناک جواب ہے۔ جب افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جنگ ہوئی تو اس وقت ایران صدام کے خلاف مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی جب کچھ ہزار لوگ ہتھیار لینے کے بعد ٹریننگ لینے آتے تھے۔ پتہ چلتا تھا کہ وہ ایران پہنچ گئے ہیں اُدھر جا کر جنگ کر رہے ہیں۔ ایران مصروف تھا۔ بہت سی شیعہ پارٹیاں مثلاً شوریٰ اتفاق آف آیت اللہ بہشتی' حرکتِ اسلامی' پھر فضا' نصر' سپاہ کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی پارٹیاں تھیں لیکن ایران کے پاس ان کو سپورٹ کرنے کیلئے وسائل اتنے نہیں تھے۔ پھر ان کا جو علاقہ تھا بامیان' اس میں روس زیادہ دخل اندازی نہیں کر رہا تھا۔ بامیان علاقہ بڑا مشکل ہے سوائے چنگیز خان کے کبھی بھی کوئی فوج اس علاقے میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ چنگیز خان کے بعد طالبان داخل ہوئے تھے۔ میں اس علاقے سے گزرا ہوں۔ اس علاقے سے گزرتے ڈر لگتا ہے۔ ایران کو یہ پرابلم تھا۔ جب میں نے یہ کام کوئٹہ سے شروع کیا۔ وہاں پر مجھے پتہ چلا تو ہم نے حکومت پاکستان سے کہا کہ شیعہ گروپ کو شامل کرنا چاہیے۔ آیت اللہ بہشتی خود تو نہیں آئے لیکن ان کے نمائندے آ گئے۔ انہوں نے اپنا دفتر بنا لیا' محسنی صاحب آ گئے اور انہوں نے بھی اپنا دفتر بنا لیا تو ہمارا ان کے ساتھ رابطہ

ان کی امداد کی گئی۔ طالبان نے ایران کے خلاف کبھی کوئی حرکت نہیں کی لیکن مجھے لگا ان طالبان کی حکومت سے خوش نہیں تھا۔ ایران نے احمد شاہ مسعود کی مدد کی۔ ایران اس حرکت سے طالبان ناراض ہوئے لیکن طالبان نے پھر بھی ایران کی طرف توجہ نہ ان کے اپنے بڑے مسائل تھے۔ ایک شیعہ لیڈر تھے ان کو کابل سے قندھار لے کر تھے۔ راستے میں تھوڑا جھگڑا ہو گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں مارے گئے۔ ان کا نام میرے ں نہیں آ رہا لیکن وہ بڑے لیڈر تھے۔ اس سے شیعہ کمیونٹی کے ساتھ تھوڑی ناراضگی جب طالبان کا شمالی لوگوں کے ساتھ سمجھوتہ ہوا تو طالبان سمجھوتے کے تحت شمال میں وئے اور مزار شریف پہنچ گئے۔ ازبک لوگوں نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ لوگ کہتے ایران نے ہزارہ قوم سے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔" طالبان تو غیر مسلح تھے انہوں اپنے ہتھیار ساتھ نہیں رکھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ٹینک وغیرہ نہیں تھے۔ وہ تو ے ہتھیاروں کے ساتھ ہزارہ گئے تھے۔ مزار شریف میں طالبان کا کافی جانی نقصان ہزارہ قوم نے ان کو کافی جانی نقصان پہنچایا۔ طالبان کے تقریباً ڈھائی ہزار لوگ گئے باقی بھاگ گئے اور پشتون لوگوں کے گھروں میں چھپ گئے، وہ ایک سانحہ تھا ے طالبان اور ایران کے درمیان اختلافات بڑھے۔ بعد میں جب طالبان دوبارہ وئے تو انہوں نے بامیان پر قبضہ کر لیا اور کچھ تھوڑا بہت اپنا بدلہ بھی لے لیا، یہ حقیقت ایران نے امریکہ کو ہر جگہ پر سپورٹ کیا۔ میں سمجھتا ہوں امریکہ کو ایران کا مشکور ہونا کیوں کہ جب امریکہ نے کابل پر حملہ کیا تو ایران نے شمالی اتحاد کو سپورٹ کیا۔ اس امریکہ کے ہاتھ مضبوط ہوئے۔ جب امریکہ نے بغداد میں حملہ کیا تو ایران نے ان کی مدد کی جنہوں نے اب عراق میں حکومت بنائی اور امریکہ کے ساتھ مل کر کام کر ہیں۔ ایران نے دونوں جگہ پر امریکہ کے ہاتھ مضبوط کیے۔

ال: ایران اس لیے امریکہ کو سپورٹ کر رہا تھا کہ طالبان نے ہمیشہ سپاہ صحابہ کو سپورٹ ہے؟

کرنل امام: کراچی میں ایم کیو ایم کے لوگ جب تخریب کاری کرتے تھے وہ ایران بھاگ جاتے تھے۔ وہ وہاں محفوظ رہتے تھے اور سپاہ صحابہ کے لوگ افغانستان چلے جاتے تھے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ شیعہ لوگوں کا ذہن جہاد کی طرف نہیں ہے جبکہ طالبان جہادی سوچ کے مالک تھے؟

کرنل امام: ایران اور طالبان کی آپس میں بنی نہیں ہے۔ جب طالبان کابل پہنچے تو شیعہ کمیونٹی کے لوگ علاقہ غزنی اور میدان شہر سے گزرے۔ طالبان نے کسی شیعہ کو کچھ نہیں کہا وہ چلے گئے۔ بعد میں تفرقہ پڑا۔

سوال: جب جنرل محمود ملا عمر سے ملنے گئے تو اس کے بارے میں بڑی کہانیاں ہیں کہ وہ ملا عمر کو قائل کرنے گئے تھے مگر ان کو یہ کہہ کر آئے کہ ڈٹے رہو امریکیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اس ملاقات کے اصل حقائق کیا ہیں؟

کرنل امام: جنرل محمود ملا عمر سے ملے تھے لیکن ان کو وہاں ملا عمر سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جنرل محمود علما کے وفد کے ساتھ ملاّ عمر سے ملنے آئے تھے۔ ملا عمر سے علما نے ہی بات کی جو وہ چاہتے تھے مگر ملا عمر نے ان کی بات نہیں مانی۔

سوال: ملا عمر نے کون سی بات کی؟

کرنل امام: علما نے ملا عمر سے کہا'' آپ مہمان (اسامہ بن لادن) کے بارے میں فیصلہ کریں۔ ایک مہمان کے لیے پورے ملک کو داؤ پر مت لگائیں۔ ایک مومن کی فراست ہوتی ہے وہ فراست سے سوچتا ہے آپ نے جو یہ فیصلہ کیا ہے یہ نقصان دہ ہے۔'' پورے ملک سے علما گئے تھے۔ C-130 جہاز پورا بھرا ہوا تھا۔ اس میں ڈاکٹر شیر علی شاہ، تقی عثمانی، کامران مسجد کے مولوی صاحب تھے اور بہت سے علما تھے۔ ملا عمر نے اُن کو جواب دیا'' آپ میرے استادوں کے استاد ہیں، میں تو طالب ہوں۔ آپ علما میں کوئی حافظ حدیث، کوئی حافظ قرآن، کوئی مُفسر قرآن ہیں، آپ مجھے کیا کہہ رہے ہیں۔'' علمائے کرام نے

کہا'' ہم آپ سے سچ بات کہہ رہے ہیں، آپ مہمان کے بارے میں فیصلہ کریں۔ جب سپریم کورٹ نے کہہ دیا ہے کہ مہمان اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جائے تو آپ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ امریکہ کو اِدھر (افغانستان) حملہ کرنے کا موقع نہ ملے۔'' ملا عمر نے جواباً کہا'' پہلے میری بات سُنیں پھر مجھے اس کا جواب دیں۔ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بھی ایک مہمان ایک جگہ پر پہنچا تھا تو پوری دنیا نے دھاوا بول دیا تھا۔ کیا بستی والوں نے اپنے مہمان کو یہ کہا تھا کہ آپ یہاں سے نکل جائیں، ہم خطرے میں ہیں۔ بستی والوں نے تو مہمان سے یہ کہا تھا'' حضرت آپ ادھر ہی رہیں گے۔ آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ہم کٹ مریں گے۔ ہم آپ تک کسی کو نہیں پہنچنے دیں گے''۔ آپ مجھے کیا مشورہ دے رہے ہیں۔'' اس پر علمائے کرام اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئے۔ ملا عمر نے کہا'' آپ میرے لئے دعا کریں۔ میں مہمان کی حفاظت کروں گا۔ یہ افغانوں کا کلچر ہے کہ جب مہمان آتا ہے تو جان، مال، عزت سب داؤ پر لگا دی جاتی ہیں۔ اس مہمان نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔ خواہ مخواہ ان کا بہانا بنا رہے ہیں۔ ہم مہمان کو اپنے پاس رکھیں گے۔'' پھر علما واپس آ گئے۔

سوال: جنرل محمود سے ملا عمر کی کیا بات ہوئی تھی؟

کرنل امام: جنرل محمود کی ملا عمر سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ جنرل محمود تو کمرے کے باہر بیٹھے رہے۔ جب علمائے کرام ملا عمر سے بات چیت کر کے کمرے سے باہر نکلے تو ہم نے کھانا اکٹھا کھایا۔ جنرل محمود نے ملا عمر سے صرف ہاتھ ملایا تھا۔

سوال: جب جنرل محمود نے کوئی بات نہیں کی تو وہ ساتھ کیوں گئے تھے؟

کرنل امام: وہ علما کو ساتھ لے کر آئے تھے۔ جنرل محمود کا اس میں کوئی کام ہی نہیں تھا۔ (مسکراتے ہوئے) ''کہاں ایک امیر المومنین اور کہاں آئی ایس آئی کا ایک جنرل'' میں تو ملا عمر کے ساتھ تھا میری تو بات ہی اور تھی۔ میرے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ میں نے ہی علما کی ٹیم کو خوش آمدید کہا تھا اور میں ہی ان کو قندھار لے کر آیا تھا۔ علما کمرے کے اندر چلے گئے اور جنرل محمود باہر ہی رہے۔ ہاں البتہ ملا عمر نے آتے اور جاتے ہوئے جنرل محمود سے

ہاتھ ضرور ملایا تھا۔ میں ادھر افغانستان میں ہی رہ گیا اور وہ لوگ واپس پاکستان آ گئے تھے۔

سوال: کہا جاتا ہے طالبان اسامہ بن لادن کو کسی مسلمان ملک کے حوالے کرنے کو تیار تھے۔ وہ مسلمان ملک کون سا تھا' یہ کہانی کیا ہے؟

کرنل امام: (کچھ دیر سوچنے کے بعد) مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ نہیں کہا گیا کہ اس مسلمان ملک میں اسامہ بن لادن کا ٹرائل ہوگا۔ اگر اسامہ بن لادن قصوروار ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے بارے میں بات نہ کی جائے؟

کرنل امام: یہ تو صرف میں نے بات کہی ہے کسی اور نے نہیں کی۔ یہ ہو سکتا تھا کہ اسامہ بن لادن نے کہا ہو کہ میرے خلاف مقدمہ دائر کریں' کورٹ بٹھائیں۔ آپ ملاّ عمر کو کیوں تنگ کر رہے ہیں۔ وہ کورٹ کسی جگہ بھی ہو سکتی ہے لیکن مجھے یہ ضمانت دے دیں کہ میں ادھر حفاظت سے پہنچ جاؤں۔ میرا ملک سعودی عرب ہے وہ میری شہریت بحال کریں۔ میں سعودی عرب آ جاؤں گا مگر میری حفاظت کی ضمانت دیں۔ کورٹ میں مقدمہ چلے اگر میں قصوروار ہوں تو مجھے سزا دیں لیکن وہ موقع آیا ہی نہیں۔

سوال: سعودی عرب نے ان کی شہریت کب ختم کی تھی؟

کرنل امام: یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ اسامہ کی شہریت ختم کرنے کے لیے سعودی عرب پر امریکہ کا دباؤ تھا۔ سعودی عرب نے امریکہ کی خواہش پر اسامہ بن لادن کی شہریت ختم کی تھی۔ اصل میں اسامہ بن لادن نے سعودی عرب کو کہا تھا کہ آپ صدام کے خلاف امریکہ کی مدد کیوں کر رہے ہیں۔ بس یہی اس کا قصور تھا۔

سوال: کہا جاتا ہے اسامہ بن لادن نے جو کام کرنا تھا وہ اپنا کام کر گیا ہے۔ آپ اس بارے میں کچھ بتائیں؟

کرنل امام: مجھے تو کوئی سمجھ نہیں آتی انہوں نے کون سا کام کیا ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے مجاہدین کی پیسوں سے مدد کی تھی۔ جہاد تو انہوں نے نہیں کیا۔ ہاں مجاہدین کی پیسوں سے مدد کی۔ آپ اس کو جہاد کہہ لیں۔ اسامہ تو بہت شریف سا آدمی تھا۔ صاف گو'

دھیمے مزاج کا ملنسار انسان تھا۔ امریکہ نے اسامہ بن لادن کو ایسے ہوّا بنا دیا۔ (ہنستے ہوئے) جیسے میرے بارے میں کہتے ہیں۔ میں کتنا شریف آدمی ہوں' میرے گاؤں کی عورتیں یقین نہیں کر سکتیں کہ اس بندے نے جہاد افغانستان میں یہ کام کیسے ہوں گے۔ میں جب کبھی چھٹی پر اپنے گاؤں جاتا تھا تو میں جہاز سے چھلانگ لگا کر اپنے گاؤں اترتا تھا۔ اس طرح میرے بس کے کرائے کے پیسے بچ جاتے تھے اور وقت بھی بچ جاتا تھا۔ جہاز اُڑ رہا ہوتا تھا' میں پائلٹ سے کہتا ادھر سے گزرنا تو دروازہ کھول دینا۔ گاؤں کے لوگوں کو جہاز تو نظر نہیں آتا تھا کیونکہ وہ بہت اونچا ہوتا تھا۔ میں جہاز سے فری فال جمپ کرتا اور نیچے زمین پر آ جاتا تھا۔ میرے گاؤں کے لوگ کہتے یہ بڑا عجیب آدمی ہے۔ کس طرح چھٹی پر گھر آتا ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے جب صوبہ قندوز کا محاصرہ ہوا تو وہاں آپ موجود تھے' پاکستان کے ہیلی کاپٹر کے ذریعے آپ کو وہاں سے نکالا گیا' کیا یہ درست ہے؟

کرنل امام: یہ میرے ایرانی بھائیوں کا پراپیگنڈہ تھا۔ مجھے بھی اس خبر کا پتہ چلا۔ میں اس وقت ہرات میں تھا۔ میں نے ایران کا ریڈیو سُنا (مسکراتے ہوئے) آپ ویسے بہت ہوشیار ہیں۔ آپ ایسی ایسی باتیں یاد کرا رہی ہیں جو میں بھول گیا ہوں۔ میں نے ایرانی ریڈیو مشہد سُنا تو یہ خبر آئی کہ کور کمانڈر پشاور' کرنل امام اور پاکستانی ائیر فورس کے کچھ دستے قندوز پہنچے ہوئے ہیں اور لڑائی میں شامل ہیں۔ میں نے یہ خبر ریکارڈ کر لی اور ایرانی قونصل جنرل کو فون کیا۔ وہ میرے گھر سے دو گھروں کے فاصلے پر رہتے تھے۔ میں نے ان کو فون کیا اور کہا ''علوی زادہ صاحب میں آپ کے ساتھ ایک کپ چائے پینا چاہتا ہوں'' انہوں نے جواباً کہا Most Wellcome۔ میں ان کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے چائے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ جب انہوں نے میرے سامنے چائے رکھی تو میں نے کہا ''میں نے چائے نہیں پینی۔'' انہوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا ''پہلے یہ سنیں۔'' انہوں نے وہ خبر سنی اور حیران ہو گئے۔ میں نے کہا اگر کرنل امام قندوز میں ہے تو آپ کے سامنے کون بیٹھا

ہے؟ آپ کے لوگ کتنا جھوٹ بولتے ہیں، تو علوی صاحب کے پاس اس جھوٹی خبر کا جواب نہیں تھا۔

سوال: امریکہ کا یہ الزام ہے کہ آئی ایس آئی جلال الدین حقانی کو سپورٹ کر رہی ہے جس کی وجہ سے امریکہ افغانستان میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ اس الزام میں کتنی صداقت ہے؟

کرنل امام: جلال الدین حقانی افغانستان کے سب سے سنیئر کمانڈر ہیں۔ ان بیچاروں کو تو تباہ کر کے رکھ دیا گیا، ان کے سات گھر تھے ان کے ساتوں کے ساتوں گھر تباہ ہو گئے' ان کے اہل خانہ کے کئی لوگ شہید ہوئے۔

سوال: افغانوں کی جنگی کارکردگی کے بارے میں کوئی واقعہ بیان کریں؟

کرنل امام: جہاد افغانستان کے دنوں میں ایک دن میں افغانی حاجی خلیل کے ساتھ گاڑی میں جا رہا تھا۔ جہاز آیا جو آدمی ڈگی میں بیٹھا تھا اس نے وائرلیس کا انٹینا مارا۔ ہم نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اُس نے کہا "ادھر کھڑے ہو جائیں' طیارہ آ رہا ہے۔" ہم نے اوپر دیکھا اور کہا کوئی بھی طیارہ نہیں آ رہا ہے۔ اس نے کہا طیارہ کابل سے آ رہا ہے۔ ہم رُک گئے۔ اتنے میں دیکھا تو ایک طیارہ آ گیا' اس نے انٹرسپٹ رکھا ہوا تھا۔ وہ پائلٹ کی آواز سن رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ طیارہ کدھر جائے گا اس نے کہا کہ فلاں جگہ پر فائر کرے گا۔ ہم جھاڑیوں میں چھپ گئے اور گاڑی بھی چھپا دی' طیارے نے ایک چکر لگایا، تین بم پھینکے جو ہم سے کچھ دور گرے۔ جہاز نے ایک اور چکر لگایا پھر تین بم پھینکے۔ جب تیسرا چکر لگا رہا تھا تو آدمی نے کہا اُدھر چلیں۔ ہم نے کہا اُدھر تو طیارہ بم پھینک رہا ہے۔ اس نے کہا وہ اس کا آخری چکر تھا میں نے کہا مگر وہ تو ادھر ہی ہے۔ اس نے کہا وہ آخری تین بم پھینک دے گا۔ اس کے پاس اور بم نہیں ہیں۔ ہماری گاڑی جا رہی تھی تو وہ طیارہ ہمارے اوپر سے گزرا تو پائلٹ نے ہمیں اشارہ کیا کہ میں نے آپ لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ اتنے میں ہم نے آگے دیکھا کہ ایک پہاڑی کے اوپر کچھ لوگ پگڑی اور چادریں لہرا رہے تھے۔ میں ڈر گیا' میں نے کہا کہ وہ دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں وہ اشارہ کر رہے ہیں۔ حاجی خلیل بہت ہنسا، گاڑی

سٹیئرنگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ رہا تھا۔ میں نے کہا "تم دیکھ رہے ہو یہ لوگ کون ہیں کیا اشارہ کر رہے ہیں۔" وہ کہنے لگے "آپ پہاڑی پر جا کر ان سے بات کرنا ہم ادھر ہی رہے ہیں۔" میں نے کہا آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں ہو' وہ جہاز کو کیوں اشارہ کر رہے ہیں؟ جب ہم ایک گھنٹہ کے بعد اس پہاڑی پر پہنچے تو وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور ہم سے ...ل کرنے لگے وہ افغانی تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ جہاز کو کیا اشارہ کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے "وہ حرام زادہ اتنی دور بمباری کر رہا تھا۔ ہم اشارہ کر رہے تھے کہ مجاہدین ہم ہیں ادھر بمباری کرو" میں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہنے لگے ہمیں بم کے کھوکھے اٹھانے کے لیے دور جانا پڑتا ہے۔ میں نے سوچا اس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا جو کھوکھے کے لیے اپنے اوپر بمبنگ کروا رہی ہے ان کو شکست کیسے ہو سکتی ہے۔ میں نے پوچھا ان کھوکھوں کا کیا کرتے ہو' وہ کہنے لگے بم کے یہ کھوکھے پاکستان میں بِک جاتے ہیں۔ پانچ سو روپے کا ایک کھوکھا بکتا ہے۔ اب افغانیوں کی تیسری نسل جنگ میں حصہ لے رہی ہے۔ دادا' بیٹا اور پوتا۔ حاجی فضل دادا اپنی رائفل کو کبھی سیفٹی کیچ نہیں لگاتا، ہر وقت اپنی رائفل فائر کے لیے تیار رکھتا ہے۔ وہ اس عمر میں بھی پاکٹ سائز کا قرآن پاک موم بتی کی روشنی میں پڑھ لیتا ہے۔ اس کا بڑا خوبصورت چھوٹا سا پوتا تھا۔ جو اس وقت **butter fly mines** کو پتھر مار رہا تھا تاکہ وہ پھٹ جائے۔ بٹر فلائی مائنز تو میں کہتا ہوں۔ افغانی اس کو طوطی مین کہتے تھے کیونکہ یہ سبز رنگ کے طوطے کی طرح ہوتے ہیں۔ اس کے پوتے کو پتہ نہیں کہ اس نے جہاد کا رخ کب کیا تھا۔ شروع میں وہ رائفل نہیں اٹھا سکتا' اتنا چھوٹا تھا۔ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، سیڈلنگ کر لیتا ہے۔ ہر کسی کی مدد کرتا ہے جو اس جنگ میں کسی مشکل کا شکار ہوتے۔ یہ بچہ ہے مگر پھر بھی بہت سے کام کر رہا ہے۔

سوال: اس وقت بعض حلقے یہ بھی کہتے ہیں طالبان صرف حقانی نیٹ ورک کا نام ہے۔ کیا درست ہے؟

کرنل امام: نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حقانی صاحب بذات خود افغانستان کے

سب سے بڑے کمانڈر ہیں وہ خود طالبان میں سے ہیں۔انہوں نے طالبان کی بہت
'بے شمار اسلحہ دیا، روپیہ بھی دیا۔ملا عمران کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھے۔حقانی
کے زمانے سے جہاد شروع کیا اور وہ ابھی تک لڑ رہے ہیں۔

خاص بات بتاؤں حقانی بہت بڑے لیڈر ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ملا
کے مقابلے میں کچھ نہیں لیکن انہوں نے ملا عمر کی بیعت کر لی وہ ان کو امیر المومنین ما
ہیں۔افغان جہاد انسانی تاریخ کی بہت بڑی جنگ تھی۔صرف سوویت یونین کے سا
جنگ میں 15 لاکھ افغانی شہید' 5 لاکھ زخمی اور کچھ لاپتہ ہوئے۔انسانی جانوں کا یہ تناسب
کی کسی جنگ سے بھی بڑا ہے۔یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا۔امریکہ شروع میں تیار نہیں
جب اس نے افغانوں کو جنگ کرتے دیکھا اور اس نے مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔یہ جہا
عقیدہ اور عالمی معیار کے مذہبی جذبے کے ساتھ جنگ تھی۔افغانوں کی جرأت، بہاد
اور قربانی کے جذبے کی مثال شاید ہی موجودہ دور میں کہیں ملے۔یہی وجہ ہے کہ یہ نا قا
شکست ہیں اور امریکی سپر پاور کی بھی یہی الجھن ہے۔امید ہے امریکہ یہ نقطہ عنقریب
جائے گا۔امریکہ کو مجبوراً اپنی پالیسی بدلنا پڑے گی۔اسی میں اس کا فائدہ ہے۔اس بار
پاکستانی قوم سے مدد لے سکتا ہے۔اس کی موجودہ پالیسی کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔

سوال: کہا جاتا ہے امریکہ کے نکل جانے کے بعد حکمت یار اور طالبان آپس میں لڑ
گے۔بے شک وہ اب اکٹھے امریکہ کے خلاف لڑ رہے ہیں کیونکہ دونوں کا حکومت کر
نظریہ مختلف ہے۔ایک جمہوریت پسند اور دوسرا شرعی خلافت کے حق میں ہے؟

کرنل امام: میں افغانوں سے کہا کرتا تھا کہ جب باہر سے دشمن آتا ہے تو آپ پر ا
ہو جاتے ہو، آپس کی لڑائی ختم کر دیتے ہو۔ان کے آپس کے جھگڑے بڑے خطرنا
ہوتے ہیں۔اس میں بڑا نقصان ہوتا ہے۔جب دشمن باہر سے آجاتا ہے تو وہ سب کو بلا
کہتے ہیں پہلے اس کا بندوبست کرتے ہیں پھر آپس میں لڑیں گے۔

سوال: اس کا مطلب ہے کہ یہ آپس میں پھر لڑیں گے؟

کرنل امام: نہیں' اللہ تعالیٰ کا رحم ہو جائے گا لیکن امریکہ کی شرارتوں کی وجہ سے امن
و امان بگڑے گا۔ پاکستان پر دباؤ کا امکان ہے۔اس میں انڈیا اور امریکہ شامل ہوگا۔
امریکہ کو اتنی مار پڑے گی کہ امریکہ ٹوٹ جائے گا۔امریکن ریاستیں علیحدہ ہو جائیں گی لیکن
وہ سٹیٹس پھر اس فوج کی مدد کریں گی۔پھر افغانستان سے افغانی' ایران سے ایرانی' عرب
سے عربی اکٹھے ادھر آ کر پاکستانی مسلمانوں کی مدد کریں گے اور یہ اتنا بڑا لشکر ہو جائے گا کہ
پورا انڈیا کانپنا شروع کر دے گا۔انڈیا میں ایک ہندو بنیا ہوگا جس کا نام ''گ'' سے شروع
ہوتا ہے وہ مسلمان ہو جائے گا اس کی وجہ سے بے شمار لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔یہ پیشن گوئی
کرنے والے بزرگ کہتے ہیں کہ جب اہل لاہور شامل ہوں گے تو بہت بڑا انقلاب
آئے گا، کشمیر پر قبضہ ہو جائے گا۔اس کے بعد دہلی پر قبضہ ہو جائے گا۔اس کے بعد پورے
ہند میں کوئی ایک آدمی بھی غیر مسلم نہیں رہے گا۔اس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا لیکن اس
سے پہلے میرا جو اندازہ ہے دو سے تین ملین آدمی مارے جائیں گے۔اتنی خرابی ہوگی' نظم و
نسق ختم ہو جائے گا' حکومت ختم ہو جائے گی تو یہ بچے ہتھیار اٹھائیں گے جیسے طالبان بچے
تھے۔

سوال: اس بزرگ نے یہ بھی پیشن گوئی کی کہ یہ کب ہوگا؟

کرنل امام: ایسا اگلے دس سالوں کے اندر اندر ہونا چاہیے۔لیکن ہو سکتا ہے اس سے
پہلے ہو جائے کیونکہ ہماری 61 سالہ غلطیوں کی وجہ سے یہ کام تیز ہو جائے گا۔

سوال: ان بزرگ کا کیا نام ہے؟

کرنل امام: ان کا نام نعمت شاہ ولی ہے۔انہوں نے کہا تھا پرانے قصے دھو دو۔ہند کی
دوبارہ بات کرو۔انہوں نے شاعری کی صورت میں یہ پیشن گوئیاں کئی سو سال پہلے دہلی میں
بیٹھ کر لکھی تھیں اور اس وقت سے اب تک جو کچھ ہوا ہے اس کے مطابق ہی ہوا ہے۔

سوال: طالبان کی شناخت رکھنے والے ان قبائلی پٹھانوں کی عسکری مزاحمت کس مرحلے
میں داخل ہو چکی ہے۔اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

کرنل امام: ان کی عسکری مزاحمت کو ہم مرحلہ وار نہیں کہہ سکتے۔ میں ان کو طالبان نہیں کہوں گا میں ان کو پشتون کہوں گا اور پشتونوں کی عسکری مزاحمت اس طرح ہے کہ ان کو باہر سے کوئی امداد نہیں مل رہی ہے۔ یہ اپنے محدود وسائل سے ہی دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ نہ ان کے پاس ٹینک ہیں نہ جہاز اور نہ مشین گنز۔ ان کے پاس صرف بندوقیں ہیں۔ طالبان کے پاس جو کچھ تھا جب ان کو کابل، قندھار اور کوہستان سے نکال دیا گیا۔ ان سے ہر قسم کا جنگی ساز و سامان چھین لیا گیا۔ اُن کے جہاز تباہ کر دیے گیے۔ قبائیلیوں نے رائفلز اٹھائی ہوئی ہیں، پتھر اٹھائے ہوئے ہیں یا پھر چند کلوگرام ان کے پاس شیٹ ایکسپلوزن ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار ہے۔ اس کی جیکٹ خودکش حملہ آور اپنے جسم سے باندھتے ہیں اور ان کو جہاں کوئی گورا (انگریز) نظر آتا ہے خودکش حملہ کر کے اس کو مار دیتے ہیں۔ ایکسپلوزن شیٹ کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ جن میں مایا (liquid)، PNT اور PSP شیٹ ایکسپلوزن قابل ذکر ہیں۔ شیٹ چادر، یہ ربڑ کی طرح ہوتی ہے اس کو موڑ سکتے ہیں۔ اس کی آسانی سے جیکٹ بن سکتی ہے اور وہ پہنی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایک بے وسیلہ شخص، جو جنگ کرنا چاہتا ہے یہ اس کا آخری حربہ ہے اور اس کے پاس وسائل بھی نہیں ہیں تو وہ کہتا ہے ٹھیک ہے میں مارا جاؤں گا لیکن مرنے سے پہلے میں دشمن کو ماروں گا۔ تو وہ اپنے جسم پر ایکسپلوزن شیٹ (sheet explosion) باندھ لیتے ہیں۔ یہ نہایت بے وسیلہ گروپ کی جنگ ہے۔ ان کو کسی طرف سے کوئی امداد نہیں مل رہی۔ ان کے اندر مزاحمت کا جذبہ ہے۔ یہ جس حالت میں مزاحمت کر رہے ہیں کرتے رہیں گے۔ میں قبائلی جنگ جوؤں کی نیٹو فورسز کے ساتھ جنگ کو ایک بے وسیلہ، مجبور اور پورے خاندان کے ختم ہو جانے کے بعد بچ جانے والے شخص کے ردعمل کا نام دوں گا۔

سوال: طالبان کی حکومت آئی اور طالبان افغانستان میں چھا گئے۔ نائن الیون کے بعد اچانک اتنی تیزی سے ان کی پسپائی ہوئی اس میں امریکہ کا سو فیصد ہاتھ رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طالبان حکومت کے زوال کا سبب آئی ایس آئی بنی، اس بات میں کس حد تک سچائی ہے؟

ل امام: آئی ایس آئی کے صرف جہاد افغانستان کے دوران سی آئی اے سے روابط ہیں۔ آئی ایس آئی صرف حکومتی پالیسی پر عمل کرتی ہے جہاں تک آئی ایس آئی کے سی آئی اے سے روابط کا تعلق ہے۔ جہاد افغانستان کے وقت آئی ایس آئی کو معلومات فراہم نے کا حکم دیا گیا تھا، سو معلومات فراہم کی گئیں مگر ایک بات اور بھی ہے کہ میں نے خود مر کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ان سے روایتی جنگ نہیں کر سکتے جبکہ ملاّ عمر کی خواہش تھی ی فوج زمین پر آئے اور میں ان کے ساتھ زمینی جنگ کروں مگر امریکہ نے ان باری کی۔ میں نے ملاّ عمر سے کہا تھا کہ انہیں پہاڑوں میں چلے جانا چاہیے کیونکہ ان پاس جدید ہتھیار نہیں ہیں مگر ملاّ عمر کو اپنی غلطی کا احساس بعد میں ہوا۔ اب وہ ٹھیک طرح ٹو اور امریکی افواج کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

معروف کمانڈر طاہر عظیمی

غلام دستگیر نورزئی اور کمانڈر امیر حمزہ نورزئی

باب نمبر 6

- میں نے طالبان کو ابھرتے اور چھا جاتے دیکھا ہے
- صدر حامد کرزئی کے والد تخریب کار قبائلی لیڈر تھے
- امریکہ دہشت گردی کے نہیں، ہمارے مذہب کے خلاف جنگ کر رہا ہے
- ہمارے معاشی حالات لوگوں کو طالبان کی طرف دھکیل رہے ہیں
- پراپیگنڈہ ہے کہ طالبان عورت کے ساتھ ظلم کرتے ہیں
- طالبان کی حکومت میں ہرات کی عورتیں بازار جا کر خرید و فروخت کرتی تھیں
- افغانستان سے تجارت کیلئے موٹروے اور سڑک کا منصوبہ جنرل نصیر اللہ بابر کا تھا
- ملا عمر نے کابل، ہرات اور جلال آباد پر قبضہ کرنے کے بعد صدر استاد ربانی سے استعفیٰ مانگا
- امریکہ، طالبان اور مجاہدین کو آپس میں لڑا کر کمزور کرنا چاہتا تھا
- ہرات کی عورتوں نے طالبان کو جوتے مارے وہ پگڑیوں میں منہ چھپائے ہوئے بھاگ گئے
- ملا عمر نے عورتوں کی تعلیم پر وقتی پابندی لگائی تھی کیوں کہ نصاب غیر اسلامی تھا
- امریکہ کے ظلم کی وجہ سے طالبان کے ساتھ پختون شامل ہو گئے
- طالبان لڑائی میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے

طالبان اور خواتین

سوال :سُنا ہے آپ کو بھی قندھار جاتے ہوئے روکا گیا، آپ کے ٹرکوں کا مال بھی لوٹا گ
آپ نے طالبان کو جا کر بتایا کہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے ملا عمر
کو اکسایا کہ ان پر کنٹرول کرو۔ اصل حقائق کیا ہیں؟

کرنل امام : (مسکراتے ہوئے) اچھا ٹھیک ہے۔ اصل میں طالبان کے آنے سے
بھی جنرل نصیر اللہ بابر وزیر داخلہ تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ہم تجارت کے لیے افغا
سے سڑک بنائیں اور انہوں نے ایک ٹیم تیار کی۔ جس میں نیشنل ہائی وے کے چیئرمین
جنرل ہدایت اللہ نیازی، بریگیڈئر اسلم بودلہ جو اوّل وقت میجر تھے، کنسٹرکشن منسٹری کے
سیکرٹری کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی شامل تھے۔ جنرل نصیر اللہ بابر نے کہا کہ یہ ٹیم افغا
میں جا کر وہ جگہ دیکھے جہاں سے سڑک بنائی جا سکتی ہے اور ایک پروجیکٹ تیار کر
افغانستان اور پاکستان کے درمیان ہائی وے بلکہ موٹر وے کہاں بنانی چاہیے تا کہ افغا
کے ساتھ ہماری تجارت کھل کے ہو سکے۔ مجھے رات کو بتایا گیا کہ کل ایک وفد کابل جا رہا
آپ ان کے ساتھ جائیں گے۔ آپ لنڈی کوتل پہنچ جائیں۔ جب میں وہاں پہنچا میں
ان سے کہا کہ آپ کدھر جائیں گے۔ انہوں نے بتایا ہم کابل جائیں گے وہاں
سنٹرل ایشیا اور تاشقند جائیں گے پھر واپس آ جائیں گے۔ میں نے پوچھا اس دور
مقصد کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم موٹر وے بنانے کے لیے راستہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں
کہا اللہ کے بندو تجارت کے لیے کابل والا راستہ ٹھیک نہیں ہے، تجارت کے لیے قندھار
راستہ ہے جس میں پہاڑیاں کم ہیں۔ اس راستے میں خرابی ہے یہاں پر سلانگ سرنگ
۔ اس میں آپ موٹر وے کس طرح بنائیں گے۔ وہ تو سال میں تین مہینے برف کی وجہ
بند ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا ابھی آپ ہمارے ساتھ جھگڑا نہ کریں۔ گاڑی میں بیٹھیں

یں۔ مجھے انہوں نے اپنے ساتھ اس لیے رکھا تھا تا کہ راستے میں ان کو مشکل نہ ہو۔ خیر ہم
س چیک پوسٹ پر جاتے، ہمیں روکا جاتا۔ جب وہ لوگ (مجاہدین) فرنٹ سیٹ پر مجھے
بیٹھا دیکھتے تو حالات ہی تبدیل ہو جاتے۔ یہ طالبان کے آنے سے پہلے کی بات ہے۔ ہم
س چیک پوسٹ سے گزرتے وہ کہتے آپ نیچے اتریں، کھانا کھا کر جائیں۔ بڑی مشکل
جان چھڑا کے ہم آگے جاتے تھے۔ ننگر ہار کے گورنر کو پتہ چلا تو انہوں نے بھی کھانے
کے بغیر آگے نہیں جانے دیا۔ وہاں سے کھانا کھایا، آگے کابل پہنچے۔ کابل میں مولوی یونس
الص (مرحوم) کے مجاہدین تھے۔ آگے کابل میں استاد ربانی اور مولوی یونس خالص کے
وں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا مولوی صاحب کدھر ہیں۔ کہنے لگے
ہد میں بیٹھے ہیں۔ میں مولوی صاحب سے ملا، وہ کہنے لگے تو کدھر آ گیا ہے۔ میں نے کہا
یں ٹیم لے کر آیا ہوں۔ یہ تجارت کے لئے سڑک کے لیے راستہ دیکھ رہے ہیں، سڑک
ئیں گے۔ مولوی یونس خالص کہنے لگے تم پہلے یہ لڑائی تو ختم کراؤ۔ میں نے کہا، میں کابل
کر استاد ربانی سے ملتا ہوں۔ انہوں نے کہا وہاں پر تو لڑائی لگی ہوئی ہے۔ اس وقت سورج
وب ہو رہا تھا۔ میں جلدی سے گیا اور آگے فرنٹ لائن پر پہنچا، فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں
نے ایک آدمی سے کہا پگڑی اتار کر اس کا جھنڈا بناؤ، جھنڈا لے کر آگے بڑھے تو ایک آدمی
ماری طرف آیا۔ ہم نے اس آدمی کو بتایا ''میں کرنل امام ہوں ان سے کہو جنگ بندی
کرو'' اس نے پیچھے جا کر بتایا۔ جنگ بندی ہوئی۔ میں گاڑی نکال کر ان کے پاس گیا وہ بھی
رے شاگرد تھے۔ میں نے کہا ''تم لوگ لڑائی کیوں کر رہے ہو۔'' وہ مجھ سے ایک
سرے کے بارے میں گلے شکوے کرنے لگے۔ میں نے کہا ''مجھے کابل جانے دو۔ رات
گئی تھی۔'' وہ میرے ساتھ چل پڑے انہوں نے مجھے کابل چھوڑا۔ وہاں میری استاد ربانی
احب سے ملاقات ہوئی۔ ان سے میری بات ہوئی، انہوں نے کہا ''میں آپ کی حفاظت
کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ آپ کو راستے میں مشکل ہو گی۔ ہمارے جو مخالف مجاہدین ہیں
وہ آپ کو روکیں گے''۔ ہمارے ساتھ ہمارے تحفظ کے لیے کوئی بھی جانے کو تیار نہیں تھا۔

استاد ربانی نے مجھے دیکھا اور کہنے لگے ''یار جب تم ساتھ جا رہے ہو پھر آپ کو تحفظ کی کیا ضرورت ہے۔'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے۔'' راستے میں ہر پارٹی کے مجاہدین تھے۔ میں گزرتا گیا۔ ہم مزار شریف جانے کی بجائے سیدھے قرمز بارڈر پر پہنچ گئے۔ ازبکستان بارڈر والوں نے کہا جنرل دوستم آپ کا انتظار کر رہے ہیں' ہم رات بارہ بجے مزار شریف پہنچے۔ جنرل دوستم ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ جنرل دوستم سے ہماری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہمیں کھانا کھلایا اور کہا آپ آرام کریں اور صبح ناشتہ کر کے جائیں۔ ہم نے کہا ''بُرا نہ مانیں ہم صبح سویرے نکلیں گے اور چائے ازبکستان جا کر پئیں گے۔'' ہم صبح سویرے اٹھے اور ہم نے دریائے آمو کراس کیا اور وہاں سے ہوتے ہوئے تاشقند گئے۔ ازبکستان والوں سے بات ہوئی اور ہم واپس آ گئے۔ پاکستان آ کر میں نے جنرل نصیر اللہ بابر کو بتایا کہ یہ راستہ موٹروے کے لئے موزوں نہیں۔ کوئٹہ' قندھار اور ہرات والی سڑک ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگے اس کا پروگرام بناؤ۔ جنرل نصیر اللہ بابر با اختیار وزیر تھے، بے نظیر بھٹو ان پر بڑا اعتماد کرتی تھیں۔ خیر جنرل نصیر اللہ بابر نے کہا اس بار میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلوں گا۔ پھر ایک نیا پروگرام بنا اور وہی ٹیم چلی۔ ہم راستے میں لوگوں سے ملتے گئے دعوتیں کھاتے گئے۔ ہرات میں ہم دو رات ٹھہرے آگے اشک آباد آ گیا۔ جو ترکمانستان کا کیپٹل ہے۔ وہاں پر رات گزاری۔ ان سے بات چیت کی۔ وہ بڑے خوش ہوئے کہ سڑک بنے گی۔ پھر ہم ازبکستان میں بخارا' ثمر قند اور تاشقند گئے۔ ان کو بھی بتایا کہ یہ سڑک مستقبل کا تجارتی راستہ ہوگی۔ وہاں سے ہم قازقستان' قرغستان، کاشغر اور چائنہ پہنچ گئے۔ چائنہ سے ہم خنجراب کے راستے واپس گلگت گئے۔ گلگت سے آگے وہ سارا علاقہ بھی دیکھ لیا۔ جنرل نصیر اللہ بابر نے کہا ''ٹریڈ کارواں پہلے مغرب سے قندھار تک پہنچتے تھے۔ اب مشرق سے سنٹرل ایشیا میں جائیں گے۔'' وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے 30 اکتوبر 1994ء کو اشک آباد میں ترکمانستان کے قومی دن کی تقریب میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ جنرل نصیر اللہ بابر کا پروگرام یہ تھا کہ ہمارا کارواں اس راستے سے تحائف لے کر جائے۔ 30 بڑے بڑے ٹرک

ہوں اور یہ کارواں اس وقت اشک آباد پہنچے جب وزیر اعظم بینظیر بھٹو اُدھر ہوں تاکہ دنیا کو بتایا جائے کہ یہ راستہ کھل گیا ہے۔ مجھے اس کارواں کا انچارج بنایا گیا۔ جب میں کارواں لے کر نکلا تو آگے ملا عمر کی قندھار میں مقامی مجاہدین کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی۔ ملا عمر نے قندھار پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ ملا عمر نے مجھے کہا ''اگر آپ قندھار جائیں آئیں گے تو یہ لوگ (مقامی مجاہدین) آپ کو روکیں گے، جھگڑا کریں گے اور میرا کام بھی خراب ہو جائے گا۔ فی الحال آپ رُک جائیں' جب میں راستے صاف کر لوں گا آپ کو اطلاع کر دوں گا۔ پھر آپ جدھر مرضی جانا چاہیں جائیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہم جائیں گے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔'' جبکہ جنرل بابر کا حکم تھا کہ تم اس وقت کارواں کو لے کر پہنچو جب وزیر اعظم بینظیر بھٹو اُدھر تقریب میں ہوں۔ اس تقریب کے ہونے میں تین دن رہ گئے تھے۔ میں واپس کوئٹہ آیا۔ کارواں تیار کھڑا تھا۔ میں نے کارواں کو نوشکی کی طرف موڑ دیا کیونکہ میں اس علاقے کو جانتا تھا۔ میں نے سوچا نوشکی سے کچے راستوں سے ہوتا ہوا دریائے ہلمند عبور کروں گا اور قندھار کو بائی پاس کر جاؤں گا۔ راستے میں دریا تھا۔ میں نے آگے مجاہدین کو پیغام بھیج دیا کہ کچھ ٹینک بھیج دیں، اگر ہمارے ٹرک پھنس جائیں تو ٹینکوں کی مدد سے دریا سے نکال لیں۔ یہ ساری تیاری کر کے میں نے کارواں بھیج دیا۔ نوشکی میں مجھے ڈی سی نے روک لیا اور کہا جنرل نصیر اللہ بابر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان دنوں وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے مجھے باکس نما موبائل فون دیا ہوا تھا۔ میں نے وہ کھولا اور انٹرنیشنل ڈائریکٹ ڈائلنگ پر جنرل نصیر اللہ بابر سے رابطہ کیا۔ جنرل نصیر اللہ بابر نے مجھ سے پوچھا آپ کدھر جا رہے ہو؟ میں نے بتایا کہ میں نوشکی جا رہا ہوں کیونکہ قندھار میں لڑائی لگی ہوئی ہے۔ جنرل نصیر اللہ بابر نے کہا ''آپ نے قندھار کے اندر سے کارواں کو لے کر گزرنا ہے۔'' میں نے کہا ''جنرل صاحب وہاں لڑائی ہو رہی ہے۔'' وہ کہنے لگے ''جب تم وہاں جاؤ گے تو لڑائی بند ہو جائے گی۔'' میں نے جنرل نصیر اللہ بابر سے کہا ملاّ عمر نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں قندھار نہ جاؤں۔ جنرل نصیر اللہ بابر کہنے لگے ''اگر تم قندھار کے اندر سے نہیں

جا سکتے تو مت جاؤ، ہم تو دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ قندھار کا راستہ کھلا ہے۔" میں نے کارواں
پھر واپس موڑ لیا اور کوئٹہ پہنچ گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ میں پھر قندھار گیا
ملّا عمر کو ملا، اُن کو بتایا میں کارواں لے کر قندھار والی سڑک سے جانا چاہتا ہوں۔ ملا عمر نے
مجھے کہا "تمہاری مرضی، یہ تمہارے جاننے والے، تمہارے شاگرد ہیں۔ ان سے تم چٹھی لکھوا
لو۔" میں نے ان کے پاس بندہ بھیجا اور سب نے کہا آپ اس سڑک کے راستے جا سکتے
ہیں۔ جب میں اس راستے سے نکلا تو وہاں پر جو خراب مجاہدین تھے انہوں نے ہمارے
کارواں کو قندھار ائیر پورٹ کے پاس روک لیا۔ اور کارواں کو دوسرے کچے راستے کی
طرف موڑ دیا۔ میں بہت پیچھے تھا۔ جب میں پہنچا میں نے ان سے کہا تم یہ کیا کر رہے ہو؟
انہوں نے جواب دیا "ہم کارواں کو آگے نہیں جانے دیں گے کیوں کہ حکومت پاکستان
ملا عمر (طالبان) کی مدد کر رہی ہے۔" میں نے کہا "میں حکومت پاکستان کا نمائندہ ہوں۔
آپ ان ٹرکوں میں دیکھ لیں کیا ہے۔ ان میں راشن، دوائیاں، کپڑے اور سرجیکل آلات
ہیں۔ اس میں اسلحہ نہیں ہے۔" خراب مجاہدین نے کہا "نہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جب
تک طالبان یہاں سے واپس نہیں جاتے ہم اس کارواں کو نہیں چھوڑیں گے۔" میں آگے
گیا اور اگلی پوسٹ کے کمانڈر سے بات کی تو وہ سابقہ مجاہدین تھے۔ انہوں نے میری گاڑی
بھی روک لی۔ میں نے کہا "آپ مجھے روک کر غلطی کر رہے ہیں آپ کو نقصان ہوگا۔
" ہماری آپس میں تھوڑی سی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ میں نے کہا "اپنے بڑے کمانڈر کو بلاؤ۔"
بڑا کمانڈر میرا سابقہ سٹوڈنٹ تھا۔ اس کا نام امیر لالے پوپل زئی تھا۔ جس نے کارواں کو
رکوایا تھا۔ وہ کمانڈر منصور عصمت اللہ اچکزئی کا چھوٹا بھائی تھا۔ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح
جانتے تھے۔ یہ مجاہدین (طالبان) کے خلاف تھے اور ان کے خلاف لڑتے رہتے تھے۔ میں
ان کو خفیہ طور راشن بھیجتا رہتا تھا۔ امیر لالے پوپل زئی کے ساتھ میری بڑی سخت کلامی
ہوئی۔ میں نے کہا "تم بہت احسان فراموش ہو۔ تم نے میرے کارواں کو روکا۔" اس نے کہا
"یہ ہماری مجبوری ہے کیوں کہ حکومت پاکستان نے دخل اندازی کر دی ہے۔" میں نے کہا

پاکستان دخل اندازی نہیں کر رہی ہے۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔" خیر ہمارا
اور ہماری ٹیم بھی روک لی گئی۔ سامان ہماری گاڑیوں سے نکال لیا گیا تھا۔ میں نے
آپ نے جو کچھ کیا، ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کی مائیں بہنیں پاکستان میں ہماری مہمان
ہیں اور آپ یہ حرکت کر رہے ہیں، آپ نقصان اٹھائیں گے۔ یہ کارواں میرا نہیں
پاکستان بے نظیر بھٹو کا ہے۔ آپ کی اس حرکت پر پاکستان آپ کے خلاف
کرے گا۔ امیر لالے پوپل زئی نے کہا پاکستان جو مرضی کارروائی کرے ہم تیار
آپ ہمارے استاد ہیں آپ کی ہم عزت کرتے ہیں۔ آپ واپس جانا چاہتے ہیں
تک آپ محفوظ پہنچ سکتے ہیں ہم چھوڑ دیں گے۔ آگے طالبان بھی آپ کے آدمی
آپ ان کے ساتھ پاکستان چلے جائیں۔ آپ قندھار جانا چاہتے ہیں اپنے دفتر میں
چلے جائیں۔ میں نے کہا "میں نہیں جاؤں گا۔ میں اپنے کارواں کے ڈرائیوروں
ساتھ رہوں گا۔ آپ کو پتہ ہے مجاہدین آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔" انہوں
کہا سب مجاہدین اس بات پر متفق ہیں۔ میں نے کہا اُن کو بلاؤ، کافی سارے کمانڈر
مجاہدین) آ گئے۔ اس واقعہ کے بعد وہ مجھ سے نظریں نہیں ملا رہے تھے۔ وہ مجھ سے خفا
آپ کارواں کے ساتھ کیوں آئے ہیں۔ میں نے کہا میرے ملک کا کارواں ہے میں
نہ ساتھ آؤں۔ انہوں نے کہا "ہم کارواں نہیں چھوڑیں گے۔ آپ بے شک چلے
۔ جہاں تک محفوظ راستہ ہے وہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔" میں نے کہا اس کارواں کو
مت رکھو، وہ کمیونسٹ اور عصمت اللہ اچکزئی کے لوگ ہیں۔ آپ اس کارواں کو اپنے
لے آئیں۔ یہ آپ کے پاس مہمان ہوں گے۔ انہوں نے کہا کارواں شام تک
ئے گا۔ میں نے کہا جب کارواں آ جائے گا میں چلا جاؤں گا۔ شام تک کارواں نہیں
میں قندھار چلا گیا۔ رات ادھر رہا میں، بڑا فکر مند تھا۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔ میں
چودہ سال ان کے لیے (افغانوں) اتنا کام کیا اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے
ے ساتھ یہ کیا سلوک کیا ہے؟ حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے یہ ہوا۔ رات کو کوئی

حرکت نہیں ہوئی، طالبان میرے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا ہم تمہاری وجہ سے ر
ہوئے ہیں۔ اگر تمہارا کارواں ادھر نہ ہوتا ہم قندھار ائیر پورٹ پر قبضہ کر لیتے۔ میں
کہا ''جاؤ قبضہ کرو، میرے ٹرکوں کے کارواں کی پروانہ کرو۔'' مجاہدین (طالبان) نے
آپ کے بندے مریں گے۔ میں نے کہا مرنے دو۔ صبح پھر میں خراب مجاہدین کے پاس
ان کی منتیں کی اور ان سے کہا میں تمہارے لیے ہی کہہ رہا ہوں، ایسا مت کرو۔ آپ لوگوں
شدید نقصان ہوگا۔ آپ غلط کام کر رہے ہیں۔ اتنے میں صدر حامد کرزئی صاحب کے
احد کرزئی بھی آ گئے۔ اللہ ان کو بخشے وہ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ نہایت تخریب کار قبائلی
تھے۔ انہوں نے کارواں روکنے والوں سے پوچھا ٹرکوں میں کیا ہے؟ مجاہدین نے کہا ٹرکوں
میں تو چینی اور چاولوں کی بوریاں ہیں اندر ایسا کچھ نہیں ہے۔ احد کرزئی نے کہا ''اس طر
کروان ٹرکوں میں ڈالر اور اسلحہ رکھ دو۔ بی بی سی اور وائس آف امریکہ کو بلوا لیتے ہیں۔ وہ
ٹرکوں میں اسلحہ اور ڈالر دیکھیں گے اور دنیا کو پتہ چلے گا کہ پاکستان سے یہ سامان جا رہا
۔'' وہاں ان لوگوں میں میرے سٹوڈنٹ بھی تھے انہوں نے مجھے یہ سب کچھ بتا دیا۔ میں
کہا اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرے گا
دوسری رات میں نے بڑی بے تابی سے گزاری۔ میں پھر ملا عمر کے پاس گیا۔ انہوں نے
کہا ''آج ہم حملہ کرنے لگے ہیں۔'' میں نے جواب میں کہا ''آپ حملہ کریں۔'' ملا عمر
کہا ''آپ کے آدمی مارے جائیں گے'' میں نے جواب دیا ''مرنے دو۔ میری وجہ
آپ اپنا اتنا بڑا آپریشن مت روکیں۔'' خیر رات کو پتہ چلا ٹرکوں کو جنہوں نے پکڑا ہوا تھا
چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور ہماری جیپ بھی ساتھ لے گئے ہیں۔ پاکستان ٹی وی ٹیم جہاں
تھی وہ وہاں ہی ہے۔ میں نے ملا عمر سے کہا مجھے بندے دو۔ جا کر پتہ کرتے ہیں کہ
آدمی مرے ہیں اور کتنے زندہ ہیں۔ ملا عمر نے کہا میں تو خود ادھر نہیں جا سکتا۔ راستے میں
طالبان اور مجاہدین ہیں۔ وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ اندھیری رات ہے یہاں بجلی بھی نہیں
ہے۔ میں نے کہا جو وہاں پر کمانڈر ہے میری اس سے بات کرا دو۔ ملا عمر نے کہا وہاں کو

نہیں ہے۔ میں نے کہا ملا یار محمد وہاں قریب ہے تو سب ہنس پڑے، کہنے لگے
کرنل امام ہم سب کو جانتے ہیں۔ انہوں نے میری ملا یار محمد سے بات کرائی۔ میں نے ان سے
پوچھا کیا حالات ہیں؟ ملا یار محمد نے کہا ''میں آپ کے لوگوں سے ملا ہوں اور ان سے ہاتھ
ملایا۔ انہوں نے مجھے کوئی بات نہیں بتائی، وہ خوش تھے''۔ میں نے ان سے کہا آپ
آرام کرو۔ صبح آپ سے بات ہوگی۔

سوال: کارواں میں کتنے ٹرک اور آدمی تھے؟

کرنل امام: 30 ٹرک اور 65 آدمی تھے۔ ایک میجر اور باقی ڈرائیور تھے۔

سوال: سب لوگوں کا آرمی سے تعلق تھا؟

کرنل امام: جی ہاں، یہ این ایل سی کی گاڑیاں تھیں۔

سوال: آپ کو اس دوران اپنی ذات کے حوالے سے خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ یہ لوگ آپ کو
نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

کرنل امام: افغانستان کے ہر گھر سے میرا تعلق تھا۔ مجھے تو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ ہاں!
یہ پتہ چلا تھا کہ انہوں نے منصوبہ بنایا ہے کہ کرنل امام کو ایسی جگہ لے جا کر گولی مار دو۔
تاکہ کسی پر ان کے قتل کا الزام نہ آئے ورنہ آپس میں جنگ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بچانے
والا ہوتا ہے۔ خیر میں ملا عمر کے دو کمانڈر لے کر صبح وہاں پہنچا۔ وہاں پر بہت بڑا آرمی
...ن تھا۔ وہاں ٹینک اور توپیں تھیں۔ جنہوں نے ہمارے کارواں کو پکڑا تھا وہ سب
بھاگ گئے تھے۔ میں نے اپنے لوگوں سے پوچھا وہ لوگ کیسے بھاگ گئے۔ انہوں نے بتایا
سامنے جنگل میں، پہاڑ کے اوپر، انہوں نے ایک بندہ دیکھا وہ سمجھے طالبان آ گئے ہیں۔
بڑے کمانڈر اپنی بیویاں بچے لے کر بھاگے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھاگ گئے۔
...اور توپیں چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ بندہ کدھر گیا۔ انہوں نے بتایا وہ کیمپ کے
...ہے۔ وہ بندہ تین دن سے بھوکا تھا، راستہ بھولا ہوا تھا، وہ پہاڑی سے اتر رہا تھا۔ اصل
میں طالبان کی دہشت اتنی تھی کہ انہوں نے ایک لنگڑے لولے آدمی کو پہاڑ سے اترتے

دیکھا اور بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اس بندے کو دیکھا وہ بندہ بڑے بُرے حال
تھا۔ ڈرائیور اُسے کھانا کھلا رہے تھے۔ پھر ہم پاکستان ٹی وی ٹیم کو لے کر بڑے کارواں
پاس پہنچے وہ سارے آدمی ٹھیک تھے۔ صرف انہوں نے ان کے بوٹ اتارے تھے تا
بھاگ نہ جائیں۔ بوٹ بھی ہمیں ایک گھر سے سارے مل گئے۔ انہوں نے جو سامان
سے اتارا ہوا تھا، چینی، چاول اور چنے کی بوریاں وغیرہ وہ بھی ہم نے اٹھا کر دوبارہ
میں رکھیں اور ہم قندھار آ گئے۔ ملا عمر نے بس اتنا گلہ کیا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ
تک میں نہ کہوں' نہیں آنا۔ میں نے کہا وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ہماری وجہ سے آپ کا
آسان ہو گیا ورنہ لڑائی ہوتی۔ اس کے بعد میں قندھار سے آگے تاشقند اور بخارا تک
اب ہمارا کارواں جہاں پہنچتا، لوگ راستے سے ہٹ جاتے تھے۔ کوئی آدمی راستے میں
نہیں ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملا عمر نے اپنے دائیں بائیں ہرات اور جلال آباد پر
کر لیا۔ اس وقت افغانستان کے صدر استاد برہان الدین ربانی تھے۔ جب ملا عمر کابل
پہنچے تو انہوں نے استاد برہان الدین ربانی سے کہا "آپ استعفیٰ دیں۔" صدر
برہان الدین ربانی نے کہا "میں کیوں استعفیٰ دوں۔ ملا عمر نے کہا "آپ کا حکومت کرنے کا
حق نہیں ہے۔" اُدھر پھر تھوڑی سی جنگ ہوئی۔ احمد شاہ مسعود کی فوجیں آ گئیں لیکن جب
عمر (طالبان) نے حملہ کیا تو وہ شہر سے بھاگ کر چلے گئے اور انہوں نے کابل چھوڑ دیا اور
عمر نے کابل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس وقت تک امریکہ بھی طالبان سے خوش تھا کہ یہ ٹھیک
کر رہے ہیں، مجاہدین کو مار رہے ہیں۔ امریکی منصوبہ یہ تھا کہ مجاہدین کمزور ہو جائیں
اور طالبان بھی کمزور ہو جائیں گے۔ پھر ہم ایسے آدمی رکھ لیں گے جو ہماری حمایت کریں
گے لیکن جب طالبان نے افغانستان میں حکومت بنالی' آئین بنا لیا اور اپنا کام کرنا شروع
کر دیا تو امریکہ بڑا حیران ہوا کہ یہ تو پہلے لوگوں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ امریکہ نے ان
پر پابندیاں لگا دیں۔ ان کے فارن اکاونٹ فریز کر دیے اور ان کی ہوائی کمپنی آریانا
پابندی لگا دی کہ یہ ملک سے باہر نہیں جا سکتے۔ لیکن اس کے باوجود طالبان نے اپنا کام

رکھا۔ ملا عمر نے افغانستان میں امن و امان قائم کر لیا تھا۔ کوئی کسی کی طرف بُری نظر
دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اُن (افغانیوں) کو پتہ تھا کہ فوری طور پر انصاف ہوگا۔ وہاں پر ہوتا یہ
اگر رات کو چوری ہوئی ہے تو صبح بارہ ایک بجے تک پتہ چل جاتا تھا کہ چور کون تھا اور
سامان کدھر پڑا ہوا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ رات کو چوری یا لڑائی ہوتی ہے صبح سب کچھ
مل جاتا ہے۔ چور بھی پکڑا جاتا اور چوری کا مال بھی پکڑا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی کسی جگہ
پولیس یا فوج کی ٹریننگ نہیں ہوئی تھی، صرف مدرسوں کے طالب علم تھے۔ میں نے مفتی
رفیع عثمانی سے ٹیلی فون پر بات کی۔ میں نے کہا "حضرت یہاں میں نے عجیب قسم کی مخلوق
دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے صرف حدیث اور قرآن شریف پڑھا ہے۔ ان کی کوئی ٹریننگ
نہیں ہے ہم سٹاف کالج کے ٹرینڈ ہیں ہماری پولیس سہالہ کالج کی ٹرینڈ ہے۔ ان سے ایسا
کام نہیں ہوتا" تو مفتی رفیع عثمانی ہنس پڑے اور کہنے لگے "امام صاحب بات یہ ہے کہ جرائم
عوام چھپاتی ہے کیونکہ عوام کو حکومت اور پولیس پر اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم نے
بتایا تو یہ ہمیں بھی شامل تفتیش کر لیں گے۔ جب عوام کا اپنے حکمرانوں پر اعتماد ہوتا ہے کہ
ہمارے حکمران مخلص ہیں تو وہ کسی چیز کو چھپاتے نہیں ہیں۔" میں ایک دفعہ اُن کے ساتھ
چوری کی ایک جگہ پر گیا۔ لوگ ڈرتے جواب نہیں دے رہے تھے مگر چھوٹے بچوں نے
طالبان کو ایک گھر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اندر گئے اُدھر چور بھی بیٹھے ہوئے تھے اور سامان
بھی تھا۔

طالبان خواتین کی اتنی عزت کرتے تھے کہ جہاں خواتین سامنے آ جاتیں وہ راستہ چھوڑ
دیتے تھے۔ ہرات بہت بڑا شہر رہا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کا پایۂ تخت رہا ہے ان کے
آثار آج بھی موجود ہیں۔ بڑی کھلی سڑکیں ہیں اور بڑے عالی شان مکان ہیں۔ وہاں کی
مسجد دیکھنے والی ہے۔ بادشاہی مسجد لاہور کے بننے سے پہلے وہاں کی مسجد کا دنیا میں پہلا نمبر
تھا۔ یہ مسجد شہاب الدین غوری کے بڑے بھائی غیاث الدین غوری نے بنوائی تھی۔ اس مسجد
کا نام جامع ہرات ہے۔ وہ اتنی بڑی ہے کہ اس کے چاروں طرف دروازے ہیں، بہت

کھلا صحن ہے، مسجد کے جنوب کی طرف کے دروازے سے داخل ہونے والے امام تک نہیں پہنچ سکتے تو وہ اُدھر ہی جماعت کرا لیتے ہیں۔ مسجد کے شمال کی طرف کے دروازے سے آنے والے، اپنی طرف کے صحن میں جماعت کرا لیتے ہیں۔ اس مسجد کی دیواروں میں ایسی مسجدیں ہیں کہ جتنی ہمارے محلوں میں جامع مسجدیں ہوتی ہیں۔ اس مسجد کی قلعہ نما دیواریں ہیں۔ مسجد میں بڑی بڑی لائبریریاں اور بڑے بڑے دفاتر ہیں۔ دیواروں کے اندر ہی میوزیم ہے۔ سردیوں میں قلعہ نما دیواروں میں جو مسجدیں ہیں، وہاں پر باجماعت نماز ہوتی ہے۔ مسجد کی جو محرابیں ہیں اس میں عام محلے کی مسجد پوری آجائے۔ جامع ہرات دیکھنے والی مسجد ہے۔ یہ مسجد اس زمانے میں تعمیر ہوئی جب مشینری نہیں تھی۔

ہرات میں پانی کی کمی کی وجہ سے لوگ گھروں میں نہیں نہاتے تھے۔ وہاں بادشاہوں کی جگہ تھی۔ انہوں نے بڑے خوب صورت حمام بنائے ہوئے تھے۔ ان حماموں میں لوگ نہاتے تھے۔ باہر برف گر رہی ہے، اندر آدمی نہا رہا ہے، کوئی پروا نہیں۔ اپنی باری پر وہ نہا کر باہر نکلتا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے بھی حمام تھے۔ اپنے اپنے محلوں کے حماموں میں عورتیں نہانے جاتی تھیں۔ طالبان ہرات میں یہ سب دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ وہ قندھار کے رہنے والے تھے، ان کو یہ چیزیں دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک جگہ انہوں نے دیکھا۔ حمام میں اندر مرد نہا رہے ہیں باہر عورتیں بیٹھی ہیں۔ طالبان نے ان عورتوں سے کہا ’’آپ ادھر کیوں بیٹھی ہیں؟‘‘ انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی باری پر نہائیں گی۔ طالبان نے کہا ’’یہ حمام تو مردوں کا ہے۔‘‘ ان خواتین نے کہا ’’مردوں کا وقت بارہ بجے تک ہے، اس کے بعد ہماری باری آئے گی، مرد چلے جائیں گے۔‘‘ طالبان نے ان سے کہا ’’یہ نہیں ہوگا تم نکلو یہاں سے۔‘‘ خواتین نے کہا ’’آپ کون ہوتے ہیں؟‘‘ طالبان نے کہا ’’ہم عورتوں کو مردوں کے حمام میں نہانے کی اجازت نہیں دیتے۔‘‘ عورتوں نے اپنے جوتے اتارے، دو تین جوتے ان (طالبان) کو مارے۔ طالبان ہنستے ہنستے اپنی پگڑیوں میں منہ چھپاتے دوڑ پڑے۔ عورتیں ان کے پیچھے پولیس ہیڈ کوارٹر تک آئیں۔ عورتوں نے کہا ’’تمہیں جرأت کیسے ہوئی، تم ہمیں

ع کرو کہ ہم اپنے حمام میں نہ نہائیں۔‘‘ اس لیے یہ سارا پراپیگنڈا ہے کہ طالبان عورتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ پھر ایک ویڈیو دکھائی گئی کہ کابل کے شہر میں برقعہ پوش عورتوں پر ڈنڈے مارے جا رہے ہیں۔ میں ایک سیمینار میں تقریر کر رہا تھا۔ اس سیمینار میں غیر ملکی این جی اوز اور سفیر بھی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ افغانستان میں اچھا سلوک کیا جاتا ہے، اس ویڈیو میں عورتوں کے ساتھ طالبان کا ظلم دکھایا گیا ہے۔ میں نے کہا ’’کیا یہ ویڈیو طالبان کے زمانے میں دکھائی گئی ہے؟ انہوں نے کہا ’’نہیں! بعد میں دکھائی گئی ہے‘‘ میں نے کہا کیا کسی کو جرأت ہوسکتی تھی کہ ملا عمر کی حکومت کے دوران کابل میں کوئی آدمی ویڈیو کیمرہ استعمال کرے اور وہ بھی عورتوں کی تصویریں لے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ حکومت کے لوگ عورتوں پر تشدد کر رہے ہیں اور ایک بندہ بڑی آسانی سے فوٹو لے رہا ہے۔ میں نے کہا یہ سارا ڈرامہ ہے۔ برقعوں کے بیچ میں لڑکے تھے اور انہوں نے طالبان کی حکومت کے جانے کے بعد یہ سارا ڈرامہ کیا ہے۔ جس طرح پچھلے دنوں سوات میں یہ ڈرامہ کیا گیا تھا۔ پختون کمیونٹی خواہ وہ کتنے ظالم کیوں نہ ہوں وہ اس طرح کی حرکت نہیں کر سکتے۔

سوال: ملا عمر کی حکومت کے دوران خواتین کے تعلیم حاصل کرنے پر پابندی تھی؟

کرنل امام: ہاں۔ میں ملا عمر سے اس بات پر ناراض تھا۔ میں نے ملا عمر سے اس حوالے سے بات کی کہ آپ نے عورتوں کی تعلیم کیوں بند کی ہے؟ انہوں نے مجھے کہا ’’دیکھیں کرنل صاحب ہمارا نصاب مکمل خراب ہے۔ ہم نے پاکستان حکومت کو بھی درخواست کی ہے کہ ہمارے لیے نیا نصاب تیار کروائیں، جو اسلامی طرز پر ہو۔ ہمارا یہ نصاب روسی طرز کا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے طالب علم روسی نصاب سے تعلیم حاصل کریں۔ لیکن ہم نے مردوں کو نہیں روکا۔ صرف عورتوں کو روکا ہے۔ جوں ہی حالات ٹھیک ہو جائیں گے ہم ان کا فوری نیا تعلیمی نصاب بنائیں گے۔ ان کے زیادہ سے زیادہ مدرسے اور سکول ہوں گے اور یہ تعلیم حاصل کریں گی۔‘‘ میں نے کہا ’’آپ تعلیم حاصل کرنے والی

بچیوں کا سال ضائع کر رہے ہیں۔'' ملا عمر نے جواب دیا'' یہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن ہماری ضرورت سکیورٹی ہے۔ عقیدہ ٹھیک ہونا چاہیے، تعلیم بعد کی بات ہے جب آپ غلط تعلیم دیں گے تو عقیدہ کس طرح ٹھیک ہوگا۔'' ملا عمر کی بات میں وزن تھا لیکن میں پھر بھی ان سے متفق نہیں تھا۔ میں ان سے کہتا تھا کہ بچیوں کے سال مت ضائع کریں۔ اس کے علاوہ میں نے طالبان میں کوئی خرابی نہیں دیکھی۔

طالبان سادہ لوگ تھے وہ اتنا ہی دین جانتے تھے جتنا حدیث نبوی ﷺ میں لکھا ہوا تھا۔ اکیسویں صدی میں جو باہر کے حالات تبدیل ہوئے ہیں اس کے بارے میں ان کو اتنا زیادہ علم نہیں تھا۔ وہ مدرسوں کے طالب علم تھے۔ وہ ڈاکٹری، انجینئرنگ اور باقی علوم کو نہیں جانتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ والا اسلام پھیلا رہے تھے۔ جو کچھ اسلام کے بارے میں لکھا ہوا ہے وہ اس کے مطابق تمام باتیں نافذ کر رہے تھے۔ وہ یہ نہیں سوچتے تھے کہ اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ اگر ایک آدمی نے پگڑی نہیں باندھی تو وہ اس سے خفا ہوتے تھے کہ تم نے پگڑی کیوں نہیں باندھی۔ حالانکہ پگڑی نہ باندھنا کوئی گناہ نہیں ہے مگر وہ کہتے تھے ایک مسلمان افغانی کے سر پر پگڑی ہونی چاہیے اور عورتیں پردے میں رہیں۔ عورتیں ہرات شہر میں جاتی تھیں وہاں خرید و فروخت کرتی تھیں۔ طالبان نے ان کو کبھی خریداری کرنے سے نہیں روکا۔ میں جب افغانستان میں قونصل جنرل تھا تو عورتیں میرے پاس ویزا لینے آتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے ایسے ہی مذاق سے شکایت کی۔ '' آپ یہ کون سی مخلوق قندھار سے لے آئے ہیں؟'' میں نے کہا'' یہ تو آپ کے لوگ ہیں اور بڑے اچھے لوگ ہیں۔ ان کے آنے سے یہاں امن و امان ہوگیا ہے۔ کسی افغانی کو اپنی عزت اور چوری کا ڈر نہیں ہے۔''

سوال: جہاد افغانستان کے بعد جب طالبان اکٹھے ہوئے تب بھی آپ نے ان کو تربیت دی تھی؟

کرنل امام: یہ مجھ پر الزام ہے۔ مجھے ان کی تربیت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں

نے سوویت یونین کے خلاف جنگ کر کے جنگ جیت لی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ٹرینڈ تھے۔ ان کی جو نئی نسل آ رہی تھی ان کو وہ خود ٹرینڈ کر رہے تھے۔ مجھ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا آئی ایس آئی ان کو ابھی بھی ٹریننگ دے رہی ہے؟ میں نے جواب دیا'' طالبان اس حالت میں ہیں یعنی اتنے ٹرینڈ ہو چکے ہیں کہ وہ آئی ایس آئی کو ٹریننگ دے سکتے ہیں۔'' ان کی تیسری نسل جنگ میں ہے، وہ تیس سال سے دو سپر پاورز سے جنگ کر رہے ہیں، پہلے روس کے ساتھ جنگ کی، اب امریکہ کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں اور وہ ان سپر پاورز کو شکست دے رہے ہیں، وہ تو ہم سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ جس طریقے سے وہ لڑائی کر رہے ہیں، میں خود حیران ہوں، دل کرتا ہے میں جا کر دیکھوں کہ وہ لڑنے میں کیا تکنیک استعمال کر رہے ہیں۔

سوال: طالبان کا تعلق کس تنظیم سے تھا؟

کرنل امام: میں یہ بتاتا چلوں کہ مدرسے کے طالب علم کو طالبان کہتے ہیں۔ ایک کو طالب اور زیادہ کو طالبان کہتے ہیں۔ یہ مختلف پارٹیوں کے ساتھ تھے۔ یہ حکمت یار، استاد برہان الدین ربانی، احمد شاہ مسعود وغیرہ یعنی ان سب کا تعلق سات مختلف تنظیموں کے ساتھ تھا۔ یہ تنظیمیں آپس میں لڑ رہی تھیں، تو طالبان اکٹھے ہوگئے کہ ہم لڑائی میں حصہ نہیں لیں گے، ہم طالبان ہیں تو ہم تنظیم طالبان بنا لیتے ہیں۔ ابھی یہ معاشرے کا پانچ یا چھ فیصد ہیں، زیادہ نہیں ہیں۔ ساری قوم طالبان نہیں بن سکتی۔ اس میں دوکان دار اور کاشت کار بھی ہیں۔ طالبان بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ امریکہ نے ان پر حملہ کر کے ان سے حکومت چھین لی۔ ان کے ٹینک اور جہاز تباہ کر دیئے تو یہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ کچھ بھاگ کر پاکستان آ گئے کچھ مختلف ملکوں میں چلے گئے اور کچھ جو ابھی افغانستان میں ہیں اور لڑ رہے ہیں، ان کی بہت تھوڑی تعداد ہے۔ جب پٹھان قوم نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ظلم ہوا ہے تو انہوں نے ہتھیار اٹھا لیے۔ اب طالبان کے ساتھ پختون شامل ہوگئے اور وہ بھی اپنے آپ کو طالبان کہتے ہیں اس لیے لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اتنے طالبان کہاں سے آ گئے۔ اس کی خبر جب

پاکستان پہنچی تو ہمارے قبائلی بھی طالبان بن گئے، پگڑیاں وہ پہلے ہی باندھتے تھے، ان کی چھوٹی ڈاڑھیاں تھیں بعد میں انہوں نے ڈاڑھیاں لمبی کر لیں اور ہتھیار اٹھا لیے اور کہا ہم بھی طالبان ہیں۔ یہ طالبان نہیں ہیں، یہ پختون ہیں جو لڑائی کر رہے ہیں۔ طالبان بڑے مخلص ہیں وہ لڑائی میں بھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے۔ جو کچھ سوات، وزیرستان یا محسود ایجنسی میں ہو رہا ہے یہ طالبانائزیشن نہیں ہے۔

سوال: قبائلی علاقوں میں گرلز سکولوں کو جلانے اور مارکیٹوں کو تباہ کرنے والے واقعی طالبان ہیں؟

کرنل امام: میں طالبان کو تب سے جانتا ہوں جب یہ طالبان نہیں' مجاہدین تھے اور مختلف پارٹیز سے منسلک تھے۔ قبائل ہمیشہ جنگ مانگتے تھے۔ وہ صرف اپنا حق لیتے ہیں۔ کوئی بندوق، کوئی چیز نہیں اٹھاتے۔ ان کا طریقہ کار ہمیشہ معتدل رہا ہے۔ کبھی خیانت اور چوری نہیں کرتے۔ وہ اس طرح کے گندے اور غلیظ کام نہیں کیا کرتے تھے۔ نہ وہ کسی کو بلاوجہ تنگ کرتے تھے اور نہ ہی ڈکیتی چوری یا تباہی پھیلاتے تھے۔ میں نے طالبان کو افغانستان میں اُبھرتے اور چھا جاتے دیکھا ہے۔ گرلز سکولوں کو جلانے اور مارکیٹوں کو تباہ کرنے والے یہ لوگ نہایت خبیث ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں موجود یہ لوگ طالبان نہیں بلکہ کرائے کے قاتل، ڈکیت اور چور ہیں جو غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کر رہے ہیں تاکہ پاکستان کے امن وامان کو خراب کیا جا سکے۔ ان عناصر کو باقاعدہ غیر ملکی ایجنسیوں کی طرف سے فنڈز دیے جاتے ہیں۔ نہ تو وہ مسلمان ہیں اور نہ ہی پاکستانی بلکہ وہ غیر ملکی ایجنسیوں کے کارندے ہیں۔

باب نمبر 7

☆ طالبان نے امریکہ کا خواب چکنا چور کر دیا

☆ امریکہ نے جھوٹا بہانا بنا کر افغانستان پر حملہ کیا

☆ پشتونوں سے لڑائی حماقت ہے

☆ دشت لیلیٰ میں تقریباً پانچ ہزار طالبان دفن ہیں

☆ افغانی بچے روسیوں کے پیچھے ایسے جاتے جیسے چیتا شکار پر جھپٹتا ہے

☆ ملا عمر کا افغانستان کا امیر المومنین بننا ایک دھچکا تھا

☆ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ امریکی اتنے گندے لوگ ہیں

☆ مسلمانوں کو تقسیم کرنا اور ان کو ختم کرنا امریکہ کا ہدف ہے

☆ میں نے سوویت یونین کو ٹوٹتے دیکھا ہے

☆ زندہ مذہب کبھی ہار نہیں مانتا

☆ ہم طالبان میں خود کفیل ہی نہیں سرپلس بھی ہیں

☆ ملا عمر کا امریکہ کا مطالبہ نہ ماننے کا فیصلہ درست تھا

☆ ملا عمر نے امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا

☆ طالبان حق پر لڑتے ہیں

☆ وہ وقت دور نہیں جب پورا امریکہ خودکش حملوں سے گونج اٹھے گا

☆ قبائلی پٹھانوں نے جس دن اپنا رخ امریکہ کی طرف کر لیا امریکہ دنیا کے نقشے پر نہیں رہے گا

امریکہ طالبان کے خلاف کیوں ہوا؟

سوال: آغاز میں امریکہ طالبان کے ساتھ تھا۔ پھر ایسی کیا وجہ پیدا ہوئی کہ امریکہ ان کے خلاف ہوگیا؟

کرنل امام: اصل میں امریکہ واحد مین سپریم پاور بننا چاہتا ہے وہ اس کا خواب پورا نہیں ہوا۔ طالبان نے امریکہ کا مین سپر پاور بننے کا خواب چکنا چور کر دیا ہے۔ امریکہ بہت ڈپریشن میں ہے۔ اس کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا کرے۔ وہ اب سُپر پاور نہیں ہے اس کی معیشت تباہ ہوگئی ہے۔ اس کے آٹھ سو بلین ڈالر تو عراق اور افغانستان میں خرچ ہوئے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ صدر بش نے بینکوں سے ساڑھے سات سو بلین ڈالر معیشت کو سہارا دینے کے لئے دیئے تھے، وہ بھی اس کا ایک فالتو خرچہ ہوا، اوبامہ کے ٹیک اوور کرنے سے پہلے صدر بش نے کانگریس سے ساڑھے آٹھ سو بلین ڈالر منظور کروائے جو کہ اوبامہ خرچ کر رہا ہے۔ اس لئے ابھی تک ان کے 22 سو بلین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں، پھر بھی ان کو شکست ہو رہی ہے۔ اب امریکہ سُپر پاور نہیں رہا۔ میرے جائزے کے مطابق افغانستان پر حملہ کرنے کی جو سوویت یونین نے حماقت کی تھی وہی امریکہ کر رہا ہے۔ سوویت یونین کے حملہ کرنے سے پہلے دو سُپر پاورز تھیں۔ انہوں نے توازن رکھا ہوا تھا۔ اگر امریکہ خراب کرتا تھا تو سوویت یونین کہتا تھا مت کرو۔ اگر سوویت یونین خرابی کرتا تھا تو امریکہ کہتا تھا مت کرو۔ تھوڑی بہت جنگ ہوتی تھی، کنٹرول کر لی جاتی تھی، ورلڈ وار نہیں ہوتی تھی یعنی بڑے پیمانے پر جنگ نہیں ہوتی تھی۔ سوویت یونین بہت بڑی سُپر پاور بننا چاہتا تھا، راستے کھولنا چاہتا تھا، وہ افغانستان میں آگیا اور اس کی پٹائی ہوگئی۔ امریکہ نے اس جنگ میں افغانستان کی مدد کی اور فائدہ اٹھایا۔ افغانستان کی جنگ میں سوویت یونین ٹوٹ گیا اور وہ سپر پاور ختم ہوگئی۔ امریکہ اب اکلوتی سُپر پاور بن گئی۔ ایک سُپر پاور جو کہ بہت خطرناک ہے، وہ جو مرضی

کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ امریکہ کو یہ بات راس نہیں آئی۔ یہ اعزاز انگریزوں کو ملتا تو وہ اس سے فائدہ اٹھاتے۔ وہ ہوشیار قوم تھی۔ امریکہ کا دماغ خراب ہوگیا کہ اب ہم جو مرضی کریں اور جو مرضی کہیں۔ امریکہ کا کہنا کہ نائن الیون کا حملہ ملا عمر نے کروایا یا عراق کے پاس جوہری ہتھیار ہیں، سارا جھوٹ بولا اور اس کا جھوٹ ظاہر بھی ہوگیا۔ امریکہ کی بڑی بدنامی ہوئی۔ میں نے امریکہ جیسے ملک میں ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اس وقت ہم کہتے تھے کتنے اچھے لوگ ہیں۔ مسلمان نہیں ہیں مگر سچے اور دیانت دار ہیں، بڑے مخلص لوگ ہیں۔ ایک دفعہ میں نے امریکہ سے بوٹ (جوتے) خریدے۔ میں نے بوٹ پہن کر پیراشوٹ جمپ کیا، وہ بوٹ پھٹ گئے۔ میرے ساتھی حیران ہوئے کہ امریکن بوٹ کس طرح پھٹ گیا۔ میں نے ان سے کہا "اس بوٹ کے اندر پاکستانی پاؤں تھا، امریکی کا پاؤں نہیں تھا۔" وہ میری بات سن کر ہنسنے لگے۔ وہ مجھے اس دوکان دار کے پاس لے گئے۔ دوکان دار کو بوٹ دکھایا۔ دوکان دار فوراً ایک اور بوٹ کا جوڑا لایا۔ کہا اسے پہنیں۔ پوچھا کیسا ہے، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ دوکان دار کہتا نہیں۔ وہ پھر ایک اور جوڑا بوٹ کا لایا۔ اس نے مجھے کئی ایک بوٹ پہنا کر چیک کروائے۔ تسلی ہونے کے بعد میں نے وہاں سے بوٹ لیے۔ اس نے وہ پھٹا بوٹ اٹھا لیا اور کہا میں معافی چاہتا ہوں لیکن ادھر ہمارا باٹا شوز والا کہتا ہے بوٹ پھٹا ہے تو میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ میں امریکیوں سے بہت متاثر ہوا لیکن مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ اتنے گندے لوگ ہیں۔ ٹاپ لیول پر جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے ایک جھوٹا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا۔ وہاں سے مار کھائی۔ عراق پر حملہ کیا وہاں سے بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب امریکہ پاکستان کو ورغلا رہا ہے کہ ہم تمہیں پیسے دیتے ہیں۔ بھئی تم ایک سال میں سو بلین ڈالر خرچ کر رہے ہو اور پاکستان کو ڈیڑھ بلین ڈالر ایک سال کے لئے دے رہے ہو۔ میں کہتا ہوں پاکستان کو چاہیے ان سے کہے کہ خود تو سو بلین ڈالر خرچ کر رہے ہیں اتنی بڑی فوج لگی ہوئی ہے اور کامیاب نہیں ہو رہے ہیں۔ ہمیں زیادہ مت دو ہمیں صرف 50 بلین ڈالر سال پانچ سال کے لئے دے دو، ہم بغیر لڑائی کے سارا مسئلہ حل کر لیں گے۔ زرداری
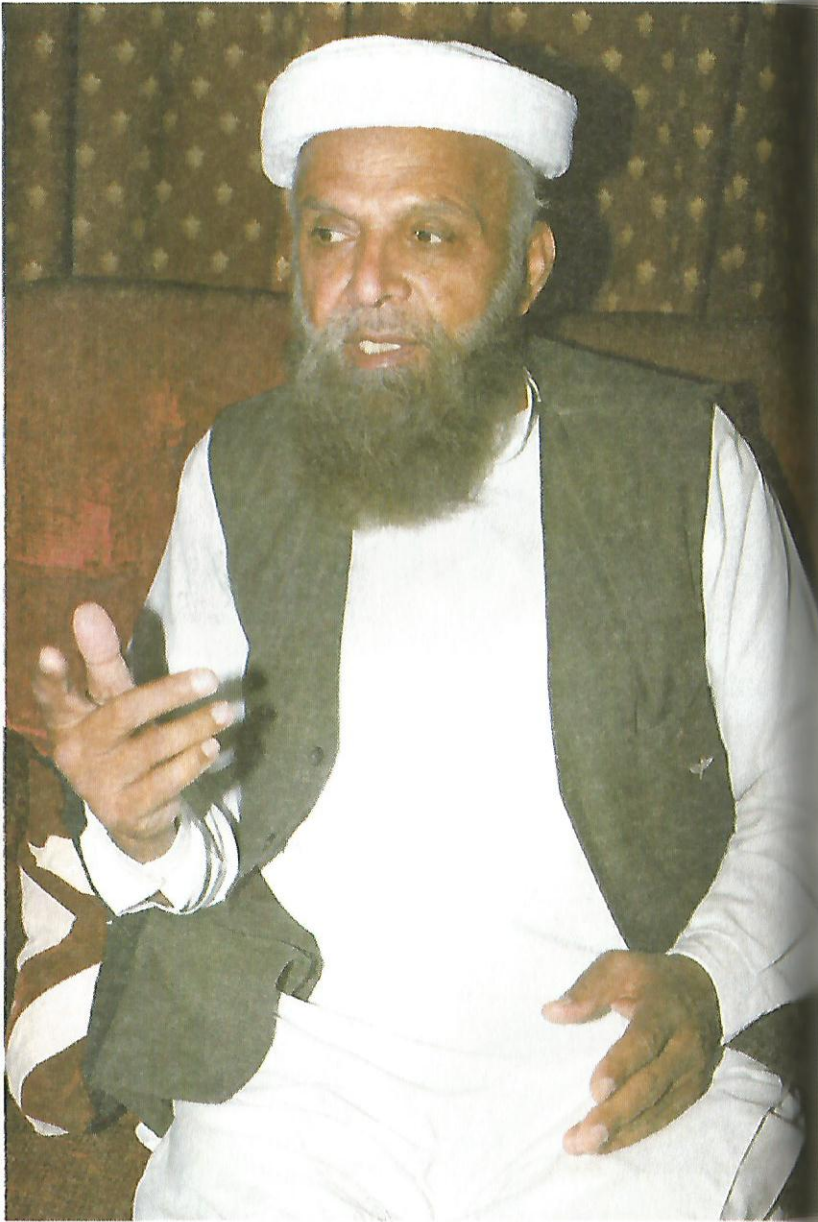
سلطان امیر المعروف کرنل امام انٹرویو دیتے ہوئے

صاحب کو ڈیڑھ بلین ڈالر پر راضی نہیں ہونا چاہیے۔ جب جنگ ہوگی ان کا حلیہ بگڑ جائے گا۔ آپ کی فوج اپنے لوگوں سے بڑی مشکل سے جنگ کرے گی اور کبھی بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ آپ کا ملک تباہ ہو جائے گا اور امریکہ تماشا دیکھتا رہ جائے گا۔ یہ جنگ ختم نہیں ہوگی۔ امریکہ بھی ادھر غرق ہو جائے گا۔

سوال: آپ بغیر لڑائی کے صرف پیسوں سے کیسے جنگ جیت جائیں گے؟

کرنل امام: ہم اس پیسے سے ان (طالبان) کے علاقوں میں ترقیاتی کام کریں گے۔ سڑکیں اور سکول بنائیں گے۔ ان کی مدد کریں گے۔ ان سے ہتھیار لے کر جمع کر لیں گے۔ ان سے کہیں گے لڑائی بند کرو، پیسے لو۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلواؤ۔ امریکہ کو کہیں گے ان کے بچوں کو امریکہ، جرمنی میں نوکریاں دو۔ پشتون سے لڑائی کرنا حماقت ہے۔ وہ لوگ تو لڑائی پر خوش ہوتے ہیں، جشن مناتے ہیں۔ جب لڑائی کا سماں پیدا ہوتا ہے تو ان کے بچے ڈانس کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عورتیں خوش ہوتی ہیں۔ جب شہید گھر آتا ہے تو اس کی ماں کے گلے میں ہار پہنائے جاتے ہیں۔ وہ خوش ہوتی ہے میرا بیٹا اللہ نے قبول کر لیا۔ میں حیران ہوں۔ میں نے ایسے ایسے واقعات دیکھے ہیں عورتوں نے اپنے بچوں کو لڑایا۔ ایک جگہ میں جب بھی جاتا تھا وہاں پر پندرہ، سولہ اور اٹھارہ سال کے بچے برف میں ہوتے تھے۔ وہاں پر بڑا آدمی نہیں جا سکتا تھا وہ بڑی اونچی جگہ تھی۔ جوں ہی میں اس جگہ پہنچتا تھا تو وہ بچے خوشی سے شور مچاتے ''بابا آ گیا''۔ میرا سامان بھی اٹھا لیتے تھے۔ میں نے ان سے ایک دفعہ پوچھا ''آپ کو یہاں ڈر نہیں لگتا۔'' تو کہنے لگے نہیں۔ اس علاقے میں رہنے کے لئے ہر قبیلہ اپنے لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کر لیتا تھا۔ ہر گروپ تین مہینے وہاں رہتا تھا۔ تین مہینے کے بعد دوسرا گروپ آ جاتا تھا۔ اس طرح پورے سال میں ہر آدمی کو تین مہینے کے لئے اندر لڑائی لڑنے کے لئے موقع مل جاتا تھا۔ یہ بچّے مستقل وہاں تھے۔ میں نے ان بچوں سے پوچھا ''کیا بات ہے تم گئے نہیں؟'' وہ آپس میں ہنسے۔ میں نے کہا ''مجھے بتاؤ بات کیا ہے؟'' ان بچّوں نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ تم بتاؤ۔ بڑے شرارتی بچّے تھے۔ انہوں

بلوچی لیڈر خیر بخش مری کے ساتھ کابل میں ملاقات

کرنل امام اسلام آباد میں چیچن مجاہد لیڈر اور جماعت اسلامی کے کارکن ابو شامل کے ساتھ

فرزانہ چودھری کرنل امام کا انٹرویو کرتے ہوئے
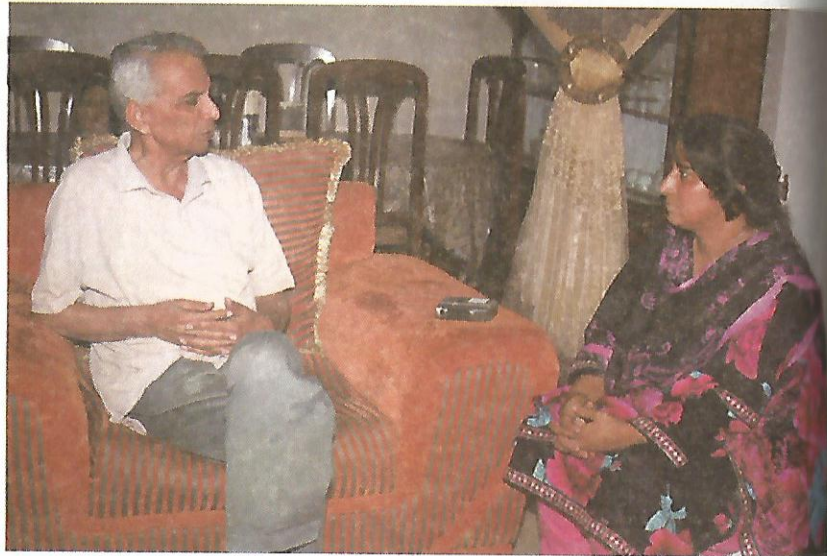
فرزانہ چودھری کرنل امام کے بھائی کرنل (ر) سفیر تارڑ کا انٹرویو کرتے ہوئے

کرنل امام، عبدالرب الرسول سیاف، حکمت یار اور اُستاد برہان الدین ربانی کے سا

موسیٰ قلعہ ویت ہلمنڈ میں ملا محمد رسول اخوند زادہ، کرنل امام اور مولوی محمد عالم

پہلی تلوار گردیز فتح ہونے کے بعد دورانی سرداروں نے، دوسری امریکی صدر جارج ہربرٹ واکر بش نے اور تیسری تلوار افغان مجاہدین نے کرنل امام کو تحفے میں دی
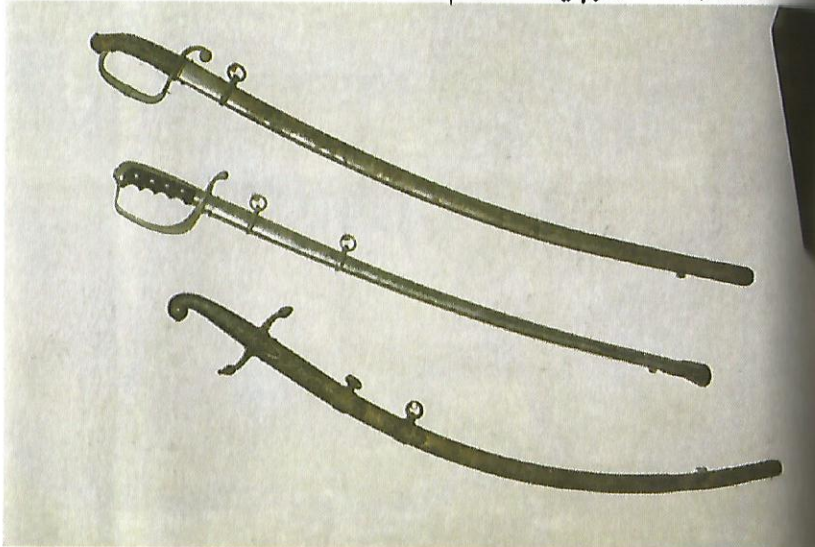
کرنل امام کو جرمن حکومت کی طرف سے تحفے میں ملا دیوار برلن کا ٹکڑا

افغان مجاہدین کمانڈرز صدر ریگن کے ہمراہ
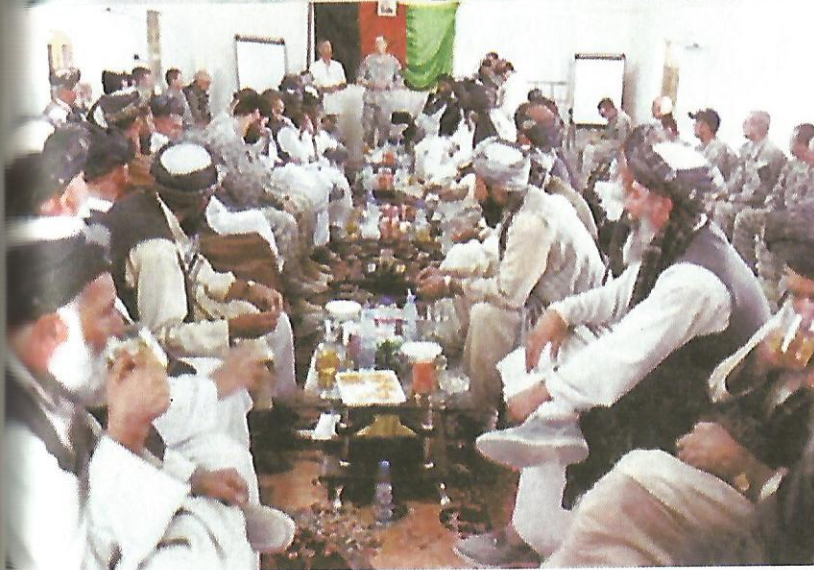
کرنل امام اور جنرل نصیر اللہ بابر افغانستان میں ایک مزار پر

کرنل امام اور حکمت یار

کرنل امام اپنے شاگرد ممتاز جہادی کمانڈر احمد شاہ مسعود کے ساتھ

کرنل امام احدزئی کے ساتھ
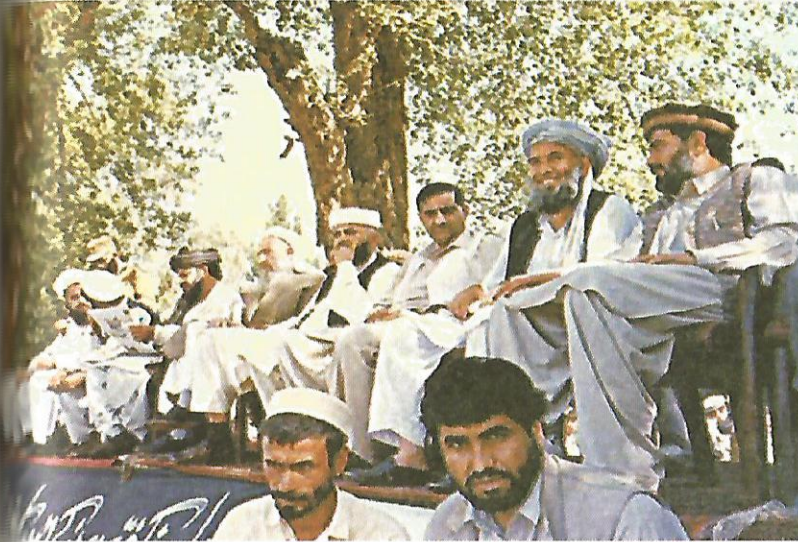
کرنل امام عبدالرب رسول سیال، حکمت یار، اُستاد برہان الدین وغیرہ پشاور میں

نے روسیوں کو مار کر ان کی پتلونیں پہنی ہوئی تھیں۔ روسی چھ چھ فٹ قد کے بندے تھے۔ انہوں نے لمبی پتلون نیچے سے پھاڑ کر اپنے ماپ کی، کی ہوئیں تھیں اور وہ پتلون پہن کر کمر پر رسیوں سے باندھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے روسیوں کی جیکٹ پہنی ہوتیں جوان کے گھٹنوں سے نیچے ہوتی تھیں۔ روسیوں کے ہتھیار اٹھائے ہوتے تھے۔ وہ روسیوں کے پیچھے ایسے جاتے جیسے چیتا شکار پر جھپٹتا ہے۔ ان بچوں نے بتایا کہ ہمارے قبیلے کے شہید کم ہیں، ہماری ماؤں نے کہا ہے شہید پورے کرو۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ کیسی مائیں ہیں جو نوخیز بچوں کو بھیج رہی ہیں کہ ادھر جا کر شہید ہو جاؤ تا کہ ہم دوسرے قبیلے کے سامنے منہ دکھا سکیں کہ ہمارے شہید آپ سے زیادہ ہیں۔ یہ اسلام نہیں ہے یہ پشتون ولی ہے۔ میں نے کہا تم جا کر بتاؤ ہم نے دوسروں سے زیادہ روسیوں کو مارا ہے۔ وہ کہنے لگے وہ نہیں مانتیں یہ صوبہ کنڑ کی بات ہے۔

سوال: امریکہ کے طالبان کے ساتھ کیا اختلافات تھے؟

کرنل امام: آپ میری بات غور سے سُن لیں۔ آپ نے بہت اہم سوال کیا ہے جس کا آپ کو اس طرح کا جواب کوئی اور آدمی نہیں دے سکے گا۔ امریکہ کے طالبان کے ساتھ کوئی اختلافات نہیں ہیں۔ یہ جو بُش انتظامیہ تھی وہ پکے آرتھوڈکس کیتھولک انتہا پسند تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی جگہ پر بھی مسلمان اسٹیبلش ہوں۔ ملا عمر نے جب اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور امیر المومنین بن گئے، وہ امریکہ کے لئے ایک دھچکا تھا۔ لیکن بُش کے ساتھی جو نہایت انتہا پسند تھے، میں ان کو دہشت گرد کہوں گا۔ یہ ظالم ہیں انہوں نے جس طریقے سے عراق میں ظلم کیا ہے۔ امریکی فوج نے ابوغریب جیل میں بڑے پیمانے پر گینگ ریپ کیا، مسلمان قوم خاموشی سے سُنتی رہی ہے' افغانستان' تورا بورا، قلعہ جنگی اور بگرام میں انہوں نے جس طرح سے بمباری کی ہے، دہشت گردی کی ایسی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ دشتِ لیلیٰ میں تقریباً پانچ ہزار طالبان دفن ہیں جو انہوں نے مارے ہیں لیکن پھر بھی طالبان کو ختم نہیں کر سکے۔ کوئی اور قوم ہوتی یعنی مشرقی یورپ کے لوگ ہوتے تو انہوں نے ہار مان لینی تھی۔

طالبان کا عقیدہ مضبوط تھا اس لئے وہ لڑتے رہے۔ اقبال نے کہا تھا ''افغان باقی کوہسار باقی'' الحمدللہ کہ جب تک افغانستان کے کوہسار ہیں افغان باقی رہیں گے۔ اللہ کے حکم اور امر سے ان کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ امریکہ کو دہشت گردی کے خلاف کوئی مسئلہ نہیں۔ ملکوں میں دہشت گردی ہوتی رہتی ہے کیا امریکہ میں دہشت گردی نہیں ہوتی؟ وہاں پر ڈاکے نہیں پڑتے، قتل وغارت نہیں ہوتی، یہاں سے زیادہ ہوتی ہے۔ نیویارک میں بلیک آوٹ ہوا۔ سب سے زیادہ لوٹ مار وہاں پر ہوئی۔ کیا انڈیا میں دہشت گردی نہیں ہوتی ہے؟ سری لنکا، آسام اور تامل ناڈو میں ہر جگہ دہشت گردی ہوتی ہے۔ لیکن امریکہ، پاکستان اور افغانستان سے کیوں الرجک ہیں؟ کیونکہ یہاں پر مسلمان ہیں۔ اس کا ہدف راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔

اگست 2008ء میں ایک امریکہ کے میگزین میں آرٹیکل شائع ہوا تھا کہ مسلمان دہشت گردی کی طرف کیوں مائل ہیں۔ اِسی دوران ایک امریکی تھنک ٹینک ڈاکٹر روبن برنٹ نے یہاں آنا تھا۔ وہ بہت مشہور آدمی ہیں میں ان کو پہلے سے جانتا تھا۔ انہوں نے نیویارک سے چلتے وقت مجھے ٹیلی فون کیا کہ کرنل امام سے میری ملاقات ضرور ہونی چاہیے۔ وہ تھنک ٹینک پوری دنیا میں مانے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے بارے میں اُن سے زیادہ کوئی آدمی علم نہیں رکھتا۔ بحث کے دوران جب میں نے اُن سے سوالات کئے تو وہ میرے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے تھے۔ جس میگزین میں وہ آرٹیکل شائع ہوا۔ اس آرٹیکل کا تراشہ میرے پاس ہے۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ ''امریکہ نے اپنی نیویارک پولیس کو حکم دیا کہ پوری دنیا میں پھیل جاؤ اور دیکھو کہ مسلمان دہشت گردی کی طرف کیوں مائل ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟'' وسائل والے لوگ ہیں وہ گئے۔ فائیو سٹار ہوٹل میں ٹھہرے ہوں گے انہوں نے تحقیق کی ہوگی۔ واپس آ کر انہوں نے رپورٹ بنائی۔ ان کی رپورٹ 90 صفات پر مشتمل تھی جس میں انہوں نے وجوہات لکھیں کہ کس وجہ سے یہ لوگ دہشت گردی کی طرف مائل ہیں۔ نیویارک کے کمشنر مسٹر ہیلم کیلی نے پریس کانفرنس میں یہ رپورٹ پیش

کی اور اس نے پانچ فیکٹر بتائے' اگر ان میں سے ایک فیکٹر سے بھی کوئی شخص متاثر ہو وہ بندہ دہشت گرد بن سکتا ہے۔ نمبر 1 اگر ایک آدمی داڑھی بڑھانا شروع کر دے تو آپ سمجھیں وہ دہشت گردی کی طرف مائل ہے۔ دوسرا اگر ایک آدمی امریکن پاپ میوزک کا رسیا نہیں ہے یعنی پاپ میوزک پسند نہیں کرتا وہ بھی خطرناک آدمی ہے، وہ بھی دہشت گرد بن سکتا ہے۔ تیسرا یہ کہ جو آدمی منشیات کا عادی نہیں ہے یہ بھی خطرناک آدمی ہے اس کے اوپر بھی خیال رکھنا ہے۔ چوتھی اس نے ایک اور گندی بات لکھی کہ ایک آدمی جو اپنی بیوی کے علاوہ باقی عورتوں سے تعلق نہیں رکھتا وہ بھی شخصیت میں محدود آدمی ہے۔ پانچویں جو اس نے بات لکھی کہ جو آدمی پانچ وقت نماز کے لئے مسجد جاتا ہے وہ نہایت ہی خطرناک آدمی ہے۔ وہ پکا دہشت گرد بن سکتا ہے۔ اگر وہ مسجد میں جانا چھوڑ دے اور گھر میں باقاعدگی سے نماز پڑھے اس پر بھی نظر رکھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک پکا مسلمان جو پانچ وقت کا نمازی ہو، جس نے ڈاڑھی رکھی ہو، جو گندے کام نہیں کرتا، شراب نہیں پیتا' جو میوزک پر ناچتا نہیں ہے وہ دہشت گرد ہے۔ ان کو چاہیے ایسا بندہ جو نوکری کر کے سیدھا گھر آئے' پاپ میوزک لگائے' شراب پیئے آرام کرے اور صبح پھر نوکری پر چلا جائے یا گندے کام کرے۔ ان کو ایسے آدمی پسند ہیں جو نام کے مسلمان ہوں۔ ان کا ہدف یہ ہے، ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمانوں کو تقسیم کرنا اور ان کو ختم کرنا ہی امریکہ کا ہدف ہے۔ امریکہ مسلمانوں کو اکٹھا ہوتا دیکھنا نہیں چاہتا۔ امریکہ کا یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوگا۔ جو یہ کر رہے ہیں اس کا واحد حل یہ ہے کہ پختونوں اور افغانیوں کے آپس میں جرگوں میں ڈائیلاگ کرائیں۔ آپ ان کو اگر ایجوکیٹ کرنا چاہتے ہیں یہ ناممکن ہے۔ جب انگریز نہیں کر سکا جو سُپر پاور تھا جو تین دفعہ افغانیوں پر حملہ آور ہوا، ایک دفعہ تو اپنی پوری فوج ختم کر کے آ گیا۔ افغانیوں نے بھی صرف ایک انگریز ڈاکٹر کو چھوڑا تھا تاکہ وہ جا کر حال بتائے کہ اندر کیا ہوا تھا۔ افغانیوں نے سوویت یونین کا کیا حشر ہوا۔ امریکن کہتے ہیں ہم نے مدد کی۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ نے ویت نام میں کیوں نہیں اپنی مدد کی۔ اُدھر سے کیوں شکست کھائی۔ صومالیہ سے کیوں شکست کھا گئے۔ آپ عراق

سے کیوں بھاگ گئے ۔ ابھی ایک اور سسٹم آنے والا ہے جو سارے لوگ نہیں جانتے۔ مستقبل میں تین سُپر پاور ہوں گی ۔ امریکہ انڈیا کو اپنے ساتھ کھینچ رہا ہے۔ جاپان کو اپنے ساتھ رکھے گا اور تیس چالیس نیٹو مما لک ہوں گے اور یہ ایک سپر پاور گروپ بنے گا۔ اس کا مخالف چین ہوگا۔ چین ایک دنیا ہے۔ وہ جس طریقے سے ترقی کر رہا ہے اور امریکہ جس طرح سے نیچے جا رہا ہے تقریباً تین چار سال کے بعد چین آگے نکل جائے گا۔ وہ بڑے عقل مند طریقے سے آگے جا رہے ہیں۔ چین کے ساتھ روس کھڑا ہو جائے گا اور ایک اور سپر پاور بن جائے گا۔ تیسرا گروپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوویت یونین کو شکست دی اور امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان کو آپ شکست نہیں دے سکتے کیوں کہ اُن کا عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ وہ شکست نہیں کھا سکتے۔ میرا ذاتی اٹھارہ سال کا تجربہ ہے میں جنگ میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے ان کو ٹریننگ دی ہے ان کو لڑتے دیکھا ہے۔ میں نے سوویت یونین جیسی سپر پاور کو ٹوٹتے دیکھا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے ۔ میری نظر میں تین فیکٹرز ہیں ۔ اگر یہ تین فیکٹرز مکمل ہوں تو اس فورس کو شکست نہیں ہو سکتی۔ ہتھیار، پیسہ اور ٹریننگ سیکنڈری فیکٹرز ہیں۔ یہ اُن تین فیکٹرز میں نہیں آتے یہ خود بخود آ جاتے ہیں۔ ان تین فیکٹرز میں پہلی چیز مقامی لیڈر شِپ ہے ابھی جیسے نواز شریف نے لانگ مارچ کیا ہے یہ مقامی لیڈر شپ ہے۔ وہ وہاں کے لوگوں کی زبان جانتے ہیں، کلچر جانتے ہیں۔ جن لوگوں کے ساتھ وہ لانگ مارچ کے لئے باہر نکلے وہ لوگ بھی ان کو جانتے ہیں۔ ملّا عمر مقامی لیڈر ہیں۔ اوبامہ اور بُش نیٹو فورسز کے مقامی لیڈر نہیں ہیں۔ ان نیٹو فورسز کی سوچ میں یکجہتی نہیں ہے۔ ان کے فوجی موت سے خوف کھاتے ہیں، وہ مرنا نہیں چاہتے، وہ بہانے بنا کر جنگ سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ مگر جو جہادی لیڈر ہیں وہ کہتے ہیں ہمارے لئے موت بھی خوش قسمتی ہوگی۔ دوسری چیز کینونسنگ کاز ہے اس پر فوج اور عوام متفق ہوں۔

مجاہدین ایک صاف شفاف مقصد کو لے کر جنگ کرتے ہیں مثلاً ایک قابض دشمن کو بھگانا اور اس کے ساتھ لڑنے کے لئے جہاد کا اعلان کرنا' جو وہ اسلامی فریضے کے طور پر کرتے ہیں

ایسی فوج کو آپ شکست نہیں دے سکتے کیوں کہ بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر بندہ اس بات پر متفق ہے کہ ہمارا لیڈر ٹھیک ہے۔ تیسرا فیکٹر یہ ہے کہ عوام کا تعاون' جس فوج کو عوام کا تعاون حاصل ہے اس کو شکست ہو ہی نہیں سکتی۔ بُش اور اوبامہ کے پاس یہ تینوں چیزیں نہیں ہیں۔ نہ وہ مقامی لیڈر ہیں نہ ان کی کاز کینونسنگ ہے۔ وہ اپنے لوگوں کو کہتے ہیں ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں مگر یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں ہے وہ مذہب کے خلاف لڑائی کر رہے ہیں۔ مذہب کے خلاف لڑائی کرنا بڑا مشکل ہے۔ زندہ مذہب کبھی ہار نہیں مانتا۔ امریکہ کو تو اپنی عوام کی سپورٹ بھی حاصل نہیں ہے۔ ان کی عوام کہتی ہے یہ تم کیا کر رہے ہو۔ وہاں سے فوجیں نکالو لیکن اس کے برعکس ملّا عمر کو اپنی عوام کی مکمّل سپورٹ ہے۔ ہر بندہ ان کے ساتھ ہے۔ مجاہدین ایک صاف شفاف مقصد کو لے کر جنگ کرتے ہیں مثلاً ایک قابض دشمن کو بھگانا اور اس کے ساتھ لڑنے کے لئے جہاد کا اعلان کرنا، جسے وہ اسلامی فریضے کے طور پر کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کے ساتھ ڈائیلاگ کئے جائیں ۔ امریکہ کو سمجھائیں آپ فیل ہو گئے ہیں ہمیں فیل کرنے کی کوشش نہ کریں، ہم اپنا کام ٹھیک کر لیں گے۔ اگر پیسے سے کرنا ہے تو پیسے بڑھا دیں۔ آپ ایک سو ڈالر خرچ کرتے رہے ہیں وہ خرچہ بند کریں اور آپ یہاں سے نکلیں۔ آپ ہمیں اس کا 50 بلین ڈالر سال کا دے دیں ہم یہاں پہ امن و امان قائم کریں گے۔ آپ یہاں آئیں ہم آپ کو بھی خوش رکھیں گے، آپ پر کوئی خود کش بمبار حملہ نہیں کرے گا۔ ورنہ کیا ہوگا ایک وقت آئے گا کہ اتنی خرابی ہوگی۔ یہاں پر بجلی، گیس نہ ہوگی، میرو پولیٹن سٹی میں سبزی نہیں آئے گی۔ کراچی شہر میں لوگ بھوک سے مریں گے۔ وسائل ہی نہیں ہوں گے، لوٹ مار ہوگی۔ پھر کیا ہوگا، کالج کے لڑکے سر پر پگڑیاں باندھ لیں گے اور کہیں گے ہم طالبان ہیں۔ اس طرح کی حالت میں نے دیکھی ہے۔ جہاں پر قبائل مضبوط تھے وہ لوگ تو کچھ نہیں کرتے تھے۔ یہاں پر تو یہ ہے ہر کوئی اپنی ڈھولکی بجا رہا ہے۔ مجھے نہیں پتہ میرے ساتھ والا کون ہے۔ ایسی جگہ پر آدمی کس طرح اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ ہماری قوم کو ہوش کے ناخن

لینے چاہیں۔ وہ امریکہ کے لارے لپے میں نہ آئیں۔ ہمارے لیڈر بڑے خوش ہیں کہ ڈیڑھ بلین ڈالر سال کا مل رہا ہے۔ یہ پیسہ کس لیے مل رہا ہے' اپنی فوج کو مروانے کے لیے مل رہا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کا' جن کو آج تک کسی نے شکست نہیں دی۔ ہم اندھا دھند کنویں میں چھلانگ لگا رہے ہیں کہ پانچ سال کے لیے ڈیڑھ بلین ڈالر ملے گا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کسی ایجنسی کا ایک کرپٹ مولوی ایک بچے کو ورغلا رہا ہے کہ تمہارے گھر میں پانچ لاکھ روپے دیتا ہوں، تم خودکش بمبار بن جاؤ، تم جنت میں چلے جاؤ گے۔ بالکل اُسی طرح ہماری حکومت کو ورغلایا جا رہا ہے۔ پاکستان کے لیڈروں کو سوچنا چاہیے کہ وہ امریکہ کے لیے خودکش بمبار بن رہے ہیں۔

سوال: آپ نے کہا کہ کل کو ہوسکتا ہے کہ طلبا سر پر پگڑی باندھ لیں اور کہیں ہم طالبان ہیں کیا اس وقت ایسے اثرات موجود ہیں؟

کرنل امام: بالکل۔ میں کہیں لیکچر دے رہا تھا تو انہوں نے پوچھا کیا طالبان ادھر آئیں گے؟ میں نے جواب دیا واپس جاتے ہوئے سیکرٹری صاحب کی گاڑی کے شیشے کھول دینا۔ اسلام آباد کی سڑکوں پر دائیں بائیں دیکھنا آپ کو طالبان نظر آجائیں گے۔ ہم طالبان میں صرف خود کفیل ہی نہیں سرپلس بھی ہیں یعنی ہمارے معاشی حالات لوگوں کو طالبان کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ جو آدمی بھوکا ہوگا جس کو نوکری نہیں ملی ہوگی وہ صرف پیسے بچائے گا' شیو نہیں کرے گا اور ایک رومال سر پر باندھ لے گا' وہ کسی طریقے سے رائفل لے لے گا یا خرید لے گا۔ وہ یہ کہے گا کہ اس نے اپنا پیٹ پالنا ہے اور تو کوئی طریقہ نہیں ہے لوگوں سے پیسے چھین لوں۔

سوال: امریکہ اور طالبان کے درمیان آئل گیس پائپ لائن کا تنازع کیا تھا؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) آپ ساری باتیں جانتے ہیں پھر بھی مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔

سوال: حقائق کے بارے میں تو آپ بتا سکتے ہیں؟

کرنل امام: حکومتی وفد جو مجھے افغانستان لے کر گیا تھا۔ اس کی منصوبہ بندی میں ایک سڑک' دوسرا ٹرین لائن اور تیسرا گیس پائپ لائن بچھانے کا منصوبہ تھا۔ گیس پائپ لائن کا صرف یہ تھا کہ یہ دریائے ہلمند سے قندھار اور کوئٹہ آئے گی یا سیدھی دریائے ہلمند سے گوادر جائے گی۔ وہ سارا راستہ بہتر اور آسان تھا کیوں کہ اس راستے میں پہاڑیاں کم تھیں اور یہ راستہ پاکستان کے نزدیک بھی تھا۔ تھوڑا بہت قبائل کے ساتھ پرابلم ہوسکتا تھا لیکن وہ بھی حل ہوسکتا تھا۔ گیس پائپ لائن کا مسئلہ یہ تھا کہ اس سلسلہ میں ایک یونی کال کمپنی اور ایک لاٹن امریکن کمپنی نے بات چیت کی تھی، امریکہ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ انہوں نے ڈائیلاگ وغیرہ کیے اور کچھ ضمانت وغیرہ بھی دی لیکن درمیان میں طالبان آگئے۔ شروع میں امریکہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ جب طالبان نے اپنی حکومت بنالی۔ اس وقت امریکہ پیچھے ہٹ گیا۔ امریکہ اس بات پر آمادہ نہیں تھا کہ طالبان کی حکومت کے دوران گیس پائپ لائن کا منصوبہ بنے۔ امریکہ خالص اسلامی حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہتا تھا۔ امریکہ نے کہا جب تک طالبان ہیں، یہ نہیں بننے دینی۔

سوال: آپ کے کہنے کے مطابق طالبان اور امریکہ کے درمیان گیس پائپ لائن کا کوئی تنازع نہیں تھا۔ امریکہ صرف افغانستان میں اسلامی حکومت بننے کے خلاف تھا؟

کرنل امام: امریکی چاہتے تھے پاکستان اور افغانستان میں اسلامی حکومت نہیں ہونی چاہیے۔ گیس پائپ لائن کا کوئی تنازع نہیں تھا۔ وہ بڑا اچھا منصوبہ تھا۔ افغانیوں، امریکیوں اور پاکستانیوں کے لیے بھی فائدہ مند تھا۔ ہمیں بھی فائدہ ہوتا ہمارے ملک سے گیس پائپ لائن گزرتی، ہم بھی اس کا ٹیکس لیتے۔ وہ سستی گیس تھی، وہ ہم خود بھی استعمال کرتے اور انڈیا کو بھی آگے دے سکتے تھے۔

سوال: آج اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد آپ کیا سمجھتے ہیں طالبان کا امریکہ کے ساتھ نائن الیون کے بعد سمجھوتہ نہ کرنے کا فیصلہ درست تھا یا غلط؟

کرنل امام: دیکھیں یہ مکمل سیکرٹ ہے۔ اس بارے میں کچھ ہمیں علم نہیں ہے۔ اور اس

پر تبصرہ کرنا بے وقوفی ہوگی۔ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ کیا ہوا اور کس طرح ہوا جس طرح آپ نے سُنا ہے ویسے میں نے سنا ہے۔ مجھے تفصیلات کا پتہ نہیں ہے۔

سوال: آپ تو طالبان کے بہت قریب رہے ہیں؟

کرنل امام: قریب رہا ہوں۔ ابھی تو قریب نہیں ہوں۔ میں نے نہ کسی سے پوچھا ہے اور نہ مجھے اس میں دلچسپی تھی۔ بہر حال طالبان کا امریکہ سے سمجھوتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی پراپیگنڈہ ہے طالبان کو بدنام کرنے کے لیے کہ سمجھوتہ ہوا ہے۔ طالبان اس موڈ میں نہیں تھے کہ امریکہ سے بات کریں۔ جب تک امریکہ ادھر قابض ہے۔ کچھ لوگ جو خود کو طالبان کہلواتے ہیں۔ وہ ملا عمر کے ساتھی نہیں تھے جیسے سیّد ارسل الرحمٰن، وکیل احمد (سابق وزیر خارجہ) اور باقی سب سعودی عرب بھی گئے وہ طالبان نہیں تھے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں تھا۔ احمد ضعیف صاحب اور ان کا سفیر بھی تھا۔ وہ بیچارے قید میں رہے، اس کے بعد ان کو چھوڑ دیا گیا۔ ان کا طالبان کے ساتھ تعلق ختم ہو گیا' وہ اب کابل میں رہتے ہیں۔

سوال: کرنل صاحب آپ سے سوال یہ تھا کہ نائن الیون کے بعد طالبان کا امریکہ سے سمجھوتہ نہ کرنا درست تھا یا غلط؟ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

کرنل امام: دیکھیں ان کے سمجھوتے کی شرائط یہ تھیں کہ اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ اس پر کافی بحث ہوئی۔ میں بھی اس وقت ادھر ہوتا تھا۔ ملا عمر ان کی اس بات کو بے جواز سمجھتے تھے کہ اسامہ بن لادن کو اُن (امریکہ) کے حوالے کیوں کیا جائے۔ پھر ملا عمر نے کہا ''اگر آج میں اسامہ کو امریکہ کے حوالے کروں گا، کل وہ مجھے یہ کہے گا 5 بندے اور میرے حوالے کرو۔ جب وہ بھی کروں گا تو کہے گا دس بندے میرے حوالے کریں پھر وہ کہے گا ہمیں فلاں فلاں جگہ پر آنے دیں۔ میں ان کی کتنی باتیں مانوں گا۔ میں ان کی ناجائز باتیں کیوں مانوں۔'' اس لئے ملا عمر نے کہا ''میں ان کا کوئی بھی مطالبہ نہیں مانوں گا۔ اگر ان کے پاس کوئی ثبوت ہے تو میرے سامنے پیش کریں۔ میرے علما' میری کورٹ اور شریعت کا بنچ ہے۔ وہ فیصلہ دے دیں گے۔'' امریکہ تو دھاندلی

کر رہا تھا۔ ملا عمر نے اس کو نہیں مانا۔ جیسے چیف جسٹس افتخار نے صدر جنرل پرویز مشرف کی دھاندلی کو نہیں مانا۔ انہوں نے انکار کیا وہ لیڈر بن گئے۔ اسی طرح ملا عمر نے بھی امریکہ کی بات نہیں مانی۔ انکار کیا وہ لیڈر بن گئے۔ ملا عمر کا امریکہ کا مطالبہ نہ ماننے کا فیصلہ درست تھا۔ انہوں نے امریکہ جیسی سپر پاور کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے دیکھا ہے طالبان واقعی حق پر لڑ رہے ہوتے ہیں۔ شہید ہونے سے ان میں قوت بڑھتی ہے۔ ایک دفعہ اتنی بمباری ہوئی کہ کوئی آدمی بھی نہیں بچا تھا۔ کچھ شہید ہو گئے باقی سب زخمی تھے۔ ہمارے [illegible]وں آفیسرز زخمی تھے۔ میں حیران ہو گیا بنّوں' میران شاہ' راولپنڈی تک کے ہسپتال زخمیوں سے بھر گئے۔ دو ہفتے کے بعد گیا تو دیکھا انہوں نے پگڑیاں باندھی ہوئی ہیں اور زخموں پر پٹیاں باندھی ہوئی ہیں مگر وہ لڑنے کیلئے تیار کھڑے تھے۔ ان کو کوئی فکر نہیں تھی۔ اگر جہاد صحیح ہے تو شہید ہونے سے فائدہ ہوتا ہے نقصان نہیں ہوتا۔

سوال: آپ کے خیال میں جو افغانستان میں جنگ لڑی جا رہی تھی وہ صحیح جہاد ہے؟

کرنل امام: صحیح جہاد کے کئی لوازمات ہوتے ہیں۔ ہر آدمی صحیح جہاد نہیں کر سکتا۔ یہ جو خودکش بمبار ہیں۔ یہ جو بچّوں کو ورغلایا جاتا ہے کہ آپ کو جنت ملے گی۔ مجھے یقین ہے کہ ان بچوں کو جنّت مل جائے گی لیکن جس نے ان کو ورغلایا ہے ان کو شیطان کے ساتھ جہنم کے گہرے گڑھے میں پھینکا جائے گا۔ جہاد انسان کی نیت اور اعمال پر ہے۔ اب کتنے لوگ صحیح نیت سے لڑ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ لوگ اپنے وطن کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ اپنی ذات کے لیے نہیں لڑ رہے۔ وہ امریکہ سے کہتے ہیں کافر دشمن ہمارے ملک پر قابض ہیں ہم اس سے لڑ رہے ہیں۔ میں نے جہاد اور اس کی برکات دیکھی ہیں۔ افغان زخمی ہوتے تھے مگر نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ جب قاری صاحب کی تلاوت ہوتی تو لوگوں کی چیخیں نکلتی تھیں۔ ایسا سماں ہوتا تھا جیسے ہم زمین پر نہیں یوم حشر کی جگہ پر کھڑے ہیں۔ یہ میرے تجربے کی بات ہے۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی اتنا عرصہ وہاں رہنے کی۔ میں نے وہاں پر اپنی ڈیوٹی سے بڑھ کر کام کیا۔ ان کے زخمی اٹھائے' ان کے گھروں کا خیال رکھا' جو آدمی

شہید ہوجاتے تھے ان کے بیوی بچوں کی اتنی مدد کر دیتا تھا کہ وہ بھیک نہ مانگنا شروع کردیں۔ مجھے نظر آتا تھا وہ حق پر ہیں۔ جو حق پر ہوتا ہے اس کی موت شہادت ہے۔

سوال: آپ پر الزام ہے کہ آپ کے آج بھی طالبان سے رابطے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

کرنل امام: (کچھ دیر سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے) روحانی رابطے ہیں۔ دیکھیں ناں ہم ذکر کرتے ہیں تو ہم کشفاً بھی رابطہ کر لیتے ہیں۔

سوال: عملی اور زبانی رابطہ؟

کرنل امام: عملی رابطے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جب کشف سے جو رابطہ ہو گیا۔

سوال: پاکستان میں موجود قبائلی اور مقامی طالبان کون لوگ ہیں؟ کیا یہ لوگ اسلام، پاکستان اور قبائل کی فلاح کی جنگ لڑ رہے ہیں؟

کرنل امام: یہ طالبان نہیں ہیں۔ یہ لوگ مقامی پٹھان ہیں مگر پراپیگنڈہ یہ کیا جا رہا ہے کہ یہ طالبان ہیں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ لوگ اپنا بدلہ لے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان گروپوں میں چند لٹیرے ڈاڑھیاں بڑھا کر شامل ہو گیے ہیں اور وہ کسی قسم کی فلاح کی جنگ نہیں لڑ رہے، بلکہ ان کو تحفظ ملا ہے۔ وہ پٹھان قبائل کے پیچھے چھپ گئے ہیں اور غیر سماجی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

سوال: سیف اللہ خالد کی ریسرچ رپورٹ آئی تھی۔ اس میں بیت اللہ محسود کے ساتھی دوسرے قبائلی جو متحد ہوئے ہیں وہ لٹیرے ہیں اور لوٹتے ہیں۔ جو دوسرا ایک اور گروپ جو ان کو نہیں مانتا وہ نبی احمد کے پوتے گل بہار بادل ہیں۔ وہ ان کے مخالف ہیں مگر بہ نسبت بیت اللہ محسود کے لوگ ان کی حمایت زیادہ کر رہے ہیں کیوں کہ ان میں وہ لوگ شامل ہو چکے ہیں جو پاکستان کے دشمن ہیں اور خودکش حملوں کے حق میں ہیں؟

کرنل امام: بیت اللہ محسود شدید دباؤ میں ہیں۔ ان پر ہر طرف سے نظر رکھی جا رہی ہے۔ ان کے ساتھ غلط لوگ آ کر شامل ہو گئے ہیں جو بدمعاش ڈاکو ہیں۔ انہوں نے ڈاڑھیاں

لی ہیں، پگڑیاں باندھ لیں۔ یہ خود کو طالبان کہتے ہیں اور طالبان کا نام استعمال کر رہے اور نقصان کر رہے ہیں۔ یہ خرابی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہماری حکومت ئی مثبت اقدام نہیں کرتی۔ اگر ہماری حکومت اپنی پالیسی ٹھیک کرے اور ان لوگوں کے تھ رابطہ رکھے۔ عوام کے لیڈر سے رابطہ رکھے اور ان لوگوں کو مارنے کی بجائے ان سے چھے کہ آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں۔ آپ علاقے کے لیڈر ہیں آپ بتائیں آپ کے قے میں کون بدمعاش ہے۔ فوج آپ کو چاہیے کہ نہیں چاہیے۔ گرنیڈ چاہیئے یہ لے ئیں۔ یہ ٹھیک کام نہیں ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ ان پر میزائل پھینک رہے ہیں۔ ہم اپنے وقوم کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ یہ امریکہ کے دشمن ہو سکتے ہیں، ہمارے دشمن نہیں ں۔

وال: آپ کے خیال میں ان علاقوں میں واقعی دو گروپ بنے ہوئے ہیں۔ ایک خودکش لے کر رہے ہیں اور دوسرا ان کے خلاف ہے؟

رنل امام: دیکھیں بات یہ ہے کہ خودکش حملہ کرنے والے کو آپ شامل نہ کریں وہ چارے معصوم لوگ ہیں ان کو ورغلایا گیا ہے۔ ان کو ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ جو بندہ ان کو دیکھ رہا وہ چالاک آدمی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو خودکش حملہ کرنے کیوں نہیں بھیجتا؟ وہ خود کیوں نہیں ا کرتا؟ اگر خودکش حملہ کرنا اتنا ہی ثواب کا کام ہے تو وہ خود کیوں بیٹھا ہے؟ وہ خود تو جنت نہیں جانا چاہتا وہ ان بچوں کو جنت میں بھیج رہا ہے اور یہ بچّے جنت میں چلے جائیں گے ونکہ یہ معصوم ہیں لیکن یہ سارا گناہ ان لوگوں کو جائے گا جو ان کو ورغلاتے ہیں۔

وال: یہ ورغلانے والے کون ہو سکتے ہیں؟

رنل امام: یہ مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کی بچیاں جامعہ حفصہ ں ماری گئیں۔ وہ بدلہ لے رہے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے اوپر بمباری ہوئی۔ ن کو آپ سے شکایت ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو غیر ملکی ایجنسیوں لیے کام کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں تم جا کر مارو۔ آپ ان پر بمباری نہ کریں، عوام کو اور

وہاں کے عوامی نمائندوں کو بتائیں۔

سوال: کیا یہ لوگ نیٹو فورسز پر افغانستان جا کر حملہ کریں گے؟ بقول آپ کے کہ پٹھانوں کی روایت ہے کہ وہ بدلہ لے کر رہتے ہیں۔ مذکورہ امریکی حملوں کا بدلہ وہ کس طرح لیں گے؟

کرنل امام: میں سمجھتا ہوں حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ ایک وقت آئے گا جب ملائشیا جاپان کے شاپنگ سنٹر میں کوئی امریکی گورا داخل ہوگا تو خریداری کرنے والے لوگ اُ دیکھ کر چیخیں مارتے ہوئے شاپنگ سنٹر سے باہر نکل آئیں گے کہ ابھی کوئی بندہ بم باندھ کر آئے گا اور اس امریکی گورے کو اڑا دے گا اور اس کے ساتھ ہم بھی اڑ جائیں گے۔ اگر امریکہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو وہ وقت دور نہیں جب پورا امریکہ خودکش حملوں سے گونج اٹھے گا۔ اس کی سب سے بڑی مثال سکیورٹی فورسز پر حملے ہیں، یہ پٹھان لوگ اپنا بدلہ لے رہے ہیں۔ جس دن ان کا رخ امریکہ کی طرف ہو گیا تو امریکہ دنیا کے نقشہ پر نہیں رہے گا۔

☆☆☆☆☆

کرنل امام چیچن مجاہدین کے ساتھ
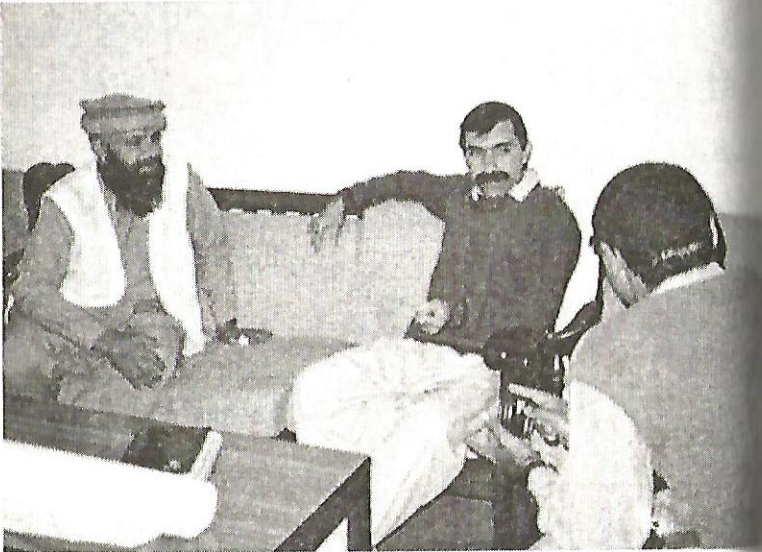
کرنل امام بریگیڈئر صغیر اور ساتھی

باب نمبر 8

☆ بدلہ لینا افغانیوں کے خون میں شامل ہے

☆ امریکہ کو پاکستان کے اسلام پرست مسلمانوں کے عقیدے سے ڈر لگتا ہے

☆ پاکستانی فوج بہادری میں دنیا بھر میں مانی جاتی ہے

☆ امریکہ پاکستانی فوج کو کمزور کرنا چاہتا ہے

☆ نیٹو افواج کا افغانستان سے زندہ انخلا ناممکن ہے

☆ امریکہ کی سازش پاکستان کو ناکام ملک بنانے کی ہے

☆ امریکی بزدل قوم ہیں وہ موت سے ڈرتے ہیں

☆ روسی فوجی امریکی فوجی سے چار گنا بہادر اور ماہر جنگ جو تھے

☆ جب امریکہ سپر پاور نہیں رہے گا تو انڈیا پاکستان بنے گا

☆ حامد کرزئی امریکہ کا ایجنٹ ہے

☆ ڈرون حملوں کے عوض ملنے والے امریکی فنڈز حکومت پاکستان کے خزانے میں جمع نہیں ہوتے

☆ نائن الیون امریکہ کا رچایا ڈرامہ ہے

☆ اب القاعدہ کا وجود نہیں ہے

☆ طالبان میرے سٹوڈنٹ رہے ہیں، وہ اتنے ٹرینڈ ہیں کہ آئی ایس آئی کو ٹرینڈ کر سکتے ہیں

حامد کرزئی سی آئی اے کا ایجنٹ اور ڈرون حملے

سوال: افغانستان میں نیٹو فورسز اور طالبان کے درمیان جاری جنگ کا آخر مستقبل کیا ہے؟

کرنل امام: سب سے اہم بات یہ ہے کہ افغانستان کے اندر افغانیوں کی ایک روایت ہے کہ جب بھی کوئی غیر ملکی فوج اُن کے ملک پر حملہ کرتی ہے یا ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو افغان آپس کے تمام اختلافات بھلا کر اپنے ملک اور قوم کا بھرپور دفاع کرتے ہیں اور غیر ملکی فوج کو شکست دے کر ہی دم لیتے ہیں۔ ایسا پچھلے تین ہزار سال سے چلا آ رہا ہے۔ افغانستان میں موجودہ جنگ بھی بالکل اُسی طرح کی ہے۔ جس طرح روس کی افواج افغانستان میں آئیں اور افغان قوم نے متحد ہو کر ان کا مقابلہ کیا اور اُنہیں شکست دی۔ پاکستان نے اس جنگ کو جائز قرار دیا اور امریکہ نے بھی ان کی مدد کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ جنگ بھی اِسی نوعیت کی ہے۔ اگر اُس وقت روس کے خلاف جنگ کرنا جائز تھا تو اب بھی جائز ہے کیوں کہ اب بھی بغیر کسی وجہ کے افغانستان میں ایک بار پھر غیر ملکی افواج داخل ہوئی ہیں۔ جس طرح افغانستان میں روس کے خلاف جنگ لڑی گئی تھی ابھی بھی وہ جنگ ہو رہی ہے اور یہ غیر ملکی افواج کے خلاف افغانیوں کا ردعمل ہے۔ جب تک یہ غیر ملکی فوجیں رہیں گی اس وقت تک جنگ جاری رہے گی۔ بدلہ لینا افغانیوں کے خون میں شامل ہے۔

سوال: امریکہ اور حامد کرزئی نے پاکستان پر یہ الزام لگایا ہے کہ افغانستان میں ہونے والی عسکری مزاحمت کو پاکستان کے قبائلی علاقوں سے کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اس الزام میں کس حد تک صداقت ہے؟

کرنل امام: مجھ سے زیادہ اس الزام کی صداقت کے بارے میں حامد کرزئی بہتر جانتے ہیں۔ جب میں افغانستان گیا تھا اس وقت حامد کرزئی نے میرے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال

تک کام کیا تھا۔ انہوں نے افغانستان کے ایک ایک کونے کے بارے میں جاننے کے لیے میری مدد کی تھی۔ وہ بہت ذہین آدمی ہیں اس لیے اس الزام کی سچائی کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں تو یہی کہوں گا کہ ان کے اس الزام میں امریکہ کی ٹون شامل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صدر حامد کرزئی جھوٹ بول رہے ہیں کہ پاکستان سے طالبان جاتے ہیں۔ ہر ہرات، قندھار اور قندوز میں جو کام ہو رہا ہے کیا وہ پاکستانی کر رہے ہیں؟ کیا کابل میں جا کر حملے پاکستانی کر رہے ہیں؟ اگر پاکستانی کر رہے ہیں تو کیا نیٹو فورسز وہاں وہ اسی طرح رکھیں گے۔ افغان نوجوان لڑکے جو نئے بھرتی ہوتے ہیں وہ ان کے ساتھ لڈو کھیلنے آئے ہوئے ہیں؟ وہ کیوں نہیں باہر نکلتے۔ نیٹو فورسز ہزاروں کی تعداد میں فوج ہے وہ پاکستانیوں کو پکڑتی کیوں نہیں؟ اُن کو مارتے کیوں نہیں؟ ان کو مار کر ہمیں بتاتے کیوں نہیں کہ ہم نے پاکستانی پکڑ لیے ہیں۔ یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اصل میں یہ ساری مزاحمت وہاں موجود قبائلی پشتون کر رہے ہیں۔ جو پشتون ہرات سے جا کر کابل پر حملہ کر رہے ہیں کیا وہ پاکستان کرا رہا ہے؟ نہیں۔ ہاں اس میں یہ ہے کہ پاکستان کے جس علاقے کے قریب افغان ہیں یہ اُن کی زمین ہے وہ جا سکتے ہیں ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جو لوگ پاک افغان بارڈر سے سرحد پار کرتے ہیں وہ لوگ خود مجھے کہتے ہیں کہ ہمیں پاکستانیوں سے ڈر لگتا ہے، کہیں ہم ان کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم چھپ چھپا کے پاکستان کی سرحد پار کر لیں تو پھر ہمیں قندھار اور کابل تک کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ ہم بالکل بہ حفاظت وہاں جا سکتے ہیں کیوں کہ نیٹو فورس والے سارے ڈر کے مارے مورچوں میں بند پڑے ہوتے ہیں۔

سوال: کہیں صدر حامد کرزئی کا اشارہ پاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کی طرف تو نہیں؟

کرنل امام: یہ امریکہ کی جارحانہ پالیسی ہے۔ امریکہ کو پاکستان سے ڈر نہیں لگتا بلکہ امریکہ کو پاکستان میں موجود اسلام پرست مسلمانوں کے عقیدے سے ڈر لگتا ہے۔ وہ اُن کے عقیدے کمزور کرنا چاہتا ہے ان کی ایمانی قوت کو توڑنا چاہتا ہے اور اس میں سب سے پہلی رکاوٹ پاکستانی فوج ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا پاکستانی فوج کو مانتی ہے کہ

غریب ملک ہونے کے باوجود اس کی فوج دنیا کی بہادر، قابل ترین اور بہترین افواج میں شامل ہے۔ ابھی بھی امریکہ کا یہی خیال ہے۔ امریکہ پاکستانی فوج کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پہلا ہدف ہے اسی لیے وہ پاکستان کی غربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو بلیک میل کر رہا ہے اور مجبور کر رہا ہے کہ پاکستانی حکومت اپنی فوج کو اُن لوگوں کے خلاف استعمال کرے۔ وہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر پاکستانی حکمرانوں نے اپنی فوج کو ان لوگوں کے خلاف استعمال نہ کیا تو وہ ان کی امداد روک دے گا۔ ابھی امریکہ کی اتنی جرات ہو گئی کہ وہ خود آ کر حملے کر رہا ہے۔ اس کا صرف مقصد یہ ہے کہ پاکستانی فوج کے خلاف عوام کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ امریکہ نفسیاتی ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ ہماری رجمنٹ میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ان علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے آباؤ اجداد وہاں پر ہیں، وہ کس طرح ان لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے، کس طرح اُن پر گولیاں برسائیں گے۔ امریکہ اس بات کو سمجھتا ہے۔ بس امریکہ پاک فوج کے اندر موجود لڑنے کے جذبے کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے پاک فوج کے سامنے اس نے پاکستانی لوگ لا کھڑے کیے ہیں۔ یہاں ہمارا فوجی آفیسر اور ینگ فوجی جوان رائفل اٹھاتا ہے تو اُن کو سامنے اپنے لوگ نظر آتے ہیں۔ میں پٹھان یونٹ کا ہوں۔ بتائیں ان کی کیا حالت ہو گی۔ امریکہ اس کو سمجھتا ہے اور وہ اسی چیز کو ہٹ کر رہا ہے کہ پاکستانی فوج کے لڑنے کا جذبہ کمزور ہو۔ پاکستانی فوج کے کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ امریکہ چاہتا ہے کہ اقتصادی لحاظ سے پاکستان ختم ہو اور وہ کامیاب بھی ہو رہا ہے۔ آپ کے زرمبادلہ بہت کم ہو گئے ہیں۔

کھانے پینے اور ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ غریب آدمی کا بہت بُرا حال ہے۔ پاکستان میں ایسے لوگ بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں جن کو ایک وقت کی روٹی کا مسئلہ درپیش ہے۔

یہ بھی امریکہ کی سازش ہے کہ پاکستان کو غریب سے غریب تر کیا جائے یعنی اتنا غریب کیا جائے جس کی وجہ سے یہ ڈکلیئر کیا جائے کہ یہ ملک ایک ناکام ملک ہے اور دنیا کو بتایا

جائے کہ پاکستان ناکام ہو رہا ہے۔ پھر تباہی آئے گی۔ اس کے بعد یہ دباؤ ڈالا جائے کہ نیوکلیئر قوت کو قابو میں کیا جائے۔ یہ امریکہ کی پالیسی ہے وہ اس پر کاربند ہیں۔

سوال: کیا مستقبل قریب میں امریکی نیٹو فورسز کا افغانستان سے انخلا کا امکان ہے؟

کرنل امام: یہ ناممکن ہے۔ میرے خیال میں نیٹو افواج کا افغانستان سے زندہ انخلا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ میں افغانیوں کو جانتا ہوں۔ وہ موت سے ڈرتے نہیں جب کہ امریکی ایک بزدل قوم ہے، وہ موت سے ڈرتے ہیں۔ میں نے روسیوں کو لڑتے دیکھا ہے اور میں نے امریکیوں کو بھی لڑتے دیکھا ہے۔ روسی فوجی امریکی فوجی سے چار گنا بہادر اور ماہر جنگ جُو تھے۔ اُنہیں اس خطے سے بھاگنا پڑا اور اُنہیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اگر وہ شکست کھا گئے تھے تو امریکہ کی شکست بھی یقینی ہے لیکن اس کے لئے مشکل یہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو فورسز ایسی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے واپس جانا اُن کے لئے موت ہے۔ امریکہ اور نیٹو فورسز کا افغانستان میں رہنا مشکل ہو گیا ہے بلکہ بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن ان کا واپس جانا ناممکن بلکہ موت ہے۔ جب امریکی سُپر پاور ختم ہو جائے گی تو انڈیا پاکستان بنے گا۔ امریکہ بہانہ ڈھونڈ کر، قربانی دے کر افغانستان میں رہنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ان کے پاس کوئی حل نہیں۔ اسی وجہ سے اب امریکہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں فرنٹیئر اور بلوچستان میں جگہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے عوام پر دباؤ ڈال رہے ہیں، حملے کر رہے ہیں۔ ان کو ڈرا رہے ہیں، پاکستانی فوج کو استعمال کروا رہے ہیں تاکہ یہ علاقہ کمزور ہو۔ قبائلی جنگ جُو اپنی فوج کے ساتھ لڑے، عوام تنگ آجائے تاکہ فوج کو عوام کے ساتھ لڑایا جاسکے۔ عوام کا اپنی فوج کے ساتھ تصادم ہو اور عوام مجبور ہو کر امریکہ کو پکارے۔ یہی امریکی ایجنڈا ہے جس پر امریکہ ڈٹا ہوا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستان میں امریکی حملے روکنے کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟

کرنل امام: اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی قوم کے مفادات کو سامنے رکھنا

چاہیے۔ ہمیں یہ جنگ امریکہ کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے لڑنی چاہیے اور اپنے لیے جنگ اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم لڑ رہے ہیں۔ ہم بمباری کرتے ہیں اور شیطان (دہشت گرد) رائفل لے کر بھاگ جاتا ہے۔ پیچھے بے چارے عوام، عورتیں، بچے اور بوڑھے رہ جاتے ہیں۔ بمباری میں وہ شناخت نہیں کرتے کہ وہاں کون کون بے گناہ لوگ ہیں۔ بمباری میں بے گناہ لوگ بھی مارے جاتے ہیں۔ جب بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں تو وہاں پر حالات خراب ہو جاتے ہیں اور مرنے والوں کے لواحقین میں انتقام کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ خرابی ہو جاتی ہے۔ ہمیں اپنی پالیسی کو تبدیل کرنا چاہیے۔ ہمیں امریکہ کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ حکومت کو ہوش سے کام لینا چاہیے۔ ہمارے ایک آرمی سٹاف کا بیان مثبت ہے کہ ہمیں اپنے مفادات کی خود نگہبانی کرنی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کرنا یہ چاہیے جہاں پر خرابی ہے وہاں کے جو بڑے بزرگ لوگ ہیں، قبائلی علماء اور لیڈر حضرات سے صلاح مشورہ کیا جائے، ان کو آگے لگایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ آپ اپنے علاقے میں امن وامان لائیں، جہاں پر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے اور وہاں آپ کو طاقت کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو طاقت کا استعمال کرنے کی اجازت دیں گے اور ان کو اختیار دیا جائے۔ اُن سے پوچھیں کتنی فوج چاہیے۔ وہ خود بتائیں کہ فلاں علاقے میں ہمارے جرگے کے فیصلے کو قبول نہیں کر رہے۔ پھر جو لوگ جرگے کا فیصلہ قبول نہیں کر رہے صرف ان پر دباؤ ڈالیں۔ پوری عوام پر دباؤ نہ ڈالیں تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ عوام آپ کے ساتھ ہو گی۔ جب عوام آپ کے ساتھ ہو جائے گی تو وہاں پر امن وامان ہو جائے گا۔ امریکہ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اصل میں ہو یہ رہا ہے کہ آپ عوام کو ناراض کر رہے ہیں تب ایسے خراب حالات پیدا ہو رہے ہیں۔

سوال: آپ نے کہا ہے کہ ہمیں امریکی نہیں اپنے مفادات کی جنگ لڑنی ہے، اپنے مفادات کے تحفظات کی جنگ لڑنی ہے وہ افغان وار جو آپ نے خود لڑی اور دیکھی ہے اس کے بارے میں بعد میں جنرل حمید گل اور بڑے بڑے تجزیہ نگاروں کے بھی بیان آئے کہ یہ

اصل میں امریکی جنگ تھی جو پاکستان اور طالبان نے لڑی۔ کیا یہاں پر تاریخ تو نہیں دہرائی جا رہی ہے؟

کرنل امام: یہ کہنے کی بات ہے کہ امریکہ نے اس سے فائدہ اٹھایا، افغانستان اور پاکستان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ لیکن میں یہ کبھی نہیں کہوں گا یہ جنگ مسلمانوں کی جنگ تھی جو آئی ایس آئی اور طالبان نے روسی جارحیت کے خلاف لڑی۔ ہم نے اپنے عقیدے اور تحفظ کے لئے وہ جنگ لڑی تھی۔

سوال: آپ افغانستان میں طالبان اور حامد کرزئی حکومت میں کیا فرق سمجھتے ہیں؟

کرنل امام: زمین آسمان کا فرق ہے۔ طالبان کی حکومت آزاد تھی۔ جب افغانستان میں طالبان کی حکومت بنی تو ان کی غیر ملکی امداد روک دی گئی مگر غربت اور تنگ دستی میں بھی افغانستان کے لوگ طالبان کی حکومت سے خوش تھے۔ ملک میں معاشرتی جنگ شروع ہو چکی تھی مگر لوگ اپنے اپنے کام کر رہے تھے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا، حملہ ہو جانے کے بعد بھی وہاں پر لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھے۔ سڑکیں بن رہی تھیں۔ یہ سب طالبان کی قائم کردہ پالیسیوں کا نتیجہ تھا لیکن کرزئی حکومت میں کرزئی خود اپنے قبائل سے آزادی سے نہیں مل سکتے۔ وہ اپنے صدارتی محل سے باہر نہیں نکل سکتے۔ جو صدر اپنی ہی حکومت میں خود محفوظ نہیں آپ اس کا اور طالبان کی حکومت کا موازنہ کیسے کر سکتے ہیں۔ افغان کابینہ میں موجود سارے لوگ حتیٰ کہ حامد کرزئی خود امریکہ کا ایجنٹ ہے۔ آپ کے سامنے ہے حامد کرزئی کے دور حکومت میں جہاں پر ایک لڑکا قندھار میں محفوظ نہیں وہاں طالبان کے دور حکومت میں نوجوان عورتیں محفوظ تھیں۔ طالبان حکومت میں خوف نام کی کوئی چیز افغانستان میں نہیں تھی۔ طالبان کے دور حکومت کا واقعہ ہے کہ ایک برطانوی صحافی عورت جو شراب پیتی تھی اور بے حیا تھی۔ طالبان نے اس کو پکڑ لیا مگر طالبان حکومت کی قید کاٹنے کے بعد جب اس کو چھوڑا تو وہ اُن کے گن گانے لگی۔ بقول اس برطانوی صحافی

عورت کہ ”میں اُن کو گالیاں دیتی، شور مچاتی تھی، آدھی ننگی ہو جاتی تھی مگر طالبان نے کبھی مجھے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ مجھے مہمان کے طور پر رکھا اور میری خاطر تواضع کی۔ ان کے برعکس اگر میں کسی امریکی جیل میں ہوتی تو وہاں ہر روز مجھ سے زیادتی کی جاتی، میری عزت کو پامال کیا جاتا۔“ اس برطانوی صحافی عورت نے طالبان کو فرشتوں کا لقب دیا تھا۔ یہ ہیں طالبان اور ان کی حقیقت۔ اس وقت قبائلی علاقوں میں سرگرم عمل طالبان سب ایجنسیوں کا رچایا ہوا ڈرامہ ہے اور کچھ نہیں۔ سکول جلانے والے بم دھماکے کرنے والے طالبان نہیں ہو سکتے۔

سوال: آپ کو پہلی بار کیسے پتہ چلا کہ صدر حامد کرزئی امریکی جاسوس ہیں؟ جہاد افغانستان میں ان کا کیا کردار تھا؟

کرنل امام: جب میں افغانستان میں تھا اس وقت حامد کرزئی کچھ بھی نہیں تھے۔ وہ مہاجر بن کر کوئٹہ آئے تھے۔ ان کے والد احد کرزئی ایک پارٹی کے نمبر دو تھے۔ ان کے والد احد کرزئی سے میرے اچھے تعلقات تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد مجھے حکام بالا کی طرف سے بتایا گیا کہ آپ کے دفتر میں حامد کرزئی کا داخلہ ممنوع ہے کیونکہ یہ سی آئی اے کا ایجنٹ ہے۔

سوال: کیا قبائلی علاقوں میں ہونے والے امریکی حملے جنرل کیانی اور جنرل مائیک مولن کے درمیان ہونے والی خفیہ ملاقات کا نتیجہ ہیں؟

کرنل امام: میں سمجھتا ہوں کہ کیانی صاحب اور مائیکل مولن کی بجائے کسی اور کی ملاقات کا نتیجہ ہو سکتے ہیں یہ ملاقات واشنگٹن میں ہوئی ہے۔ اگر کیانی صاحب کی خود کی ملاقات کا نتیجہ ہوتا تو کیانی صاحب ایسا بیان نہ دیتے۔ ان کے بیان نے یہ ثابت کر دیا کہ پاک فوج کے سربراہ کا ان حملوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے بیان نے امریکہ کو جواب دیا ہے کہ پاک فوج کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، اب وہ امریکی مداخلت برداشت نہیں کریں گے بلکہ اس کا منہ توڑ عسکری طریقے سے جواب دیں گے۔ میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ

امریکہ کے قبائلی علاقوں پر کیے گئے یہ حملے کیانی صاحب اور مائیکل مولن کی کسی خفیہ ملاقات کا نتیجہ ہیں۔

سوال : امریکہ ایک طرف قبائلی علاقوں پر بمباری کر رہا ہے اور دوسری طرف پاکستان کو کولیشن سپورٹس فنڈز کے نام پر 36 کروڑ ڈالر بھی دے رہا ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مذکورہ امریکی ڈرون حملوں پر پاکستانی حکومت کی خاموش حمایت حاصل ہے؟

کرنل امام: میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ پاکستان کو بلیک میل کر رہا ہے۔ وہ اپنی پالیسیاں جاری رکھنے کے عوض ہی پاکستان کو فنڈز دے رہا ہے اور وہ فنڈز نہ تو حکومت پاکستان کے خزانے میں جمع ہوتے ہیں اور نہ ہی پاک فوج کو براہ راست ملتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں امریکی پالیسی یہ ہے کہ پاک فوج کو کمزور کیا جائے، اس کے عقیدے کو کمزور کیا جائے تاکہ امریکہ اس خطے میں کھل کر جارحیت کا بازار گرم کر سکے۔ میرے خیال میں پاکستانی حکومت کی یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

سوال : صدر بش کا بیان کہ پاکستان ایک اہم ترین میدان جنگ ہے، اس بیان کی روشنی میں کیا آنے والے دنوں میں افغانستان میں جاری جنگ پاکستان میں لڑی جائے گی؟

کرنل امام: حقیقت یہ ہے کہ یہ افغان کی جنگ نہیں بلکہ یہ جنگ امریکہ کی گندی پالیسی کا ایک حصّہ ہے جس کا مقصد پاکستان کی عسکری طاقت کو کمزور کرنا ہے۔ امریکہ پہلے پاکستان کے سرحدی علاقوں کو کمزور کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس پالیسی میں ہماری سابقہ حکومت نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا جس میں امریکی کامیابی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ ہمارے آرمی چیف صاحب کے حالیہ بیان نے صورتحال کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ رہی بش کے بیان کی بات تو یہ محض پاکستان کو دھمکانے کا ڈرامہ ہے تاکہ پاکستان میں موجود وسائل پر امریکہ براہ راست قابض ہو سکے۔ امریکہ اپنی من مانی کرنا چاہتا ہے اور امریکہ کی سازش کے تحت قبائل اور فوج ایک دوسرے کے سامنے آ گئے ہیں۔ اب ان کو اکٹھے ہو جانا چاہیے تاکہ

امریکہ اپنی من مانی نہ کر سکے۔

سوال : صوبہ سرحد میں پھیلنے والی بدامنی کے پیچھے اصل حقائق کیا ہیں؟

کرنل امام: بات یہ ہے کہ اس وقت سرحد (خیبر پختونخوا) میں پانچ غیر ملکی ایجنسیاں ''سی آئی اے'' ''را'' موساد، خاد اور ایم آئی سکس کام کر رہی ہیں بلکہ انہوں نے سرحدی علاقے میں افغان سرحد کے قریب اپنے ہیڈ کوارٹر بھی بنا رکھے ہیں جن کا مقصد صرف سرحد میں بدامنی پیدا کرنا ہے۔ اس لئے اُنہیں بدامنی پھیلانے والے عناصر کی مکمّل پشت پناہی حاصل ہے۔ ان کو فنڈز اور ہتھیار دیئے جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ آئی ایس آئی خود تو دہشت گردوں کو ہتھیار نہیں دے گی کہ وہ ملک میں فساد اور تباہی پھیلائیں۔ جب تک حکومتی سطح پر مذاکرات کامیاب نہیں ہوتے یہ ایجنسیاں کام کرتی رہیں گی اور وہاں کے لوگوں کی حمایت بھی ان کو حاصل ہوگی۔ پنج خیر میں ان ایجنسیوں کے مراکز قائم ہیں جن کو افغان حکومت کی مکمّل حمایت حاصل ہے اور سرحد میں بدامنی پھیلانے کا منصوبہ بھی افغانستان میں بیٹھ کر تیار ہو رہا ہے۔

سوال : بلوچستان میں بدامنی پھیلانے میں ''را'' اور ''خاد'' کا کتنا ہاتھ ہے؟ کیا اینٹی پاکستان بلوچ رہنما افغانستان میں بیٹھ کر کاروائیاں کنٹرول کر رہے ہیں؟

کرنل امام: یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ اس میں چند ایک لوگ ایسے ہیں جو پاکستان پر حملہ کر رہے ہیں اور وہ بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کی ٹریننگ بھی ہوتی ہے جو یہ کام کرتے ہیں پھر بھی یہ اتنا شدید نقصان نہیں ہے مگر یہ اتنا گھمبیر بھی نہیں جتنا وانا اور وزیرستان کا مسئلہ ہے۔ بلوچستان میں باقاعدہ ''را'' اور ''خاد'' سرگرم عمل ہیں لیکن اگر صوبہ سرحد کا مسئلہ حل ہو جائے تو بلوچستان کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ یہ ناراض لوگ ہیں، حکومت ان پر کام کر رہی ہے اُمید ہے کہ نتائج اچھے نکلیں گے۔

سوال : آپ آئی ایس آئی کا حصّہ رہے ہیں۔ آئی ایس آئی کو وزارت داخلہ کے ماتحت کرنے کے منصوبے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

کرنل امام: میری نظر میں تو یہ صرف حماقت تھی جو بعد میں ٹھیک کر لی گئی اور کچھ نہیں ہے۔ میرے خیال میں آئی ایس آئی کی وزارت داخلہ کو سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ یہ 12 مہینے جنگ میں رہنے والی تنظیم ہے لہٰذا وہ حماقت تھی جس کا نوٹیفکیشن بعد میں واپس لے لیا گیا۔

سوال: پچھلے دنوں ایک نجی ٹی وی چینل نے افغانستان سے القاعدہ کے رہنما کا ایک انٹرویو نشر کیا، جس نے نائن الیون کے حملے کی ذمّہ داری قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام آباد میں ہونے والے ڈنمارک کے سفارت خانے پر حملے کو بھی قبول کیا۔ کیا یہ بھی ہمیشہ کی طرح امریکہ یا ایجنسیوں کی طرف سے پراپیگنڈہ تھا یا پھر اس میں کوئی حقیقت موجود تھی؟

کرنل امام: یہ بالکل جھوٹ ہے کہ نائن الیون میں طالبان شامل ہیں۔ یہ امریکہ کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اس میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ القاعدہ کی جاری کردہ ٹیپ اور ویڈیوز سب جھوٹ پر مبنی ہیں۔ امریکی خود مانتے ہیں کہ نائن الیون ان کا خود کا کیا ہوا ہے۔ انہوں نے اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں انہوں نے تکنیکی طور اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اصل میں افغانستان پر حملہ کرنے اور اپنے قیام کو مزید بڑھاوا دینے کے لئے یہ ڈرامہ رچایا گیا۔ نائن الیون کے واقعہ کے اصل حقائق ساری دنیا پر باور ہو چکے ہیں کہ یہ امریکہ نے خود کروایا تا کہ افغانستان پر حملہ کرنے کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ القاعدہ کا اس حملے میں کوئی ہاتھ نہیں بلکہ امریکہ القاعدہ کو اپنے موثر ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ جس ملک پر حملہ کرنا مقصود ہو تو اس کو القاعدہ سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ طالبان کی حکومت ختم ہونے کے بعد القاعدہ کے چند کارکن بچ گئے تھے جو بعد میں ختم ہو گئے ہیں یا پھر واپس چلے گئے۔ سچ تو یہ کہ اب کوئی القاعدہ نہیں بلکہ امریکہ ہی اس کو ہوا دے رہا ہے۔

سوال: القاعدہ اور طالبان کی افغانستان میں نیٹ ورکنگ ہوئی۔ آپ اس کے بارے میں کافی حد تک معلومات بھی رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے حملہ کیا کیا واقعی القاعدہ موجود تھی؟

کرنل امام: القاعدہ طالبان کے بعد آئی۔ اس کی اپنی تاریخ ہے جب عرب آنے شروع ہوئے تب انہوں نے جہاد افغانستان کے لئے کام کیا۔

سوال: نائن الیون کے بعد طالبان کی پسپائی کی گئی۔ اس میں امریکہ کا کتنا ہاتھ ہے؟ کیا آئی ایس آئی نے مدد کی ہے؟

کرنل امام: طالبان آئی ایس آئی سے زیادہ ٹرینڈ ہیں۔ وہ میرے سٹوڈنٹ رہے ہیں۔ وہ اتنے ٹرینڈ ہو گئے ہیں کہ آئی ایس آئی کو ٹرینڈ کر سکتے ہیں۔

سوال: ایک بات جو سُننے میں آئی ہے کہ پاکستان کی وزارت داخلہ نے از خود تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے امریکہ کو بیت اللہ محسود کے بارے میں بتایا مگر امریکہ نے کارروائی نہیں کی۔ کیوں؟ کیا بیت اللہ محسود امریکہ کا پیدا کردہ تو نہیں؟

کرنل امام: ایسی خبر میں نے بھی پڑھی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس طرح کا پراپیگنڈہ کیوں کیا جا رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس طرح کی کوئی اطلاع امریکہ کو دی گئی ہو۔ رہی بات بیت اللہ محسود کی تو وہ ایک پڑھا لکھا نوجوان ہے۔ افغان وار میں وہ شامل نہیں ہو سکا تھا کیونکہ اس وقت وہ چھوٹا تھا۔ میں اس کو اس وقت سے جانتا ہوں۔ لیکن اب بیت اللہ محسود کے ساتھ چند ایسے لوگ شامل ہو گئے ہیں جو ڈاکو اور چور ہیں جس کی وجہ سے بیت اللہ محسود کا امیج خراب ہو گیا ہے مگر بیت اللہ محسود کا طالبان کے ساتھ کوئی رابطہ اور تعلق نہیں ہے۔

جہادِ افغانستان کے دنوں میں کرنل امام افغان مجاہدین کے ساتھ اسلحہ کا معائنہ کرتے ہوئے

باب نمبر 9

☆ آئی ایس آئی کی وساطت سے فوج کا سب سے زیادہ تربیت یافتہ فوجی دستہ لال مسجد پر مامور کیا گیا

☆ امریکہ کا اکلوتی سُپر پاور بننے کا خواب چکنا چور ہو چکا ہے

☆ آئی ایس آئی کمزور ہوئی تو پاکستان بھی کمزور ہو گا

☆ امریکہ نے افغانستان میں آ کر بہت بڑی حماقت کی ہے

☆ امریکہ کا مستقبل روس سے بھی زیادہ تاریک ہو گا

☆ بے نظیر کے قتل میں امریکہ کا ہاتھ ہے

☆ چین کا گوادر میں آنا امریکہ کے لئے ایک جھٹکا ہے

☆ تین لاکھ سے زیادہ امریکی فوجی نفسیاتی مریض بن چکے ہیں

☆ اسامہ کی کے۔ٹو پہاڑ میں موجودگی کے امریکی بیان کا مقصد دیوسائی پر قبضہ کرنا تھا

☆ ممبئی حملوں کے پیچھے سو فیصد مقاصد امریکہ کے ہیں

☆ نائن الیون اور ممبئی حملوں میں مماثلت پائی جاتی ہے

سانحہ لال مسجد اور ممبئی حملے

سوال: سانحہ لال مسجد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

کرنل امام: میرے مطابق لال مسجد کے واقعے کے ذمّہ دار مشرف کے ساتھ ساتھ غازی برادران بھی ہیں۔ غازی برادران سمجھنے لگے تھے کہ وہ مُلاّ عمر بننے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ بچیوں کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھما دینا حماقت تھی۔ مشرف کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے آئی ایس آئی کی وساطت سے فوج کا سب سے زیادہ تربیت یافتہ دستہ لال مسجد پر مامور کر کے یہ ثابت کیا کہ یہ بہت بڑا معرکہ تھا۔ پہلے یہ مولوی ایجنسیوں کے ہاتھوں کھیلتے ہیں اور پھر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ پاکستان میں خودکش حملوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ لال مسجد کے سانحہ کا ردِّعمل تھا۔ مشرف کے زوال کا سبب بھی لال مسجد ہے۔

سوال: کیا مشرف حکومت کے خاتمہ کے پیچھے جامعہ حفصہ کا معاملہ ہے؟

کرنل امام: مشرف حکومت کے خاتمہ کے پیچھے بہت سے عوامل ہیں۔ جامعہ حفصہ تو بہت بڑا حادثہ ہے۔ یہ بڑی شرم ناک بات ہے کہ ہم نے اپنی بچیوں کے ہاتھوں میں ڈنڈے پکڑا دیے۔ جامعہ حفصہ کے معاملے میں مشرف کو ہی نہیں غازی برادران کو بھی قصوروار ٹھہراتا ہوں کہ انہوں نے نوجوان بچیوں کو ورغلایا۔ ہماری بچیاں تعلیم حاصل کرنے والی پردے دار بچیاں تھیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ان کو استعمال کیا گیا۔ یہ سابقہ حکومت کی بہت بڑی حماقت ہے کہ ان بچیوں کو روکا اور فوج کو بھیجا، انہوں نے ان بچیوں کو مارا۔

سوال: امریکہ کا اسامہ بن لادن کے بارے میں کے۔ٹو کی پہاڑیوں پر موجودگی کا بیان دینے کی وجہ کے ٹو پر قبضہ کرنا تو نہیں؟

کرنل امام: کے۔ٹو پر قبضہ کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ کے۔ٹو پہاڑ سے مشرق کی طرف

40 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک میدان ہے جو ''دیوسائی'' میدان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ 35 کلومیٹر لمبائی اور 75 کلومیٹر چوڑائی میں ہے۔ وہاں پر جہاز بھی لینڈ کر سکتے ہیں وہ خالی جگہ ہے۔ امریکہ وہاں قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک میں بڑے متعصب لوگ ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ امریکہ وہاں جا کر بیٹھ جائے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے اجازت مانگی تھی مگر حکومت نے انکار کر دیا جس پر امریکی تھنک ٹینک نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ اسامہ اُدھر ہے۔ ''دیوسائی'' میدان بہت زیادہ ہموار ہے اور اس کی سطح سولہ ہزار میٹر بلند ہے۔ اس پر پہنچ کر ہم چین، روس، بھارت اور پاکستان غرض پورے ایشیا کو آسانی سے مانیٹر کر سکتے ہیں۔ امریکہ اُدھر جانا چاہتا ہے۔ وہ اتنا ہموار میدان ہے کہ ہر قسم کے جہاز وہاں لینڈ کر سکتے ہیں۔ امریکہ، چین اور روس کو Watch کرنے کے لئے وہاں پہنچنا چاہتا ہے۔

سوال: پاکستان بھارت کشیدگی کے پس منظر میں آپ کے خیال میں ممبئی حملوں کے پیچھے کون سے عناصر کارفرما ہیں؟ پاکستان پر لگائے گئے الزامات میں کتنی سچائی ہے؟

کرنل امام: میرے خیال میں ممبئی حملوں کے پیچھے سب جھوٹ ہے۔ جنگی حربے میرا شعبہ رہا ہے۔ جو کہانی ممبئی حملوں کے بارے میں پڑھی اور سُنی ہے کہ ''حملہ کرنے والے پاکستان سے آئے' انہوں نے کس طرح سمندری سفر کیا اور انڈیا کے بارڈر پر پہنچ گئے۔ انہوں نے سپیڈ بوٹ کو استعمال کیا، وہ اسلحہ ان کشتیوں میں لے کر آئے'' یہ کہانی اس طرح کی نہیں جیسی بنائی گئی ہے۔ جو لوگ جنگی حربوں کے شعبے کے بارے میں جانتے ہیں وہ بھی میری اس بات سے متفق ہوں گے کہ دہشت گرد کراچی سے ایک ہی رات میں موٹر بوٹ کے ذریعے بھارتی بارڈر پر پہنچ گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیسے؟ کیا موٹر بوٹس سمندر میں بھی تیز چلتی ہیں؟ کیا سمندر کی لہروں پر چھلانگیں لگاتی ہے؟ اگر آپ کشتی کے ذریعے گئے ہیں تو آپ اگر کشتی کو مضبوطی سے پکڑ کر نہ بیٹھیں تو کشتی آپ کو سمندر میں پھینک دے گی۔ وہ کشتی نہ تو آرام دہ ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر سیٹیں ہوتی ہیں۔ فوج میں فرسٹ لائن اور سیکنڈ

لائن ایمونیشن کی ٹرم استعمال ہوتی ہے۔ فرسٹ لائن میں سولجر کے جسم پر اور ہاتھوں میں اسلحہ ہوتا ہے اور سیکنڈ لائن ایمونیشن میں پیچھے ذخیرہ کیا گیا اسلحہ جو بعد میں گاڑیوں کے ذریعے سولجرز کو بھیجا جاتا ہے۔ ممبئی حملوں میں استعمال ہونے والا ہتھیار فرسٹ لائن اور سیکنڈ لائن دونوں سے زیادہ تھا۔ اگر یہ لوگ پاکستان سے آئے تھے تو سیکنڈ لائن ایمونیشن (اسلحہ کا ذخیرہ) کس نے اُنہیں پہنچایا؟ جوان لوگوں نے 60 گھنٹوں میں استعمال کیا۔ اگر یہ لوگ کراچی سے موٹر بوٹ کے ذریعے انڈیا کے ساحل پر پہنچے تو انہیں کم از کم چھ گھنٹے لگے ہوں گے۔ کشتی میں سفر کے بعد آدمی اتنا تھک جاتا ہے کہ اُسے فوری آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ لوگ رات کو آئے اور آتے ہی انہوں کارروائی شروع کر دی۔ انہیں کسی نے سمندر کے ساحل پر بھی نہیں روکا اور نہ ہی انہوں نے آرام کیا، یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ کوئی بھی ذی شعور اس بات کو نہیں مانے گا۔ انہوں نے تو اس انداز میں حملہ کیا جیسے وہ ان کا اپنا گھر تھا۔ جیسے وہ وہاں کے ٹھکانوں سے اچھی طرح واقف ہیں، ابھی حملے جاری تھے تو بھارتی حکومت نے اُنہیں پاکستانی قرار دے دیا تھا۔ فرض کریں یہ پاکستانی ہی تھے لیکن ان کو وہاں پر رکھا گیا، انہیں ٹریننگ دی گئی۔ کشتی والی کہانی بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ میرے خیال میں حملہ آور ممبئی شہر کے رہائشی تھے، وہ شہر کو اچھی طرح جانتے تھے۔ حملہ کرنے سے پہلے انہوں نے کئی ریہرسلز کی ہوں گی اور انہوں نے موساد، را، اور سی آئی اے کے انڈر ٹریننگ لی ہے۔ باقی جو بھی وہ کہتے ہیں سارا جھوٹ اور ڈرامہ ہے۔ ان کے جھوٹ کا سب سے بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ کیا حملہ آور مشین تھے کہ 60 گھنٹے یعنی تین دن بغیر آرام کے لڑتے رہے اور ان کو 60 گھنٹوں میں 40 گھنٹے کسی بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ سی آئی اے، موساد، اور، را کے سب سے بڑے جھوٹ کا اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے۔ میں انٹیلی جنس میں رہا ہوں اور میں کمانڈو ایکشن کرتا رہا ہوں۔ انٹیلی جنس کی چھوٹی سے چھوٹی کارروائی میں بھی شکار کو مارا نہیں جاتا بلکہ ان کو زخمی کر کے ان سے تفتیش کی جاتی ہے۔ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ کوئی بھی دہشت گرد زندہ نہیں پکڑا گیا۔ انٹیلی جنس والے کبھی بھی حملہ

آوروں کو نہیں ماریں گے۔ بھارتی حکومت کے ادارے نے تو کسی کو بھی زندہ نہیں پکڑا تاکہ حقیقت نہ کھل جائے۔ انٹیلی جنس کا فرض تھا کہ حملہ آوروں کو پکڑتے ان سے تفتیش کی جاتی اور دنیا کو بتایا جاتا کہ یہ کون لوگ ہیں اور یہ بدمعاشی کس ملک کی ہے؟ جب کہ بھارتی کمانڈو نے تو دہشت گردوں کے چہرے اتنے خراب کر دیئے تاکہ وہ پہچانے نہ جاسکیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ حملہ آور اُن کے اپنے لوگ تھے۔ یہ بھی نائن الیون جیسا منصوبہ تھا۔ نائن الیون کے منصوبے میں افغانستان کو نشانہ بنانا مقصود تھا اور ممبئی حملوں میں پاکستان کو دباؤ میں رکھنا تھا تاکہ امریکی اور بھارتی مذموم عزائم پر پاکستان نہ بول سکے۔ نائن الیون کے واقعہ میں حملہ آور نہ تو مُلّا عمر کے حامی تھے اور نہ ہی القاعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ گرین کارڈ ہولڈر لوگ تھے۔ خواہ وہ مسلمان ہی تھے مگر امریکی تھے۔ ان کو امریکہ میں ٹرینڈ اور حملہ کے لئے تیار کیا گیا۔ جیسے گراؤنڈ سپورٹ کے بغیر نائن الیون ممکن نہیں تھا۔ ان حملہ آوروں کو گراؤنڈ سپورٹ کس نے فراہم کی؟ کیا امریکہ میں القاعدہ نے انہیں گراؤنڈ سپورٹ دی تھی؟ بالکل نہیں۔ نائن الیون کے حملہ آوروں نے پہلے 4 جہاز اغوا کیے، ممکنہ وقت پر مختلف جگہوں سے چلے اور گھنٹوں کا سفر کیا۔ کمیونیکیشن کے نظام کو ڈاج کیا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کر دیا۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟ نائن الیون اور ممبئی حملوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ہمارا ایک عام سا F-16 طیارہ ایسی صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اتنے ترقی یافتہ نظام کے ہوتے ہوئے ان حملوں کا ہونا ڈرامہ نہیں تو اور کیا ہے؟

سوال: ممبئی حملوں کے ڈرامے سے بھارتی یا امریکی حکومت کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتی تھی؟

کرنل امام: امریکہ عراق سے مار کھا رہا ہے' افغانستان میں اس کی دال نہیں گل رہی۔ امریکہ اب مزید جنگ کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ امریکی سولجر جنگ نہیں کر رہے، وہ اپنے مرکز میں بیٹھے رہتے ہیں۔ امریکی ایک بزدل قوم ہے۔ ممبئی حملوں کا ڈرامہ رچانے کا مقصد بھی تھا کہ انڈیا کو افغانستان میں ملوث کیا جائے اور پاکستان انڈیا کی حمایت کرے۔ اب

امریکہ انڈیا کی فوج کو افغانستان میں استعمال کرنے کا سوچ رہا ہے۔ امریکہ دراصل بہانہ بنا کر اپنے آپ کو پیچھے ہٹا رہا ہے اور انڈیا کو مکمّل طور پر افغانستان میں بھیجنے پر غور کر رہا ہے۔ انڈیا کو پہلے امریکہ نے آمادہ کیا کہ وہ ایک لاکھ فوج لے کر افغانستان میں آ جائے۔ اخباری معلومات کے مطابق انڈیا آمادہ ہو چکا تھا لیکن ہندو بہت زیادہ ہوشیار اور چالاک قوم ہے۔ ان کو یہ خیال آ گیا کہ افغانستان میں آج تک کوئی بھی بیرونی طاقت کامیاب نہیں ہوئی۔ فرض کریں انڈیا اپنی فوج بھیج بھی دیتا ہے تو اسے خوراک افغانستان میں لے جانے کا راستہ کہاں سے ملے گا؟ پاکستان کبھی بھی رضامند نہیں ہوگا۔ پاکستان پر دباؤ ڈالنے اور انڈیا کو راستہ دینے کے لیے ممبئی حملوں کا ڈرامہ رچایا گیا۔ دوسرا ان حملوں کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان حملوں کو بنیاد بنا کر انڈیا پاکستان پر دباؤ ڈالے تاکہ بلوچستان فاٹا اور سوات کے علاقے اتنے کمزور ہو جائیں کہ پاکستان کے بس کی بات نہ رہے اور امریکہ کو ان علاقوں میں جانے کا موقع مل جائے اور وہ کھل کر آپریشن کر سکے۔ ممبئی حملوں کے پیچھے سو فیصد مقاصد امریکہ کے ہیں۔ امریکہ پاکستانی علاقوں میں خود کاروائی کرنا چاہتا ہے اور افغانستان میں انڈیا کو شامل کرنا چاہتا ہے۔ ہماری سابقہ حکومت اور موجودہ حکومت نے امریکہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا ہے۔ امریکہ کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمارے ملک میں آ کر بمباری کرے اور بہ حفاظت چلا جائے۔ ہماری فوج میں اتنی قوت ہے کہ ان حملوں کو روک سکے، اگر نہیں روکا جا رہا ہے تو اس کی وجہ سابقہ اور موجودہ حکومت کے معاہدے ہیں۔ یہ معاہدے مجبوری کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں مگر معاہدے ضرور ہوئے ہیں۔ انڈیا کے ساتھ جو کچھ ابھی ہوا ہے، یہ حملے خواہ سی آئی اے نے کروائے ہیں یا موساد نے، میرے خیال کے مطابق یہ حملے بڑے چھوٹے لیول پر کروائے گئے ہیں، موساد یا سی آئی اے نے چھوٹی چھوٹی انتہا پسند ہندو تنظیموں کے ذریعے یہ حملے کروائے تاکہ انڈیا کے پاس پاکستان پر دباؤ یا حملہ کرنے کا جواز پیدا ہو جائے اور انڈیا کھل کر امریکہ کی جنگ میں حصہ دار بن جائے بلکہ پوری دنیا کے میڈیا کو موساد اور امریکہ کی طرف سے ہدایت ہے کہ ان حملوں کا

ذمہ دار پاکستان کو ٹھہرایا جائے اور میڈیا یہی کر رہا ہے، پوری دنیا کا میڈیا بھی حملوں کے صورت عوام کو نہیں دے رہا، نہ ہی مرنے والے دہشت گردوں کی تصاویر یا شناخت بتائی جا رہی ہے۔ انہیں کم از کم ان دہشت گردوں کی شناخت تو دینی چاہیے۔ وہ 9 یا 10 آدمی تھے وہ سارے کے سارے مارے جا چکے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حملہ کرنے والوں کو چھپا کر ان کی جگہ بے گناہ افراد کو مار کر دہشت گرد ثابت کر دیا گیا ہو۔ امریکہ خود اس معاملے کو کشیدہ کرنا چاہتا ہے اگر یہ جنگ ہوتی ہے تو سب سے زیادہ نقصان امریکہ اور بھارت کا ہوگا۔

سوال: انڈیا پاکستان پر کسی صورت بھی حملہ کر سکتا ہے؟

کرنل امام: انڈیا پاکستان میں حملہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور وہ پاکستان پر کسی صورت بھی حملہ نہیں کر سکتا۔ میری اطلاع کے مطابق اس وقت انڈیا کے اندر چھوٹی بڑی ساری جماعتیں ملا کر 90 ایسے گروپس ہیں جو انڈیا سے خود مختاری چاہتے ہیں۔ ان میں سے 20 سے اوپر ایسی بڑی جماعتیں ہیں جو پورے صوبے پر اثر انداز ہیں اور یہ تمام تنظیمیں مسلح ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار بھی ہیں۔ انڈیا میں تقریباً 600 اضلاع ہیں اور ان 600 اضلاع میں سے 170 اضلاع میں ریونیو یہ تنظیمیں اکٹھا کرتی ہیں۔ حکومت ان اضلاع میں عمل دخل نہیں کر سکتی۔ کیا انڈیا کو خطرات نہیں ہیں کہ اگر جنگ چھڑی تو یہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے؟ انڈیا میں یہ تنظیمیں اپنے علیحدہ وطن کے لیے لڑ رہی ہیں۔ پاکستان میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں تنظیمیں حکومت کے خلاف تو ہو سکتی ہیں لیکن پاکستان کے خلاف نہیں۔ میرے خیال میں انڈیا کسی صورت بھی پاکستان پر حملہ کرنے کی بیوقوفی نہیں کرے گا۔ وہ ڈرانے دھمکانے کی حکمت عملی پر عمل کر رہا ہے لیکن یہ حکمت عملی بھی پوری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں دو بلاک بنتے جا رہے ہیں۔ ایک بلاک جس میں امریکہ' یورپی یونین' برطانیہ' انڈیا اور پاکستان شامل ہیں۔ دوسرے بلاک میں روس' چین' ایران' لاطینی امریکہ اور لیبیا شامل ہیں جو کہ امریکی بلاک کے مدمقابل کھڑا ہے۔ عالمی سطح پر ایک تیسرا بلاک بھی موجود ہے جو کہ ناقابل شکست ہے وہ بلاک فتح یاب نہیں ہو سکتا اور اس کو شکست

دینا بھی ناممکن ہے وہ اسلامک بلاک ہے، امریکہ یا روس کسی بھی اسلامی ملک پر حملہ کرے گا۔ یہ بلاک شہد کی مکھیوں کی طرح اکٹھا ہو جائے گا اور جارحیت کا مقابلہ کرے گا۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ افغانستان میں پچھلے 7 سالوں سے چند ہزار لوگ نیٹو اور امریکی فوج کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک ہار نہیں مانی اور نہ ہی مانیں گے۔ کیوں کہ نیٹو کے خلاف کوئی ملک نہیں لڑ رہا بلکہ اسلامی نظریات رکھنے والے مضبوط عقائد کے لوگ لڑ رہے ہیں اور وہ کسی بھی ملک سے ہو سکتے ہیں۔

سوال: آئی ایس آئی کا انفراسٹرکچر تک تبدیل کرنے کی مغرب سے آوازیں آتی ہیں کہ آئی ایس آئی کا ڈی جی سول ہونا چاہیے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

کرنل امام: امریکہ آئی ایس آئی کے کام سے اچھی طرح واقف ہے۔ جہاد افغانستان کے دوران ہماری حکومت کا امریکہ کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا کہ افغان وار کو آئی ایس آئی ہینڈل کرے گی۔ سی آئی اے اس میں شامل نہیں ہوگی۔ امریکہ صرف مجاہدین کو امداد دے گا، جنگ میں حصہ نہیں لے گا۔ یہ آئی ایس آئی ہی تھی جس نے روس جیسی سپر پاور کو اتنے کم عرصے میں افغانستان سے نکال دیا تھا۔ اب امریکہ نے ساڑھے 8 ارب ڈالر افغانستان میں پھونک دیے ہیں۔ اس وقت امریکہ نے صرف 5 ارب ڈالر امداد دی تھی اور روس کو شکست ہوگئی تھی۔ اب امریکہ خود افغانستان میں ہے اور اس کی انٹیلی جنس ایجنسی سی آئی اے کام کر رہی ہے لیکن حالات قابو میں نہیں ہیں۔ امریکہ جانتا ہے کہ آئی ایس آئی ہی واحد ایجنسی ہے جو ہر حالت میں سب کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس سے پورا مغرب خوف زدہ ہے۔ ان ممالک میں چاہے امریکہ ہے یا یورپ۔ وہ اسلام کو پسند نہیں کرتے۔ وہ صرف اسلام پر تنقید کرتے ہیں جس میں آئی ایس آئی بھی آتی ہے۔ آئی ایس آئی ہمارے ملک کی ایسی فوج ہے جو 12 مہینے حالت جنگ میں رہتی ہے۔ پچھلے سال نیویارک پولیس نے ایک رپورٹ شائع کی۔ اس رپورٹ کے مطابق نیویارک پولیس کو حکم ملا کہ وہ پوری دنیا میں اپنے ایجنٹ بھیجے اور پتہ کریں کہ مسلمان دہشت گردی کی طرف مائل کیوں ہیں؟ جب

نیویارک پولیس کے ایجنٹ واپس آئے تو انہوں نے 90 اوراق کی ایک رپورٹ بنائی جسے نیویارک پولیس کے کمشنر کیلی نے پریس کانفرنس میں پڑھا اس میں سے اس نے کچھ خصوصیات پڑھیں کہ اگر یہ خصوصیات کسی بھی آدمی میں ہوں تو اسے دہشت گرد سمجھو یا اسے شک کی نگاہ سے دیکھو (1) جو شخص لمبی ڈاڑھی بڑھانا شروع کر دے (2) جو شخص امریکی پاپ میوزک کا دلدادہ نہیں ہے (3) جو شخص شراب نوشی نہیں کرتا (4) جو شخص پانچ وقت نماز پڑھتا ہو، ان خصوصیات کے مالک انسان سے ڈرنا چاہیے۔ اس رپورٹ میں مسلم مخالف تعصب کھل کر سامنے آیا ہے۔ میں اینٹی ٹیررازم کا طالب علم رہا ہوں اور ان کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں۔ اینٹی ٹیررازم کی تعلیم کے مطابق آپ کو دو اصولوں پر عمل کرنا ہوتا ہے پہلی یہ کہ آپ کم از کم طاقت کا استعمال کریں اور دوسرا جہاں تک ہو سکے عوام کی حمایت حاصل کریں۔ لیکن یہاں امریکہ زیادہ سے زیادہ قوت استعمال کر رہا ہے اور عوام کی حمایت کو ختم کر رہا ہے۔ اس کا مطلب امریکہ دہشت گردی کے خاتمے پر نہیں بلکہ اس کو برقرار رکھنے کے اصول پر عمل کر رہا ہے۔ 3 لاکھ سے زیادہ امریکی فوجی نفسیاتی مریض بن چکے ہیں۔ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں بلکہ امریکہ ادھر جنگ کر رہا ہے جہاں مضبوط عقیدے والے مسلمان ہیں۔ یہ مسلمانوں اور آئی ایس آئی کے خلاف جنگ ہے۔ اسلام اور آئی ایس آئی کا قلعہ پاکستان ہے۔ جب تک پاکستان کو کمزور نہ کیا جائے اس وقت تک مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔ امریکہ جانتا تھا کہ روس ناقابل تسخیر ہے۔ اس کو افغانستان سے باہر نکالنا ناممکن تھا لیکن آئی ایس آئی نے اسے ممکن بنایا، آئی ایس آئی نے اتنا بڑا معرکہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ امریکہ جانتا ہے کہ آئی ایس آئی کوئی اور معرکہ کرنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتی ہے، اس لئے امریکہ آئی ایس آئی کی کمر توڑنا چاہتا ہے۔ اگر آئی ایس آئی کمزور ہوئی تو پاکستان بھی کمزور ہوگا۔ آئی ایس آئی، سی آئی اے اور موساد سے زیادہ بدمعاش تو نہیں اس کے پیچھے امریکہ اس لیے پڑا ہے کہ یہ ایک ایسے ملک کی خفیہ ایجنسی ہے جو اسلام کا قلعہ ہے۔ اب امریکہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے انڈیا کو استعمال کر رہا ہے۔ وہ سمجھتا

ہے کہ انڈیا پاکستان اور آئی ایس آئی کے کلچر سے واقف ہے اور وہ یہ کام کرے گا۔

سوال: امریکہ کا افغانستان میں مستقبل کیا ہے؟

کرنل امام: گزشتہ کئی سالوں کا میرا یہ تجربہ ہے، امریکہ نے افغانستان میں آ کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ امریکہ کا اس طرح افغانستان میں جنگ کا محاذ کھولنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ افغان وار کے دوران میرے ساتھ سی آئی اے کے لوگ بھی تھے۔ جب امریکہ افغانستان پر حملے کا سوچ رہا تھا تب میرے ساتھ جو سی آئی اے کے اہلکار تھے انہوں نے امریکی حکومت کے فیصلے کی مخالفت کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ امریکہ اگر افغانستان پر حملہ کرے گا تو اسے نقصان اور اپنی تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن امریکہ نے بات نہ مانی اور افغانستان پر حملہ کر دیا جس کا خمیازہ وہ اب بھگت رہا ہے۔ میرے خیال کے مطابق امریکہ کا افغانستان میں رہنا مشکل ہے مگر اب یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔ جو لوگ اس وقت وائٹ ہاؤس میں بیٹھے ہیں میں ان کو بزدل کہوں گا، وہ صرف بینکرز اور سرمایہ کار لوگ ہیں۔ اُنہیں جنگ کے متعلق کچھ نہیں پتہ، وہ صرف سرمایہ کمانا جانتے ہیں۔ وہ لوگ تیل کے بڑے بڑے تاجر ہیں ان کو صرف ان ممالک میں تیل نظر آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے امریکہ کو اس آگ میں پھینک دیا ہے۔ وائٹ ہاؤس میں بیٹھے بزدل سرمایہ کاروں اور تھنک ٹینک کے مطابق امریکہ 3 ہفتوں میں افغانستان پر فتح حاصل کرے گا لیکن 7 سال گزرنے کے بعد بھی حالات ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ اسی طرح عراق پر حملے کے بعد بش نے آ کر فتح کا اعلان کیا تھا لیکن اب وہ وہاں سے جوتے کھا رہے ہیں اور عراق سے بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔ اسی طرح افغانستان کی تاریخ میں کسی ملک نے فتح حاصل نہیں کی۔ امریکہ کا افغانستان میں آنا اس کے زوال کی نشانی ہے۔ امریکہ نہ سکندر اعظم، نہ روس، نہ تیمور اور نہ ہی تاج برطانیہ کے مقابلے میں بڑی طاقت ہے۔ جب ان طاقتوں نے افغانستان میں فتح حاصل نہیں کی تو امریکہ کیا حاصل کرے گا؟ نیٹو فورسز اب امریکہ کی مزید مدد نہیں کریں گی۔ وہ مرنے کے لیے امریکہ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ ان کے مقاصد اور

اہداف اور ہیں۔ جہاں تک طالبان کا تعلق ہے وہ تو موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں ان کا مقابلہ یہ نہیں کر سکتے۔ امریکہ جو حربہ استعمال کر رہا ہے میں اس کو غلطی پر غلطی کرنا کہوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے امریکہ نے غلطی کی اور پھر اس کا طاقت کے بل بوتے پر غلطی کو ٹھونسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کے پاس اور بھی 2 یا 3 آپشن ہیں وہ ان پر عمل کرے ہمیں اور اپنے آپ کو بچائے۔ اب جس حربے پر وہ عمل کر رہا ہے، اس سے اس کی تباہی بھی یقینی ہے۔ امریکہ کے ساتھ ہمارا بھی شدید نقصان ہے۔ امریکہ اب اپنے زوال کے دہانے پر پہنچ چکا ہے، جس طرح روس کے سوشلسٹ نظام کو مجاہدین نے ختم کیا اب امریکہ بھی اسی طرف آ رہا ہے۔ امریکہ کو چاہیے کہ معتدل ذرائع استعمال کرے، ہمیں بھی بچائے خود بھی بچ جائے ورنہ امریکہ کا مستقبل روس سے بھی زیادہ تاریک ہوگا۔

سوال: پاک بھارت کشیدگی کے تناظر میں آپ چین کو کہاں دیکھتے ہیں؟

کرنل امام: چین نہایت ہی عقل مند ملک ہے۔ وہ محفوظ کھیل رہا ہے۔ اس نے کبھی بھی کسی دوسرے ملک کے وسائل پر نظر نہیں رکھی، نہ کسی کو ڈرایا اور نہ ہی دھمکی دی ہے۔ اس پورے عمل میں چین نے مداخلت اس لیے نہیں کی کیونکہ وہ اپنی اقتصادیات کو مضبوط کر رہا ہے۔ چین سمجھتا ہے کہ جب تک اس کی اقتصادیات اس مقام پر نہیں پہنچتی جہاں ایک سپر پاور کی اقتصادیات کو ہونا چاہیے اسے کسی بھی ملک کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ چین بہت دانش مندی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ چین جہاں جہاں جس ملک میں بھی گیا ہے وہ وہاں کے لوگوں کی مدد کر رہا ہے۔ وہاں سرمایہ کاری کر رہا ہے اور اس نے ملک کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے نہ کہ اس پر تنقید کی گئی ہے۔ چین بڑی ایمان داری سے کام کر رہا ہے اور وہ آہستہ آہستہ پوری دنیا کی معیشت پر چھا رہا ہے۔ چین کم سے کم فوجی مداخلت کر رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ فوجی مداخلت کو ترجیح دے گا تو اس کی معیشت کو نقصان ہوگا۔ یہی حال انڈیا کا ہے انڈیا کبھی حملہ نہیں کرے گا وہ خالی دھمکیاں دے رہا ہے۔ اگر جنگ کرتا ہے تو اس کی

موجودہ معیشت کو نقصان پہنچے گا اور جہاں تک چین کا کردار ہے وہ پاکستان کا راستہ تجارت
کے لیے کھلا دیکھنا چاہتا ہے، یہ اس کے اپنے مفادات ہیں کیونکہ دنیا سے رابطہ رکھنے کے
لیے پاکستان اس کے لیے موزوں ترین ہے۔ لہٰذا چین ہر ممکن کوشش کرے گا کہ پاکستان
کی سلمیت برقرار رہے اور امریکہ یہ چیز برداشت نہیں کرے گا۔ جس کی وجہ سے وہ پاکستان
کو کمزور کررہا ہے۔ چین کا گوادر میں آنا ہی امریکہ کے لیے ایک جھٹکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
پشاور، بلوچستان اور گوادر سے چینی انجینئر اور باشندے اغوا ہو رہے ہیں۔ ان کو طالبان یا
آئی ایس آئی نہیں بلکہ سی آئی اے اغوا کررہی ہے اور ان کو ماررہی ہے مگر پھر بھی چین پاکستان
کے ساتھ تعاون جاری رکھے ہوئے ہے جو امریکہ کے لیے تشویش ناک ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں بے نظیر کو کس نے قتل کیا؟

کرنل امام: میرے خیال میں بے نظیر صاحبہ پاکستان میں امریکی ایجنڈا لے کر آئی تھیں
لیکن وطن واپسی پر جب انہوں نے قوم کا موڈ دیکھا تو وہ امریکی ایجنڈے سے مکر گئیں۔ وہ
بڑی دلیر اور سمجھ دار عورت تھیں۔ بے نظیر کے قتل کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بے نظیر اس ایجنڈے
سے پیچھے ہٹ گئی تھیں، جس کی وجہ سے انہیں امریکہ نے گرین سگنل دیا تھا کہ آپ پاکستان
جاسکتی ہیں، ان کے قتل میں امریکہ کا ہاتھ ہے اور جن لوگوں کو بے نظیر کے ہوتے ہوئے اپنی
توقعات پوری نہ ہونے کا ڈر ہے وہ لوگ ان کے قتل میں شامل ہوسکتے ہیں۔

سوال: کشمیر کی آزادی کی تحریک کا مستقبل کیا ہوگا؟

کرنل امام: سابقہ اور موجودہ حکومتی دور میں اس تحریک کو بہت زیادہ نقصان اور مشکلات
کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مشرف نے انڈیا کو بہت زیادہ ریلیف دیا تھا، جس کی وجہ سے انڈیا
اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا۔ مشرف کی وجہ سے اس تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ میں
یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک چلے گی اور اس وقت تک چلتی رہے گی جب تک کشمیر کی آزادی کا
فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ حالات ایسے پیدا ہورہے ہیں یہ تحریکیں حکومتوں کے کنٹرول سے باہر
ہوتی جارہی ہیں، ان کو نہ انڈیا کی حکومت کنٹرول کرسکے گی اور نہ ہی پاکستان کی حکومت۔

ظاہری قوت اسلامی نظریات کی تحریک جو کہ اس وقت حرکت میں ہے وہ ان سب حکومتوں
کے کنٹرول سے باہر ہیں۔

سوال: کیا مستقبل میں طالبان کا امریکہ کے ساتھ سمجھوتہ ہونے کا اندیشہ ہے؟

کرنل امام: میں طالبان کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ جس مؤقف پر ڈٹ گئے، پھر اس
سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اب امریکہ کو وہ افغانستان سے نکال کر ہی دم لیں گے۔ ان کا ان کے
ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ ہونے کا اندیشہ نہیں۔ ہاں اگر امریکہ افغانستان چھوڑنا چاہے تو
طالبان ان کو جانے دیں گے۔ طالبان نے اپنے دور حکومت میں جو میں سمجھتا ہوں غلطی کی
وہ انہوں نے اسلام کو ظاہری طور پر رائج کیا لیکن اسلام کی سپرٹ بھول گئے۔ وہ نہایت ہی
مخلص لوگ ہیں اور نظریہ اسلام پر عمل کرتے ہیں۔ افغانستان ایک ایسا کنواں ہے، جس میں
کوئی ایک دفعہ پھسل جائے پھر وہ نکل نہیں سکتا۔ طالبان سے ان کے معاملات طے ہونے
کے چانسز بہت کم ہیں۔ امریکہ کا افغانستان سے نکلنا ناممکن اور رہنا مشکل ہے۔ امریکہ نے
روس کو مجاہدین کی مدد سے یہاں سے نکالا تاکہ روس اتنا ٹوٹ جائے کہ اس کو سنبھلنا مشکل ہو
جائے۔ امریکہ نے مسعود اور طالبان کو کنٹرول کیا اور روس فوجی شکست کھانے کے بعد وہاں
سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اب نہ مسعود اور نہ ہی طالبان امریکہ کو وہاں سے نکلنے میں مدد
کریں گے اور نہ ہی ان سے معاملات طے ہوسکتے ہیں۔ امریکہ بڑی مشکل میں پھنس چکا
ہے، امریکی سپر پاور کی پوزیشن ختم ہونے والی ہے امریکہ کا اکلوتی سپر پاور بننے کا خواب
چکنا چور ہوگیا ہے۔

☆☆☆☆
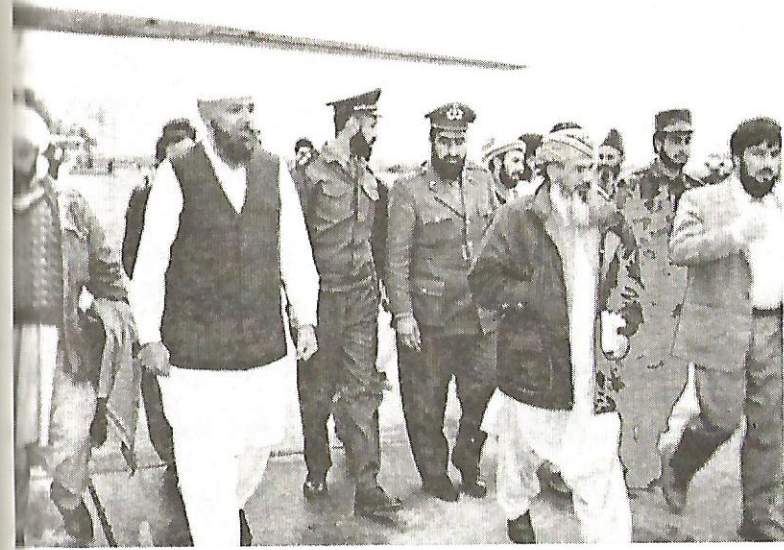
مجاہدین کی فتح کے بعد کرنل امام افغان فوج کے افسران کے ساتھ

کرنل امام طالبان کے مقامی لیڈر کے ساتھ مورچے میں بیٹھے ہیں درمیان میں نقشہ ہے

باب نمبر 10

☆ روس اور امریکہ کے تعلقات روس کے افغانستان پر حملہ کرنے سے پہلے اور حملے کے دوران بھی تھے

☆ را اور خاد مل کر کام کر رہے ہیں ورنہ سوات آپریشن ممکن نہیں تھا

☆ امریکہ نے پرویز مشرف سے کہا ''سوات سے آئی ایس آئی کو نکالیں ہم مغربی سرحد میں کام کرنا چاہتے ہیں''

☆ افغانستان سے ہمارے ناختم ہونے والے تعلقات ہیں

☆ امریکہ کبھی بھی چین کو گوادر میں برداشت نہیں کرے گا

☆ امریکہ دوستوں کو پہلے ہیرو بنا کر پیش کرتا اور بعد میں ان کو دہشت گرد کہتا ہے

☆ افغان ہر وقت جنگ کے نشے میں رہتے ہیں

افغانستان کے موجودہ حالات اور ایجنسیوں کا کردار

سوال: پاک افغان کے بارڈر کے ساتھ ساتھ بھارتی قونصلیٹ کام کر رہے ہیں۔ جہاں پر دہشت گردوں کو تربیت دی جارہی ہے اور وہاں سے فنڈنگ کی جارہی ہے یہ کیا سلسلہ ہے؟

کرنل امام: ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جولوگ اس وقت افغانستان میں افغان حکومت کے ساتھ ہیں ان میں امریکہ، انڈیا، موساد (اسرائیل کی ایجنسی) وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ہمارے دوست نہیں ہیں۔ ورنہ امریکہ کے ہوتے ہوئے اتنی بڑی کاروائی کیسے ہوسکتی ہے کہ ہمارے بلوچستان کے ناراض بھائیوں کو اُدھر لے جایا جائے وہاں پر ان کو ٹریننگ دی جائے۔ اس کے بعد ان کو یہاں پر لانچ کیا جائے۔ یہ سب امریکہ کے سامنے ہورہا ہے اس کی مرضی سے ہورہا ہے۔ یہ سب کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں کمزور کیا جاسکے۔ افغانستان میں امریکہ کا رہنا بہت مشکل ہے۔ وہ قوم کبھی بھی برداشت نہیں کرتی۔ امریکی سمجھتے ہیں وہ وہاں سے نکلے تو اپنے قدم بلوچستان میں جمائیں گے۔ پاکستان کو زچ کیا جارہا ہے، کمزور کیا جارہا ہے یہاں پر جو ناراض عناصر ہیں ان کی مدد کر کے امریکن یہاں ان کی جگہوں میں اڈے بنائیں گے تا کہ گوادر کو کنٹرول کیا جائے گا۔

امریکہ کا یہاں سے نکلنا بڑا مشکل ہے۔ اگر نکلے گا تو اس کی معیشت بیٹھ جائے گی اور اس کے لیے یہ ایک بہت بڑی شرمندگی اور شکست ہوگی۔

سوال: آپ نے کہا کہ پاکستان کو کمزور کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے اس میں بہت سی ایجنسیاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ کئی ایجنسیاں اس وقت افغانستان میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کیا بھارت کا بنیادی طور پر یہ ہدف تو نہیں ہے کہ بلوچستان کے علاقے میں کنٹرول حاصل کیا جائے؟ بلوچستان کو علیحدہ کرنے کی منصوبہ بندی کی جائے اور ان لوگوں کی مدد کی جائے جو بلوچستان

کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں؟ یا یہ ہدف ہے کہ وہاں مستقل قیام کیا جائے اور پاکستان کو ہمہ وقت افغانستان کی طرف سے پریشان رکھا جائے۔ آخر وہاں بھارت کا ہدف کیا ہے؟

کرنل امام: یہ بڑی سادہ سی بات ہے کہ جب سے پاکستان بنا ہے ہندوستان کبھی بھی پاکستان سے خوش نہیں رہا۔ ہمیشہ اس کو توڑنے کی کوشش کرتا رہا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے توڑا بھی ہے۔ جس میں ہمارے لیڈروں کی بھی غلطیاں ہیں لیکن سب سے بڑا کردار انڈیا نے ادا کیا مگر آدھا پاکستان ٹوٹنے کے باوجود وہ حیران ہے کہ پاکستان پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ انڈیا تو پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہاں پر اپنی عمل داری کو وسیع کرنا چاہتا ہے تا کہ پاکستان بالکل ایک طفیلی ریاست بن جائے۔ ہم جو حکم دیں اس کو مانے اور ہماری مرضی کے مطابق کام کرے۔ غالباً امریکہ کی جنوبی ایشیا میں دلچسپی انڈیا کے حوالے سے ہے تا کہ انڈیا اس کے بعد یہاں پر کنٹرول کرے لیکن میں سمجھتا ہوں امریکہ جس طریقے سے بھی یہاں سے نکلے گا پھر وہ پورے ایشیا سے نکلے گا مگر وہ یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا۔ وہ پہلے یہ کوشش کر رہا ہے کہ کچھ لوگوں کو پیسے دے کر اپنے ساتھ ملایا جائے اور باقیوں کو مارا جائے لیکن اس کی یہ منصوبہ بندی کامیاب نہیں ہوگی۔ امریکہ سمجھتا ہے کہ شاید وہ کامیاب ہو جائے اور شاید زیادہ لوگ اس کی حمایت کریں اور پھر وہ افغانستان میں بھی پاؤں جمانے کے قابل ہو سکے۔

سوال: آپ کے خیال میں را اور خاد کس حد تک دونوں اکٹھے کام کرتے ہیں۔ افغانستان میں پاکستان کے جو مفادات ہیں ان کو کس حد تک متاثر کرنے کی کوشش ہوسکتی ہے؟

کرنل امام: اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ روس کے افغانستان میں آنے سے پہلے بھی امریکہ اور روس کے آپس میں تعلقات تھے اور امریکہ کے افغانستان پر حملہ کے دوران بھی ان کے آپس میں رابطے تھے۔ را اور خاد کے رابطے بڑے پُرانے ہیں اور ابھی بھی ہیں اور وہاں پر وہی لوگ ہیں اور اُسی کیٹیگری کے لوگ آتے ہیں۔ دونوں مل کر کام کر رہے ہیں۔ ورنہ سوات میں جس طرح کا آپریشن ہوا ہے ممکن تھا؟ اگر سپر پاور امریکہ ہمارا دوست ہے تو

وہ کبھی بھی یہ نہ ہونے دیتا لیکن اُس نے یہ ہونے دیا اور اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ صرف یہ ہی نہیں کیا بلکہ پرویز مشرف کو کہا کہ آپ یہاں سے آئی ایس آئی کو نکالیں۔ ہم مغربی سرحد پر کام کرنا چاہتے ہیں، یہ انتہا پسند ہیں ان کو ہم انتہا پسندی سے نکالنا چاہتے ہیں مگر اُنہیں انتہا پسندی سے نکالنے کی بجائے اُن کو خریدا گیا اور ان کو ہمارے خلاف استعمال کیا گیا۔

: کابل میں جو دھماکہ ہوا اس میں را کے کچھ آفیسر مارے گئے۔ اس میں دو بھارتی فوج کے میجر بھی شامل تھے۔ اس کے فوری بعد پاکستان کے کچھ لوگوں پر فائرنگ ہوئی وہ بھی قندھار جیسے شہر میں جو مجاہدین کا گڑھ سمجھا جاتا ہے اور وہ لوگ مار دیئے گئے۔ ظاہر ہے جن پر فائرنگ ہوئی وہ عام لوگ تھے۔ واضح طور پر یہ پاکستانیوں کے خلاف ایک ردعمل ہی ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

کرنل امام: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر بندے کو اور افغانیوں کو بھی یہ یقین ہے کہ کابل میں دھماکہ ردعمل تھا۔ وہ سمجھتے ہیں یہ جو حملہ ہوا ہے اُن لوگوں نے کیا جو پاکستان کی حمایت میں ہیں اور وہ پاکستانیوں سے بدلہ لے رہے ہیں۔ اس کے نتائج بڑے خطرناک نکلیں گے۔

سوال: کیا پاکستان بھارت جنگ اب افغانستان کے اندر لڑی جائے گی؟

کرنل امام: یقیناً! اور بھارت بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کی آپس میں ٹینشن ہو لیکن اس کو اس میں کامیابی نہیں ہوگی۔ اس کو یہ سمجھنا چاہیے کہ افغانستان کے ساتھ ہمارے نہ ختم ہونے والے تعلقات ہیں جو نہ امریکہ ختم کرسکتا اور نہ یہ جنگ ختم کرسکتی ہے۔ ہمارے مذہبی، تاریخی، کلچرل تعلقات میں یہ ڈیونڈر لائن عارضی سی لائن ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی سرحد کے دونوں اطراف میں جو قبائل ہیں اُن کے آپس میں خونی رشتے ہیں۔ وہ بالکل برداشت نہیں کریں گے کہ بھارت اس طرح یہاں پر کوئی اپنا کردار ادا کرے۔ اگر اس کو یہاں پر کوئی کردار دیا گیا تو پاکستان کے لئے بڑا مسئلہ ہوگا۔

سوال: جب آپریشن شروع ہوا تھا تو کہا یہ گیا تھا کہ چمن کے علاقے میں یہ آپریشن ہو رہا

ہے اور لشکر گاہ سے چمن کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ اگر سرجھا کے علاقے سے بھی فوجی چلیں تو راستے کے اندر جو پٹی ہے اس پٹی میں کون لوگ رہتے ہیں۔ وہاں جو امریکی فوج پہنچی ہے وہ کیسے پہنچی ہے، گلف سٹریٹیجی کے ذریعے پہنچی ہے؟

کرنل امام: یہ لوگ جو اس علاقے میں رہتے ہیں یہ عام قبائلی ہیں۔ ایک تو یہاں بہت بڑا ریگستان ہے قندھار اور لشکر گاہ کا سارا علاقہ ریگستان ہیں۔ اس میں پھر بھی آبادی ہے۔ بارڈر کے ساتھ سرحد کے ساتھ کافی آبادی ہے۔ اس میں زیادہ درّانی پٹھان، اچکزئی، نورزئی اور خاص کر علی زئی ہیں۔ ہلمند، قنات، موسیٰ قلعہ اور کاجکائی تک اور وہ بڑے ناقابل تسخیر لوگ ہیں۔ وہ کبھی بھی کسی غیر ملکی طاقت کو اپنے علاقے میں قدم جمانے کی اجازت نہیں دیتے انہوں نے ہمیشہ یہی کیا ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے امیر ایوب خان جو کہ سیکنڈ افغان وار کے دوران ہرات کے گورنر تھے اُنہوں نے وہاں سے یہ طاقت بلائی۔ علی زئی قبائل نے ان کی مدد کی اور انگریزوں کو یہاں سے شکست ہوئی جو کہ فرسٹ اینڈ لاسٹ ان افغانستان انگریزوں کے ساتھ تھے۔ یہ بڑے جنگ جُو یعنی لڑنے بھڑنے والے لوگ ہیں۔ یہ اپنا کردار بالکل ادا کریں گے۔ جہاں تک چمن کا تعلق ہے۔ امریکہ کی ایک پالیسی ہے اسے ہمیں سمجھنا چاہیے۔ وہ کبھی بھی گوادر میں چین کو برداشت نہیں کریں گے۔ اس کے بعد اتنا بڑا ہمارا صوبہ بلوچستان ہے جس میں زیادہ ترقی نہیں ہوئی اس میں گورنمنٹ کا بھی قصور ہے اور نوابوں کا بھی قصور ہے انہوں نے پیسہ استعمال نہیں ہونے دیا۔ امریکہ اس کا فائدہ اٹھا کر یہاں پر اپنے قدم جما رہا ہے۔ یہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ جب اس کو افغانستان میں پرابلم ہوتا ہے تو لامحالہ وہ یہاں پر اپنے اڈے بنائے گا اور یہ اس کا منصوبہ ہے۔

سوال: جب آپ کو جرمن کی حکومت نے دیوار برلن کا ٹکڑا اس کے خیال سے بھیجا کہ آپ دیوار برلن کے ہیرو ہیں۔ آپ کی وجہ سے دیوار برلن گری ہے اور وہ مجاہدین آپ کے ہاتھوں سے گزرے ہیں جو اس کے گرنے کا ایک عمل تھا۔ اب جرمنی حکومت کی سوچ کیا ہے؟

کرنل امام: اصل میں یورپی میڈیا میں یہ غلط بتایا گیا۔ جب دیوار برلن ٹوٹی ہمیں تو ہوش ہی نہیں تھا۔ یہ سچی بات ہے۔ یہ تو ہمارے لئے سرپرائز تھا کہ جرمنی میں دیوار جرمن توڑیں اور اس کا ایک ٹکڑا مجھے انعام کے طور پر بھیجا جائے اور کہا جائے کہ آپ نے اس دیوار کو پہلا دھکا دیا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ جب آخری روسی فوجی جرنیل اؤملعیاد کراس کر گیا اور جب سوویت یونین کے باقی ملکوں (جو اس کے انڈر تھے) کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ جب جرمنوں کو پتہ چلا کہ سوویت یونین ٹوٹ گیا ہے۔ انہوں نے گینتی بیلچے اٹھائے اور راتوں رات پوری دیوار توڑ دی۔ جب یہ دیوار ٹوٹی اس کے ساتھ ہی اگلے دن امریکہ سے ایک پیکٹ آیا۔ یہ تحفہ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ دو اور افسروں کو بھی یہ تحفہ ملا تھا جو مجھ سے سینئر تھے۔ ہم سے کہا گیا آپ کی وجہ سے دیوار برلن ٹوٹی ہے اور آپ کو بہت شاباش ہے۔ مجھے جو ٹکڑا دیا گیا اس کا بہت خوبصورت لکڑی کا فریم تھا اس کے اوپر سلور پلیٹ تھی۔

یاد کیجئے ایوب خان نے امریکہ کے ساتھ بڑا تعاون کیا تھا۔ امریکہ ہمیشہ سے ہی دوستوں کے ساتھ اس طرح سے سلوک کرتا رہتا ہے۔ پہلے اس کو ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے اور بعد میں اُن کو دہشت گرد کہتا ہے ایوب خان کی کتاب اردو میں ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ صدر جنرل ایوب خان کی کتاب "freinds not masters"۔ میں بھی امریکہ کے بارے میں مصنف نے ایسا لکھا ہے۔

سوال: کچھ عرصہ پہلے بیان آیا کہ پاکستان کی فوج ناقابل شکست ہے۔ ظاہر ہے پاکستان کے تمام میزائل انڈیا تک جاتے ہیں۔ ہماری ایسی کوئی خواہش نہیں ہے کہ ہم دنیا کے اوپر سے میزائل گزاریں۔ ہم بین البراعظمی میزائل بنانے کی کوشش کریں جو پانچ، دس ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر مار کرے۔ یہ بیان بہت اہم تھا۔ اس کا کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا چپ سادھ لی گئی؟

کرنل امام: اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں کہ پاکستان نے اپنے دفاع کا پورا

بندوبست کیا ہوا ہے۔ الحمدللہ ہماری فوج جس طریقے سے کام کر رہی ہے ہماری فوج نے ایسے علاقوں میں لڑائی لڑی ہے جہاں پر ہمارے کیپٹن اور میجرز نے سپریم قربانی دے کر اس کو کنٹرول کیا وہاں پر کبھی بھی دنیا کی کوئی بھی فوج کامیاب نہ ہوسکی۔ تیمور اور چنگیز کو بھی یہاں پر مشکلات پیش آئیں لیکن ہم یہی چاہتے تھے اور ہماری یہی خواہش تھی کہ لڑائی کی جائے اگر مذاکرات ہوتے تو بہتر تھا۔ وہ بڑی قوت تھی اور یہ لوگ ہمیشہ ہماری قوت رہے ہیں جن کے ساتھ ابھی ہماری ان ہی وجوہات کی وجہ سے لڑائی ہو رہی ہے۔ اُنہوں نے ہمیشہ مغربی سرحد کو سنبھالا ہے۔ ہمیں کبھی وہاں پر فوج رکھنے کی ضرورت نہیں پڑی لیکن ان حالات کے باوجود بھی فوج کے پاس اتنی آپریشنل صلاحیت ہے کہ وہ اپنا دفاع کرسکتی ہے۔ میں نہیں مانتا کہ پاکستان کو کوئی ایسی ضرورت ہے کہ وہ بین البراعظمی میزائل بنائے یا وہ فائر کرے۔ وہ صرف اپنا دفاع کریں گے اور وہ کر سکتے ہیں اور یہ دنیا کو بھی پتہ ہے۔

سوال: ظاہر ہے جنرل کیانی کے بیان نے امریکہ کے اوپر یہ واضح کردیا کہ ہمیں افغانستان میں ہندوستان کا عمل دخل نہیں چاہئے؟

کرنل امام: یقیناً۔ پاکستان اس کو برداشت نہیں کرے گا۔ جنرل کیانی صاحب بالکل صحیح کہتے ہیں کہ افغانستان میں انڈیا کو کوئی رول دیا جائے اور پاکستان کو پیچھے ہٹا دیا جائے یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

سوال: اس وقت امریکی فوج اور طالبان کہاں کہاں ہیں؟ پاکستان اور ہندوستان میں تصادم کی صورت حال پیدا ہوگی تو وہ کون سی جگہوں پر ہوسکتی ہے؟

کرنل امام: پہلی بات یہ ہے کہ امریکی فوج صرف گیریژن میں ہے۔ جیسے لشکرگاہ کا یا شنیڈر کا گریژن ہوگا۔ جیسے بگرام کا گیریژن ہوگا وہ کنٹری سائیڈ پر نہیں ہے۔ اگر شہر کی طرف جاتے ہیں تو وہ بہت ہی حفاظتی اقدامات کر کے جاتے ہیں پھر بھی وہ مارے جاتے ہیں۔ ان کا اندرون علاقہ میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہاں پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ طالبان ہی ریونیو لیتے ہیں۔ ان ہی کا سارا عمل دخل ہے۔ ان کی ہی عدالتیں

ہیں، وہ ہی عدل وانصاف کرتے ہیں۔لوگوں کے ساتھ ان کے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ وہاں سے ان کے این جی اوز' ان کے ٹرالے اورٹرک گزرتے ہیں۔وہ ان سے بھی پیسے لیتے ہیں اور سرعام لیتے ہیں، یہ کوئی خرابی کی بات نہیں ہے۔یہی ان کی کمائی ہے۔ان کو زیادہ پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔اُن کا سسٹم چل رہا ہے اور ان کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔اگر تکلیف ہے تو نیٹو فورسز کو ہے کیونکہ وہ ایک غیر ملک میں رہ رہے ہیں۔افغان ہر وقت جنگ کے نشے میں رہتے ہیں۔اُن کا یہ نشہ چھڑانا بڑا مشکل ہوگا۔میں نے ایک مرتبہ کسی افغانی سے پوچھا۔''یار جنگ ختم کریں' جلدی کریں۔'' وہ کہنے لگا'' امام صاحب یہ ہمارا روزگار ہے اُس کو چلنے دیں۔اگر ایک دو میرے بیٹے شہید ہو جاتے ہیں لیکن آپ اندازہ لگائیں ہمیں کتنا فائدہ ہوتا ہے۔'' افغانستان میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔یہ ایک قسم کی ان کی طاقتیں ہیں۔جنگ کی فورسز میں رہنے سے ان کو تھوڑی بہت مدد بھی مل رہی ہوتی ہے اور اس میں ایک اور بات یہ ہے ان کا ایک کرنل نیٹو فورسز کے ساتھ ہوتا ہے دوسرا طالبان کے ساتھ ہوتا ہے۔وہ آپس میں ایکسچینج کرتے ہیں۔طالبان کو اُن کے رہنے سے کوئی خاص فکر نہیں۔اگر وہ رہنا چاہتے ہیں بے شک رہیں لیکن جتنا رہیں گے کمزور ہوتے جائیں گے اور اس طرح کمزور ہوں گے جس طرح روس کمزور ہو گیا تھا۔

سوال : آپ نے افغانستان کا کونہ کونہ دیکھا ہوا ہے۔آپ کو آج اور ماضی کے مجاہدین کی سوچ میں کیا میں فرق نظر آتا ہے؟

کرنل امام: بات یہ ہے۔1979ء میں، 1978ء میں، 1980ء اور 1981ء میں جب مجاہدین لڑ رہے تھے تو انہوں نے پہلے بھی غیر ملکی امداد کے بغیر لڑائی شروع کی تھی۔اس وقت پاکستان تھوڑی بہت مدد کرتا تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔مطلب ہم کھانا بھی ان کو پورا نہیں دے سکتے تھے اتنے حالات خراب تھے۔اس وقت ان کی کارکردگی بہت اچھی تھی۔ جب امریکہ کی امداد آئی تو اس سے حالات بہتر ہوئے مگر کرپشن بھی بڑھ گئی۔سچ تو یہ ہے کہ جہاد غیر ملکی امداد سے نہیں ہوتا۔وہ ہمیشہ اندورنی امداد سے ہوتا ہے کہ آپ کا لیڈر عوامی لیڈر

ہو۔آپ کی جو کاز ہے یعنی جس کے لئے آپ لڑ رہے ہیں وہ نہایت کنونسنگ ہو، وہ اتنی مضبوط ہو کہ اس میں ابہام اور کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔اس کے بعد آپ کو عوامی تائید حاصل ہو۔اگر آپ کو عوام کا تعاون حاصل نہیں تو آپ بالکل مارے گئے۔یہ تینوں چیزیں طالبان کے پاس ہیں۔طالبان کو عوام کا تعاون حاصل ہے ان کا لیڈر عوامی ہے۔ اوباما شاید نیٹو فورسز کے لئے عوامی لیڈر نہیں ہے۔نیٹو فورسز امریکن سی آئی اے یہاں آتا ہے تو وہ رو رہا ہوتا ہے کہ اُس نے واپس جانا ہے۔وہ بڑی مشکل سے ادھر آتا ہے جب کہ افغانی بغیر بلٹ پروف جیکٹ، بغیر ہلمٹ کے گھوم رہا ہوتا ہے۔اگر وہ شہید ہوتا ہے تو اُس کی فیملی والے خوش ہوتے ہیں وہاں جشن منایا جاتا ہے۔کنونسنگ کاز ہونے سے یہ فرق ہوتا ہے۔

اب فرق صرف یہ ہے کہ طالبان کو باہر سے امداد نہیں مل رہی ہے اگر کوئی اِکا دُکا فری لانسر دائیں بائیں سے آ رہے ہیں تو یہ بہت زیادہ امداد نہیں ہے۔

سوال :ان کی اُن ملکوں کے بارے میں کیا سوچ ہے جو روس کے ساتھ جنگ کے وقت اُن کی امداد کر رہے تھے مگر آج امریکہ کے ساتھ جنگ میں اُن کو وہ امداد نہیں دے رہے ہیں؟ مسلم ممالک کی قیادتوں کے بارے میں ان کی کیا سوچ ہے؟

کرنل امام: کافی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ جب ہماری جنگ انڈیا کے ساتھ ہوئی تو سعودی عرب نے بڑا سخت ایکشن لیا اور انڈیا کو بھی پسند نہیں کیا مگر اب بات دوسری ہو گئی ہے۔اب اُن کے انڈیا کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں۔غالباً وہ حالات ابھی نہیں ہیں جس طرح کے پہلے تھے۔حالات پلٹا کھا رہے ہیں لیکن مجھے یہ نظر آتا ہے کہ جس طریقے سے یہاں پر نیٹو فورسز خاص کر سُپر پاور امریکہ اور اس کے حواری جس طریقے سے غلطیاں کر رہے ہیں اس میں فائدہ پاکستان کو ہوگا۔پاکستان کی مدد کے بغیر امریکہ یہاں سے کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ہماری گورنمنٹ کو اس کا باقاعدہ ٹیکس لینا چاہیے تھا اپنا کوئی فائدہ لینا چاہیے تھا کیوں کہ ہم ان کو اپنی سڑکیں استعمال کرنے کو دے رہے ہیں، ائیر پورٹ دے رہے

ہیں، ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں مگر اُن سے کچھ نہیں لے رہے ہیں۔ صرف ان کی باتیں مان رہے ہیں۔ یہ بڑی غلط بات ہے۔ اس کا ہمیں مکمل فائدہ اٹھانا چاہئے تھا۔ ہم اپنے مسلمانوں بھائیوں کے خلاف ایک لڑائی میں ان کی مدد کر رہے ہیں تو ہم کم از کم اپنے لوگوں کی بہتری کے لیے تو کچھ مانگ رہے ہیں۔ جب ترکی کو امریکہ کی طرف سے 26 بلین ڈالر کی پیشکش ہوئی تھی تو ترکی نے کہا تھا ''ہم اپنی پارلیمنٹ سے پوچھ کر بتائیں گے'' ان کی پارلیمنٹ نے اس پیشکش کے لیے منع کر دیا تھا۔

سوال: جب یہ صورت حال ہے اور مجاہدین کی سوچ میں کوئی بہت بڑی تبدیلی بھی نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہم ایسا کرتے رہیں گے۔ ہم کسی بیرونی قوت کو برداشت نہیں کریں گے لیکن جب بات ایک ہمسایہ ملک کی آتی ہے تو اس براعظم میں یہ سوچ پائی جاتی ہے کہ وہاں پر مجاہدین کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے وہ نہیں ہونی چاہیے اور زیادہ تو لوگوں میں یہ سوچ پائی جاتی ہے۔ اب امریکہ چمن میں آ کر بیٹھ گیا ہے اور یہ جو پٹی چمن سے لے کر رحیم یار خان ریگستان تک ہے۔ پنجاب اور سندھ یہاں سے شروع ہو رہا ہے اور دوسرا صوبہ بلوچستان یہاں آ کر مل رہا ہے۔ یہ درمیان میں سے کاٹنے کا کوئی پروگرام ہے؟

کرنل امام: میں ساری بات سمجھ گیا ہوں۔ مجھے اس کا بہت تجربہ ہے۔ میں چھوٹا افسر ہوں لیکن ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا میرا 18 سال کا تجربہ ہے اور میں دس سال مسلسل اس لڑائی میں رہا ہوں۔ میں نے ان کو لڑتے دیکھا ہے۔ یہاں پر یہ بات نہیں ہوگی۔ امریکہ اور نیٹو اس جنگ کو بڑھا رہے ہیں۔ اگر ان کا یہی منصوبہ ہے تو بالکل ٹھیک ہے۔ یہ جنگ آگے بڑھے گی اور پورے پاکستان میں پھیل جائے گی پھر نہ اس کو امریکہ اور نہ پاکستانی گورنمنٹ کنٹرول کر سکے گی۔ مجھے یہ نظر آتا ہے اگر یہ اس طرح کی حرکتیں کریں گے تو رحیم یار خان تک جس طرح آپ نے پٹی کی بات کی ہے تو جنوبی پنجاب ایک طوفان کی طرح اٹھے گا۔ وہاں پر وہی لوگ ہیں جن کو میں نے افغانستان میں لڑتے دیکھا ہے۔

جب وہ روس کے خلاف جنگ میں گئے تو روسی اُن سے ڈرتے تھے اور افغان مجاہدین بھی ان سے ڈرتے تھے۔ بڑے خوفناک اور خطرناک قسم کے لوگ ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ 850 سال پہلے نعمت شاہ ولی نے پیش گوئی کی تھی کہ قوم میں بنوں سلمان پٹھانوں نے بڑی قربانی دی اور پوری دنیا میں مشہور ہوئے لیکن جب تک اہل لاہور شامل نہیں ہوں گے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں امریکہ اب ایسی حماقتیں کر کے اہل لاہور کو بیچ میں کھینچ رہا ہے، جب یہ کھینچے گا تو یہاں پر ایک طوفان آ جائے گا۔

یہاں پر دنیا بھر سے جہادی آئیں گے کوئی اُن کو روک نہیں سکے گا۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہو رہی ہے۔ ایک خودمختار ریاست میں مداخلت ہو رہی ہے اور اس کے رزلٹ بڑے خراب نکلیں گے۔

سوال: کچھ بات ہم کرتے ہیں طالبان رہنماؤں کی گرفتاری کے حوالے سے، خاص طور پر اس بات کے حوالے سے کہ جو لوگ ہم نے پکڑے ہیں جن کا تعلق کسی مذاکراتی عمل کے ساتھ تھا۔ غیر ملکی میڈیا مذاکراتی عمل پر بڑے الزام لگا رہا ہے کہ پاکستان بہت غلط کر رہا ہے۔ آپ کے خیال میں پاکستان کیا کر رہا ہے؟

کرنل امام: یہ بڑی دلچسپ صورت حال ہے کبھی امریکہ کہتا ہے کہ ہم نے مل کر ان کو پکڑا ہے کبھی امریکہ یہ کہتا ہے ہم نے آئی ایس آئی کے ساتھ مل کر پکڑا۔ کبھی وہ کہتے ہیں نہیں! آئی ایس آئی نے پکڑا ہے اور یہ ہمارے منصوبے کے مطابق کام کر رہے تھے۔ وہ بھی اور اصل بات کیوں نہیں بتاتے؟ پہلی بات یہ ہے اگر پاکستان نے ان کو پکڑا تو پاکستان کے مہاجر کیمپوں میں یہ لوگ گھوم رہے تھے۔ اُن کو گھومنے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر یہ مہاجر تھے تو اپنے کیمپوں میں رہتے، اگر مہاجر نہیں تھے تو اس طرح کیوں ہے۔ اگر پاکستان نے پکڑا ہے تو ٹھیک کیا۔ لیکن ابھی پاکستان کے اوپر ایک اور بڑی ذمہ داری باقی ہے۔ اگر وہ ان کو کابل گورنمنٹ کے حوالے کرتے ہیں تو پاکستان کابل گورنمنٹ کے حوالے نہ کرے

کیونکہ وہاں کابل گورنمنٹ نہیں ہے وہاں پر امریکن ہیں۔ اسی لیے اگر یہ لوگ امریکیوں
کے پاس جائیں گے تو یہ اتنی بڑی غلطی ہوگی کہ جس کی ہم تلافی نہیں کر سکیں گے۔ افغان خوا
گورنمنٹ میں ہیں یا گورنمنٹ کے باہر ہیں، ملا عمر کے ساتھ ہیں۔ پاکستان اس طرح کی
حرکت کر رہا ہے وہ اس چیز کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ اگر پاکستان نے ان کو پکڑنے کی
اور تحفظ کی ذمہ داری لی تو وہ اس وقت کا انتظار کریں کہ جب امریکہ اس ملک کو آزاد کرتا ہے
اور افغانستان میں ایک خودمختار گورنمنٹ بنتی ہے پھر پاکستان ان کو اس گورنمنٹ کے حوالے
کرے۔ اگر اس سے پہلے کیا تو اس کے نتائج بہت بُرے نکلیں گے۔ جہاں تک مُلّا برادر
کا تعلق ہے وہ ایک عام آدمی نہیں ہے۔ وہ پوپل زئی قبیلے کا بہت بڑا آدمی ہے اور طالبان
کے علاوہ اس کے بہت زیادہ عقیدت مند ہیں۔ اگر حامد کرزئی کو وزارتِ خارجہ میں طالبان
نے بطور ڈپٹی سیکرٹری فارن افیئر لیا تھا تو وہ مُلّا برادر کی وجہ سے تھا۔ اگر ان کو نیویارک میں
As UN envoy From Taliban بھیجا گیا تو وہ مُلّا برادر کی وجہ سے تھا۔ اس
کے بعد اُنہوں نے دیکھا یہ بندہ اس قابل نہیں پھر اُنہوں نے اس کو نکال دیا۔

☆☆☆☆

سابق صدرِ پاکستان رفیق تارڑ سلطان امیر المعروف کرنل امام کو میڈل دیتے ہوئے

کرنل امام اپنے بھائی کرنل (ر) سفیر تارڑ اور بچوں کے ہمراہ

باب نمبر 11

☆ میں نے ملا عمر کو روس کے خلاف جنگ میں ٹریننگ دی تھی

☆ آزاد بلوچستان تحریک والے پاکستانی بلوچستان، ایرانی سیستان وبلوچستان اور افغانستان کے تین صوبوں کو ملا کر ملک بنانا چاہتے ہیں جو ممکن ہی نہیں

☆ عبدالمالک ریگی کا پکڑا جانا پاکستان اور ایران دونوں کے لیے خوش آئند ہے

☆ بلوچستان کے پشتون بلوچ ریاست کا حصہ بننا برداشت نہیں کریں گے

☆ افغانستان میں مار کھانے کے بعد امریکیوں کی اگلی آپشن بلوچستان ہے

☆ افغانستان کے بلوچوں نے کبھی علیحدہ ریاست کی بات تک نہیں کی

☆ امریکہ بلوچستان سے ملحقہ صوبے ہلمند میں پوست کی کاشت پر کنٹرول کر کے اس سے حاصل شدہ ر دہشت گردوں کو فراہم کرنے کے منصوبے پر ہے

بلوچستان کے حالات

سوال: آغا جان کے بارے میں بتائیے چا نک رحمان ملک کراچی گئے اور رات کو ڈھائی بجے آغا جان کو پکڑ لیا گیا، آغا جان کیسی شخصیت ہیں؟

کرنل امام: میں ایک صاف بات کرتا ہوں، ہمارے آرمی چیف کے بقول یہاں پر چار ملین افغان مہاجر ہیں جو کراچی سے لے کر گلگت تک رہ رہے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کو بھی پکڑ کر لیبل لگا سکتے ہیں کہ یہ ملّا عمر کا آدمی ہے۔ جب وہ ادھر ہیں تو وہ سارے افغان مہاجرین ہیں۔ آپ کیا کرتے ہیں ان کو پکڑ رہے ہیں! آغا صاحب جو اپنے آپ کو پوپل زئی کہتے ہیں انہوں نے سبز زئی صاحب کے بیٹے کو پکڑا۔ وہ تو 9/11 سے پہلے یہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ نوجوان آدمی ہے وہ اُدھر ایجوکیشن حاصل کر رہا تھا۔ اس کے پاس تو تمام پاکستانی دستاویزات ہیں۔ اس کو پکڑ کر کہنا کہ یہ ملا عمر کا ترجمان تھا۔ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ کل کسی کے بارے میں بھی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ میں نے ملا عمر کو روس کے خلاف ٹریننگ دی تھی۔ مجھے بھی پکڑو کہ یہ ملا عمر کا آدمی ہے۔ ہم بہت غلطی کر رہے ہیں۔ ہمیں اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے رزلٹ ٹھیک نہیں ہوں گے۔ افغانوں کو آپ بتائیں کہ آپ اپنے ملک چلے جائیں۔

سوال: کیا فوج اور حکومت دونوں کی آشیر باد سے یہ ہو رہا ہے یا فوج کچھ اور سوچتی ہے اور پیپلز پارٹی کچھ اور سوچتی ہے؟

کرنل امام: پہلی بات یہ ہے کہ فوج بڑے اچھے طریقے سے کام کر رہی ہے، حکومت کا احترام کر رہی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ والی بات ہی نہیں ہے اور اس کی وجہ سے بعض اوقات فوج کو مشکلات بھی پیش آئی ہیں جس طرح پبلک کو لانگ مارچ کرنی پڑی، فوجیوں نے بھی اپنا کردار ادا کیا اور پیپلز پارٹی کو بھی سمجھ آ گئی اور انہوں نے صحیح فیصلہ کر کے اس

جھگڑے سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ میرے خیال میں فوج کے اوپر بہت ہی ذمہ داریاں ہیں۔ پوری دنیا کی توجہ فوج کے اوپر ہے۔

سوال : زرداری صاحب کا کہنا ہے کہ GHQ سے تانا بانا بُنا جا رہا ہے۔ فوج کی سوات اور قبائلی علاقہ جات میں کامیابیاں ناکافی ہیں۔ یہ تو بڑا عجیب و غریب بیان ہے؟

کرنل امام: آصف زرداری صاحب بہت بڑے آدمی ہیں۔ وہ ابھی انڈر پریشر ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ چیف جسٹس نے ان کو دباؤ میں رکھا ہوا ہے اور بھی حالات ایسے ہیں۔ میرے خیال میں یہ چیز صحیح نہیں ہے۔ فوج بہت اہم کام اور حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کر رہی ہے۔

سوال : جب یہ گرفتاریاں ہوئیں اور اُسی دوران مالدیپ کا ایک بیان آ گیا کہ مذاکراتی عمل ہمارے یہاں سے چل رہا تھا۔ ہمارے کچھ لوگ بھی افغانستان میں جا کر لڑ رہے ہیں۔ آخر مالدیپ سے بیان کیوں دلوایا گیا؟ وہاں پر کون سا مذاکراتی عمل چل رہا تھا؟

کرنل امام: اس کی ابھی تصدیق کرنا بہت مشکل ہے ان کی طرف سے کافی چیزیں آ رہی ہیں۔ کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں۔ صاف بات یہ ہے افغانی یہاں پر موومنٹ کر رہے تھے جو کہ قابل اعتراض بات تھی۔ پاکستان نے ان کو گرفتار کر لیا اور یہ بھی پہلے پتہ خبر تھی کہ امریکہ کی مرضی سے ہوا ہے۔ امریکہ کو پتہ ہے اور CIA اور ISI نے اکٹھا کیا ہے۔ ابھی کچھ اور خبریں سُنی جا رہی ہیں کہ نہیں ISI نے کیا ہے۔ اس میں امریکہ کا ہاتھ ہے کہ وہ کچھ اور پلان بنا رہے ہیں۔ ان کا کوئی اور منصوبہ تھا، وہ کسی اور مذاکرات کے بارے میں بات کر رہے تھے انشاء اللہ یہ کچھ عرصہ کے بعد واضح ہو جائے گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جیسے میں نے پہلے کہا ہے کہ پاکستان نے اگر کچھ لوگ پکڑے ہیں تو لازمی بات ہے انہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا لیکن اگر انہوں نے ان کو افغانستان میں موجودہ گورنمنٹ کے حوالے کر دیا تو آپ ان کو امریکہ کے حوالے کر رہے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری پاکستان کے اوپر ہے وہ صحیح فیصلہ کرے۔

سوال : موومنٹ آف فری بلوچستان کے نام پر ایک یورپی ملک اور پھر بنکاک میں کانفرنس ہوئی، ان لوگوں کو نام نہاد یا Funded کہہ سکتے ہیں۔ ان دونوں کا ملاپ کہاں ہو رہا ہے؟ افغانستان جنگ اور فری بلوچستان کے حوالے سے جو تحریک جاری ہے یہ کس پوائنٹ پر آ کر مل رہی ہیں؟

کرنل امام: پہلی بات یہ ہے کہ فری بلوچستان کا یہ مطلب نہیں کہ صرف پاکستانی بلوچستان۔ اس میں پاکستانی فاٹا کے علاوہ ہلمند، قندھار، نیمروز اور فرح صوبے کا جنوب مغربی علاقہ شامل ہیں اور ایرانی سیستان کا پورا علاقہ شامل ہے۔ یہ بہت بڑا علاقہ ہے یہ خواب اس طرح پورا نہیں ہوگا۔ بُہت مشکل ہے اور مجھے نظر یہ آتا ہے جو لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں وہ کچھ بھی سمجھتے نہیں۔ وہاں پر آبادی کی اکثریت اس چیز کے خلاف ہے وہاں پر تقریباً آدھے سے زیادہ پشتون کمیونٹی ہے وہ کیسے برداشت کریں گے کہ یہاں پر بلوچستان سٹیٹ بنے۔ یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔

سوال : عبدالمالک ریگی 25 فروری کو جب پکڑا گیا آپ کے ذہن میں پہلا خیال یہ سن کر کیا آیا تھا کہ ریگی گرفتار ہو گیا؟

کرنل امام: ہم جو خبریں سُنتے تھے کہ اس کو ایران میں مسائل پیدا کرنے کے لئے لانچ کیا جاتا ہے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کا اس میں ہاتھ ہے اور پھر کچھ واضح بھی اس طرح ہوا ہے کہ جس طریقے سے اس کو پکڑا گیا ہے۔ وہ پہلے ایک ملک میں گیا' پھر دوسرے ملک میں گیا۔ اس کے بعد اس کو جہاز سے اتار لیا گیا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جن ملکوں کا نام لیا جا رہا ہے وہ اس میں ضرور ملوث ہیں۔

سوال : کیا پاکستان کے لئے بھی یہ گرفتاری اتنی ہی اہم ہے جتنی ایران کے لئے؟

کرنل امام: ظاہر ہے پاکستان نہیں چاہے گا کہ ایران میں تخریب کاری ہو اور اس کے اثرات پاکستان پر بھی پڑیں۔

سوال : ریگی نے اپنے اعترافی بیان میں کہا وہ پاکستان میں بھی موجود تھا۔ غالباً ہمارے

خیال میں رچرڈ آرمیٹج کوئٹہ گئے اور ریگی سے جا کر ملے؟

کرنل امام: شائد ملے ہوں لیکن میں نہیں مانتا کہ پاکستان کی ایجنسی کا یا گورنمنٹ کا اتنا ہاتھ ہو۔ کیوں کہ یہ ہمارے بھی مفاد کے خلاف ہے۔ اگر ریگی ایران میں آپریشن کرتا، میں نہیں سمجھتا کہ یہ پاکستان کے لیے اچھا ہوگا۔ ہوسکتا ہے یہ پرابلم ''فار ایران بائے دی امریکن'' ہو جو کچھ ہوا ہے یہ بہت بڑا آپریشن تھا، کافی لوگ مارے گئے۔ میرے خیال میں ایرانیوں نے بڑے اچھے طریقے سے کام کیا۔

سوال: جو بلوچستان کا علاقہ افغانستان میں ہے ان لوگوں کو بھی آپ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا ان لوگوں میں یہ سوچ پائی جاتی ہے کہ بلوچستان کو ایک آزاد ریجن ہونا چاہیے؟

کرنل امام: میں بتاتا ہوں۔ وہ ایک مکمل (ڈیزرٹ) ریگستانی علاقہ ہے۔ میں ادھر گیا ہوں۔ سچی بات ہے کہ انھوں نے اس پر کبھی بات نہیں کی اور سوچا ہی نہیں تھا، بہت اچھے لوگ ہیں، مہمان نواز ہیں۔ ان کو تقسیم کا یعنی ڈیونڈر لائن کا پتہ ہی نہیں ہے اور نہ اُدھر کسی کو موقع ملتا ہے وہ جا کر دیکھے یا اس لکیر کو اجاگر کرے۔

سوال: ریگی کا جو اعترافی بیان ہے تقریباً پونے پانچ منٹ کا ہے اور ریگی کے مطابق اس کو فری بلوچستان کے حوالے سے CIA فنڈنگ کر رہی تھی اور CIA نے اُسے کہا تھا کہ ہمیں اس علاقے میں فساد چاہیے۔ فنڈنگ کا طریقہ کار جو ہمارے ذرائع سے معلوم ہے کہ اسٹاک ہوم میں ریڈیو بلوچ ایف ایم کو CIA فنڈ کرتی تھی اور وہاں سے فنڈنگ ان کو آتی تھی اور بھیجی جاتی تھی تو ایرانی بلوچستان میں شورش پھیلنے سے پاکستانی بلوچستان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

کرنل امام: میں نے پہلے بھی یہ بتایا ہے کہ امریکہ کی پالیسی یہی ہے اس کو افغانستان میں نظر آ گیا ہے کہ وہ وہاں پر اپنے پاؤں جما نہیں سکے گا۔ وہ قوم اس کو وہاں بیٹھنے نہیں دے گی۔ جس طرح کابل میں دھماکہ ہوا ہے وہ بھی چھوڑیں گے نہیں۔ اس کی اگلی آپشن

بلوچستان ہے۔ بلوچستان بہت وسیع علاقہ ہے۔ یہاں پر کچھ ایسے ناراض عناصر ہیں جن کے بارے میں وہ توقع کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہوں گے۔ نہ صرف سیستان بلکہ پاکستان کے بلوچ ایریا پر اس کی نظریں ہیں اور یہاں پر اگر اُسے موقعہ ملے گا تو وہ ضرور اپنے پاؤں ادھر رکھے گا بلکہ اس کے لئے امریکہ کوشش کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور جو ریگی پکڑے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں پاکستان اور ایران کے لئے بڑی خوش خبری ہے۔

سوال: افغان رکن پارلیمنٹ ملالی جوئیہ نے کہا کہ امریکہ یورینیم اور اوپیم (افیون) پر کنٹرول چاہتا ہے اسی لئے وہ پوست کی کاشت کے علاقہ ہلمند میں آپریشن کر رہا ہے۔ یہ علاقہ بلوچستان کے بالکل ساتھ ہے۔ تو اس کا مقصد پوست پر کنٹرول کرنا اور وہاں سے حاصل ہونے والے پیسے کو دہشت گردوں میں تقسیم کرنا ہے۔ کیا بیک گراؤنڈ میں ایسی سوچ پائی جاتی ہے؟

کرنل امام: امریکن کے جو اپنے بیان ہیں۔ خاص طور پر برٹش وزیر اعظم کے جو فارن سیکرٹری ملی بینڈ کے، وہ کہتے ہیں کہ فی الحال آپ اُن کو پوست کی کاشت سے مت روکیں۔ اگر روکیں گے تو وہ لوگ فارغ ہو جائیں گے اور وہ مجاہدین اور طالبان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں یہ بڑی غضب کی منطق ہے۔ کیوں کہ روس نے اس کے اوپر تحفظات ظاہر کئے تھے کہ یہاں پر پوست کی کاشت ہو رہی ہے اس کا سب سے زیادہ اثر ہم پر پڑ رہا ہے، اس کو ختم ہونا چاہیے۔ لیکن امریکہ اور نیٹو فورس نے کہا فی الحال ہم ختم نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہم نے یہ کیا تو مجاہدین طالبان کی طاقت بڑھ جائے گی۔ ایک تو یہ بات ہے۔ دوسرا وہ اس کو خود کنٹرول کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اس کو کبھی بھی کنٹرول نہیں کر سکتے۔

سوال: دو ماہ کے بعد اس ساری صورت حال کو آپ کس جگہ پر دیکھیں گے۔ امریکی میڈیا کے مطابق دو مہینے بڑے اہم کہے جا رہے ہیں۔ یہ تو وقت ہی بتا سکتا ہے آپ کے خیال میں کیا ہے؟

کرنل امام: ساری دنیا کو سمجھ آتی ہے کہ ایک طرف منظّم فورس ہے یعنی جدید ٹیکنالوجی اور

ہتھیاروں سے لیس۔ دوسری طرف ایک شیڈو آرمی جو نظر بھی نہیں آ رہی۔ کیا نتیجہ ہوگا؟
معجزہ ہی ہوگا اگر آپ انہیں تباہ کر دیں۔ کیا آپ افغانستان سے طالبان کو نکال سکتے
ہیں۔ نہیں! کیا آپ 33 کے 33 صوبوں میں جا سکتے ہیں؟ آپ جائیں آپ کی زندگی
حرام ہو جائے گی۔ آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆
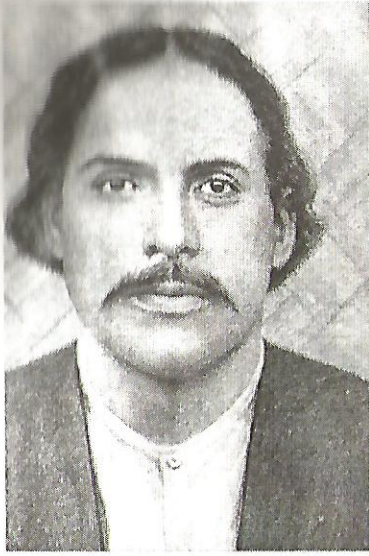
کرنل امام جوانی میں

کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام
کے والد گرامی چوہدری غلام علی تارڑ

کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام اپنے بھائی کرنل (ر) سفیر تارڑ کے ہمراہ

باب نمبر 12

فیملی انٹرویو

سوال: آپ کا بچپن کیسا اور کہاں گزرا؟

کرنل امام: میں اپریل 1944ء میں چکوال کے قریب گاؤں چنان میں پیدا ہوا وہیں پلا بڑھا۔ میرے والد غلام علی تارڑ ایک متوسط زمیندار تھے۔ ہمارے گاؤں کی گلیاں کچی ہوتی تھیں۔ ہمارے گھروں کے باہر کھیت ہوتے تھے۔ آب وہوا بہت اچھی تھی۔ ہماری غذا سادہ ہوتی تھی۔ میں مقامی سکول میں پیدل پڑھنے جایا کرتا تھا۔ ہمارے والدین نے ہماری بہت اچھی پرورش کی۔ ہمیں پڑھایا لکھایا۔ میٹرک کرنے کے بعد میں نے چکوال کالج سے انٹر کیا۔ اس کے بعد 1964ء میں، میں فوج میں چلا گیا۔ میرے والدین نے میرا نام سلطان امیر رکھا مگر جہاد افغانستان کے دوران مجھے کرنل امام کے نام سے شہرت ملی۔

: بچپن میں آپ کو کن چیزوں کا بہت شوق تھا؟

کرنل امام: بچپن سے ہی مجھے دین سے لگاؤ ہے۔ پانچ وقت کی نماز اور تہجد پڑھنا میرا شوق ہے۔ میں بچپن سے ہی باجماعت نماز پڑھنے کی سختی سے پابندی کرتا ہوں۔

سوال: کیا والد صاحب کے کہنے پر فوج میں گئے؟

کرنل امام: میں تین سال کا تھا جب میرے والد کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا تھا۔ ہم اپنی ماں کے سایہ عافیت میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ اصل میں ہمارے گاؤں کے اکثر جوان فوج میں تھے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے وہ گاؤں آرمی کے لوگوں کا ہی تھا۔ ہمارے گاؤں کی زمین بھی بارانی ہے، پیداوار اتنی اچھی نہیں ہوتی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی جسمانی ساخت اس قسم کی ہے کہ وہ فوج کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ انگریز حکومت نے بھی اسی علاقے سے زیادہ لوگوں کو فوج میں رکھا۔ انگریز کی حکومت میں جس کو وکٹوریہ کراس ملا وہ بھی ہمارے علاقے کا نوجوان تھا۔ وہاں کے لوگ انگریز کے زمانے میں

بھی بڑی بہادری سے لڑے۔ اس لئے زیادہ بھرتی ہمارے علاقوں سے ہوتی تھی۔ فوج میں بھرتی ہونا ہمارے گاؤں کی ایک روایت ہے۔ اس لئے میرے والد، دادا اور چچا سب فوج میں تھے اس لیے میں بھی فوج میں چلا گیا۔ میرے والد فوج میں صوبے دار تھے۔

انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں حصہ لیا تھا وہ اٹلی میں زخمی ہوئے۔ اس کے بعد وہ ۱۹۲۵ء میں ریٹائر ہوگئے۔ میرے دادا پہلی جنگ عظیم سے پہلے این سی او تھے۔ 1966ء میں، میں پاکستان ملٹری اکیڈمی سے پاس آؤٹ ہوا اور پاکستان آرمی کی ایک مایہ ناز بٹالین پندرہ فرنٹیئر فورس رجمنٹ کو بحیثیت سیکنڈ لیفٹیننٹ لاہور میں جوائن کیا۔ دل میں کمانڈر بننے کی خواہش تھی یہیں سے مجھے ایس ایس جی میں ٹریننگ کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ غیر معمولی جسمانی صلاحیتوں کی وجہ سے پی ایم اے اور ایس ایس جی میں ٹریننگ کی اس دوران اپنی فزیکل فٹنس میں مزید نکھار پیدا کیا۔

سوال: بطور ایک فوجی جوان کے آپ کی ٹریننگ کس لحاظ سے منفرد تھی؟

کرنل امام: اپنے ساتھیوں سے اس لحاظ سے مختلف تھا کہ میں زمین پر نشان لگا کر جہاز سے پیرا جمپ لگاتا تو ٹھیک اُسی جگہ پر لینڈ کرتا جہاں میں نے نشان لگایا ہوتا تھا۔ میں دُنیا میں فری فال میں ایک نیا ریکارڈ بنانا چاہتا تھا۔ 1977ء میں آرمڈ فورسز ویک کی تقریبات کے دوران فورٹریس سٹیڈیم لاہور میں پیرا جمپ کے مظاہروں میں کئی مرتبہ غیر معمولی خطرہ مول لے کر زمین کے اتنا قریب آ کر پیراشوٹ کھولا کہ تماشائیوں کی چیخیں نکل گئیں۔

سوال: آپ کی کتنی ویں نسل فوج میں ہے؟

کرنل امام: ہماری چوتھی نسل فوج میں ہے۔ میرا بیٹا میجر نعمان اور بھائی کرنل (ر) محمد سفیر تارڑ بھی فوجی ہیں۔ میری ایک بیٹی نے آرمی میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ ڈینٹل ڈاکٹر ہے اور دوسری بیٹی آرمی میڈیکل کالج میں پڑھ رہی ہے۔

سوال: آپ کا شوق تھا کہ بیٹیاں ڈاکٹر بنیں یا ان کا اپنا شوق ہے؟

کرنل امام: مجھے تو گھر کی ہوش ہی نہیں تھی۔ میں تو افغانستان کی روس کے ساتھ جنگ

میں مصروف تھا۔ میری بیوی کا ہی بچوں کی تعلیم میں عمل دخل ہے۔ بیٹی نے ایف ایس سی میں اچھے نمبر لیے اور میرٹ پر آ گئی اور اس کو میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا۔ اسی طرح دوسری بیٹی نے بھی اچھے نمبر لیے۔ وہ بھی میڈیکل کالج میں داخل ہو گئی۔

سوال: آپ کو اپنے بچپن کے کھیل یاد آتے ہیں؟

کرنل امام: بالکل! آج کل تو وہ کھیل بچے کم ہی کھیلتے ہیں۔ جب ہم چھوٹے تھے تو گاؤں کی لڑکیاں اور لڑکے سب مل کر کھیلا کرتے تھے۔ ہم چینچی کھیلتے تھے وہ کھیل یہ تھا کہ زمین پر لائن لگا کر ایک پاؤں سے وہ لائن عبور کرنی ہوتی تھی۔ ہم چھم چھور کھیلتے تھے۔ اس میں ایک بچّہ کے علاوہ باقی سب بچے چُھپ جاتے تھے اور وہ اکیلا بچّہ باقی سب کو ڈھونڈتا تھا۔ جب بڑے ہوئے تو کبڈی کھیلنے لگا۔ میں گاؤں میں رہتا تھا زیادہ پیدل ہی آنا جانا ہوتا تھا اس سے جسمانی ساخت اچھی ہو گئی۔ اس لیے جب کالج میں آیا تو باسکٹ بال کھیلنا شروع کر دی۔ جب فوج میں گیا تو وہاں پر بھی باسکٹ بال ہی زیادہ کھیلا کرتا تھا۔ پھر دو میں کراس کرانٹی کھیلتا تھا۔ اس میں ساڑھے چار میل تک دوڑ لگانی ہوتی ہے۔ یہ مشکل کھیل ہوتا ہے اس سے میں کافی تگڑا ہو گیا۔ پھر فوج میں جوڈو کراٹے اور دوڑ میں میں بہت آگے نکل گیا۔ انعامات بھی حاصل کیئے۔ میں نے 36 میل دوڑ کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

سوال: آپ شرارتی بچے تھے؟

کرنل امام: نہیں! میں سنجیدہ بچّہ تھا۔ البتہ میرے دوست شرارتی تھے۔ میرے دوست باغوں سے پھل توڑتے تو میں ان کے بیگ اٹھا لیتا تھا۔ ان کے سامان کی رکھوالی کرتا تھا (مسکراتے ہوئے) اس لیے مجھے بھی اس میں سے غنیمت مل جاتی تھی۔

سوال: کون سے پھل توڑتے تھے؟

کرنل امام: بیر، خربوزے وغیرہ

سوال: بچپن میں کس چیز کے کھانے کا بہت شوق تھا؟

کرنل امام: دودھ میں چاول پکا کر جو ڈش بنتی وہ میں بہت شوق سے کھاتا تھا اور یہ

ہمارے گھر والوں کی پسندیدہ ڈش ہوتی تھی۔ دودھ اور چاول بغیر چینی کے پکاتے تھے ہم بعد میں اس پر شکر ڈال کر کھاتے تھے۔ ابھی بھی دودھ اور چاول مل جائیں تو میں بہت شوق سے کھاتا ہوں۔ ہمارا کھانا بہت سادہ ہوتا تھا۔ سادہ روٹی' گائے کا مکھن اور دودھ کا ناشتہ کرتے تھے۔ باقی ساگ' سبزیاں اور گھر کے مرغے ہوتے تھے۔

سوال: بچپن میں جس چیز کی بھی خواہش کی وہ پوری ہوئی؟

کرنل امام: بچپن میں ایک ہی خواہش تھی کہ تعلیم حاصل کرنی ہے تو میں نے تعلیم حاصل کی مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری تمام خواہشیں پوری ہوئیں۔ ان کے حوالے سے یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ میرا کیریئر ایسا ہے کہ میں سخت ترین جگہوں پر گیا ہوں۔ وہاں کے لوگوں سے اتنا گھل مل جاتا تھا کہ وہ مجھے کسی دوسری جگہ جانے نہیں دیتے تھے۔ میں نے اپنے کیریئر کے 38 سال تین جگہوں پر گزارے۔ اپنی یونٹ میں' ایس ایس جی میں اور پھر آئی ایس آئی میں۔ آئی ایس آئی میں 18 سال افغانستان میں گزارے جب کہ لوگوں کی 20 سال کی نوکری ہوتی ہے اور وہ پندرہ جگہ پر چکر لگاتے ہیں۔ میں جدھر بھی گیا وہاں پکا ہو گیا۔ میں نے ایس ایس جی میں بہت نام پیدا کیا۔ میں نے بہت ٹرائل کیے۔ پھر افغانستان میں کام کے حوالے سے پوری دنیا میں میری مشہوری ہوئی۔ (مسکراتے ہوئے) امریکہ تک میں میرا نام بدنام ہوا۔

سوال: آپ کی شادی کب ہوئی؟

کرنل امام: میری شادی 1974ء میں ہوئی۔ اس وقت میں امریکہ سے ٹریننگ لے کر وطن واپس آیا تھا۔

سوال: شادی رشتے داروں میں ہوئی؟

کرنل امام: نہیں۔ شادی جاننے والوں میں ہوئی۔

سوال: رشتہ طے کیسے ہوا؟

کرنل اما م کسی نے ان کے بارے میں بتایا تھا۔ والدہ کو یہ رشتہ پسند آ گیا اور میں نے

آنکھیں بند کر کے شادی کے لیے ہاں کر دی۔

سوال: آپ کے اپنے ذہن میں شریک حیات کا تصور کیا تھا؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ سمجھ لیں ہوش ہی نہیں تھی۔

سوال: منگنی ہوئی یا فوراً شادی ہو گئی؟

کرنل امام: باقاعدہ منگنی کی رسم نہیں ہوئی بس آپس میں بات چیت ہوئی اور رشتہ طے ہو گیا اس کے بعد شادی ہو گئی۔

سوال: شادی دھوم دھام سے ہوئی؟

کرنل امام: شادی بڑی سادگی سے ہوئی۔ برادری کے لوگ بارات کے ساتھ گئے اور نکاح ہو گیا۔

سوال: بارات کہاں گئی؟

کرنل امام: ہمارے گاؤں کے پاس ان کا گاؤں تھا۔

سوال: شادی پر رسمیں ہوئیں؟

کرنل امام جی ہاں! جو ہماری روایات تھیں۔ مثلاً کھارے چڑھنا، گھوڑی پر بیٹھنا (مسکراتے ہوئے) میرے گھر والے گھوڑی لائے مگر وہ اتنی کمزور تھی کہ جیسے ہی میں نے گھوڑی پر چڑھنے کے لیے پاؤں پائے دان پر رکھا تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس لیے میں گھوڑی پر سوار نہ ہو سکا۔ دودھ پلائی کی بھی رسم ہوئی۔ میں نے اس زمانے میں سو روپے دودھ پلائی دی تھی۔ پھر میرے جوتے اور جرابیں بھی دلہن کی بہنوں نے چرا لیں۔ میں نے وہ بھی پیسے دے کر واپس لیں۔ (ہنستے ہوئے) شادی کے بعد میں اپنے سُسرال گیا اور رات کو وہیں ٹھہرا۔ اس وقت میں جینز اور شرٹ پہنتا تھا۔ رات کو شلوار قمیض پہن کر سو گیا۔ جب صبح پینٹ پہننے لگا تو دیکھا اس کے پائینچوں کو سلائی سے سی دیا گیا۔ میں سمجھ گیا یہ کسی نے شرارت کی ہے۔ میں نے ان کو موقع ہی نہیں دیا کیوں کہ میں نے وہ پینٹ پہنی نہیں اگر پہنتا تو

مذاق بنتا۔ میری دو سالیاں تھیں جو بہت شرارتی تھیں۔

سوال: بیگم کو شادی پر کیا تحفہ دیا تھا؟

کرنل امام: اب تو مجھے یاد نہیں ہے۔ انگوٹھی دی ہوگی۔

سوال: بیگم کا حق مہر کتنا تھا؟

کرنل امام: شرعی حق مہر تھا جو میں نے ادا کر دیا تھا۔

سوال: شادی پر پینٹ کوٹ پہنا تھا؟

کرنل امام: میں نے شادی پر شلوار قمیض اور جیکٹ پہنی تھی۔ ہمارے ہاں دولہا شلوار قمیض ہی پہنتا ہے۔

سوال: شادی پر بینڈ باجا بجا تھا؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) شادی پر ڈھول بجا تھا۔

سوال: بھنگڑا ڈالا تھا؟

کرنل امام: (ہنستے ہوئے) میرے دوستوں نے بھنگڑا ڈالا تھا۔

سوال: سہرا باندھا تھا؟

کرنل امام: سہرا باندھا تھا مگر کچھ دیر کے بعد میں نے سہرا اتار دیا تھا۔ میں نے تو گلے سے ہار بھی اتار دیے تھے۔

سوال: شادی کے دن کی یادگار بات بتائیں؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) شادی کے دن جو کچھ ہو رہا تھا میں یہ سب دیکھ کر حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ شادی ہونا ہی میری زندگی کا ایک یادگار واقعہ تھا۔ شادی تو خود ایک یادگار بات ہوتی ہے اس کے علاوہ تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔

سوال: شادی پر کتنی چھٹیاں لیں۔ سیر و تفریح کے لیے بھی گئے؟

کرنل امام: میں نے شادی پر بہت کم چھٹیاں لیں۔ شادی کے تیسرے دن تو میں ڈیوٹی پر واپس آ گیا تھا۔ دراصل ایس ایس جی بلوچستان میں مصروف تھی۔ کیڈٹ کورس کو تربیت

دینے کے لیے میں اکیلا تھا۔ میں نے کیڈٹ کورس کو جمپ کی تربیت دینی تھی۔

سوال: بیگم کو گھمانے نہیں لے کر گئے؟

کرنل امام: میں باقاعدہ ان کو سیر کرانے تو نہیں لے کر گیا مگر جب جمپ سکول میں کیڈٹ کورس کی جمپ تقریب ہوتی تھی تو وہاں پر ڈھیروں عورتیں آتی تھیں۔ ان میں بیگم کو پروٹوکول ملتا تو بیگم خوش ہوتیں ان کو اچھا لگتا تھا۔

سوال: بیگم کی اچھی باتیں کونسی ہیں؟

کرنل امام: خود ہی گھر کے سارے کام کرتی ہیں۔ بہت سلیقہ شعار ہیں۔ کوئی دوسرا کام کرے وہ برداشت نہیں کرتیں۔ اصل میں ملازم کا کام کیا ان کو پسند ہی نہیں آتا تھا۔ مجھے ان کی وجہ سے ہی کئی مرتبہ بیٹ مین کو تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ ان کو کام نہیں کرنے دیتی تھیں۔ بیگم نے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے۔ میری عدم موجودگی میں بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ بچوں نے بھی پڑھائی میں بہت اچھے نمبر حاصل کیے ہیں۔ میں اُن کو کہتا ہوں کہ کام کے لیے ملازم رکھ لو مگر مانتی نہیں ہیں۔ خود ہی گھر کے سارے کام کرتی تھیں۔

سوال: کن معاملات میں بیگم با اختیار ہیں؟

کرنل امام: بیگم پورے گھر کی مالک ہیں۔ گھر کے تمام فیصلے وہ خود کرتی ہیں۔ وہ ہر معاملے میں با اختیار ہیں۔ میں تو گھر میں کچھ نہیں کرتا صرف کھانا کھاتا ہوں۔ میرا گھر کے کسی معاملے میں عمل دخل نہیں ہے۔

سوال: جو کماتے ہیں بیگم کو لا کر دیتے ہیں؟

کرنل امام: بیگم کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے دے دیتا ہوں، کبھی انکار نہیں کرتا۔

سوال: بیگم کی کون سی بات اچھی نہیں لگتی؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) بیگم کسی ملازم کے کام کو پسند نہیں کرتیں۔ گھر کا سارا کام خود کرنا پسند کرتی ہیں۔

سوال: بیگم آپ کے لیے کون سی ڈش بہت مزے دار پکاتی ہیں؟

کرنل امام: ہر چیز بہت اچھی پکاتی ہیں۔ بیگم سبزی گوشت بہت اچھا پکاتی ہیں۔

سوال: بیگم کی تعریف کرتے ہیں؟

کرنل امام: (ہنستے ہوئے) تعریف اس لیے نہیں کرتا کہیں بیگم کا دماغ خراب نہ ہو جائے۔ میری بیگم بہت اچھی خاتون ہیں۔ صبح اُٹھ کر تلاوت کرتی ہیں۔ پانچ وقت کی باقاعدگی سے نماز پڑھتی ہیں۔ مجھے گھر کی طرف سے کبھی کوئی فکر نہیں ہوئی۔ انہوں نے گھر اور بچوں کو بہت اچھے طریقے سے سنبھالا ہوا ہے۔

سوال: آپس میں تکرار ہوتی ہے؟

کرنل امام: آپس میں تکرار تو ہوتی رہتی ہے مگر تکرار کبھی جھگڑا نہیں بنی۔

سوال: ناراضگی کتنی دیر رہتی ہے؟

کرنل امام: میں تو اگلے لمحے بھول جاتا ہوں کہ ہماری آپس میں تکرار بھی ہوئی تھی۔ اس لیے ناراضگی کا تو کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ ہماری آپس میں سنجیدہ تکرار ہوتی ہی نہیں ہے۔

سوال: جب آپ کئی کئی مہینے گھر سے باہر رہتے تھے تو بیگم ناراض ہوتی تھیں؟

کرنل امام: جب میں افغانستان میں تھا تو عورتوں نے ان کے ذہن میں شک ڈال دیا کہ تمہیں پتہ ہے کہ تمہارا شوہر کدھر جاتا ہے۔ بیگم نے مجھ پر شک کا اظہار بھی کیا تو پھر میں نے بیگم کو اپنا بیگ دکھایا۔ جوتے، کپڑے جرابیں دکھائیں اور کہا تم ایس ایس جی آفیسر کی بیوی ہو۔ دیکھ لو میں کدھر جاتا ہوں۔ جب اوجڑی کیمپ میں دھماکہ ہوا تب بیگم کو پتہ چل گیا کہ میں کیا کر رہا ہوں پھر مطمئن ہو گئیں۔

سوال: جب اوجڑی کیمپ میں دھماکہ ہوا آپ کہاں تھے؟

کرنل امام: میں اس وقت اوجڑی کیمپ میں ہی موجود تھا۔

سوال: کہتے ہیں اوجڑی کیمپ کا واقعہ خود ساختہ تھا؟

کرنل امام: نہیں۔ یہ ایک حادثہ تھا وہ ایک قسم کا ایمونیشن تھا جو لوڈ کر رہے تھے، شیل گرا

اور وہ پھٹ گیا اور آگ بھڑک اٹھی۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ امریکہ سے ٹیم میزائل چیک کرنے آ رہی تھی تو اس کو خود اڑا دیا گیا تاکہ جو الزام لگایا جا رہا تھا کہ پاکستان میزائل بیچ رہا ہے وہ ثابت نہ ہو سکے؟

کرنل امام: یہ سب جھوٹ تھا اور یہ بات آئی ایس آئی نے اڑائی تھی حالانکہ یہ حادثہ سراسر لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔ جب دھماکہ ہوا تو میں اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ساتھ ایک بریگیڈیئر صاحب تھے۔ وہ جانے لگے تو میں نے ان کو کہا ''آپ مت جائیں میں جا کر دیکھتا ہوں۔'' آگ اتنی زیادہ لگ چکی تھی کہ آگے جانے کا راستہ ہی نہیں تھا۔ ہم نے زخمیوں کو اٹھایا اور میں بیسمنٹ میں فون کرنے گیا تو ایک اور دھماکہ ہو گیا اور ہم وہیں پھنس گئے۔ دھماکے ہوتے رہے۔ ہم دس بارہ لڑکے تھے۔ ہمارے کمرے سے آگے ڈائننگ ہال تھا۔ ڈائننگ ہال کو گولے پر گولے لگتے رہے وہ ٹوٹتا رہا۔ بہر حال ہمارا کمرہ بچ گیا۔ میں نے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر چاروں طرف سے شیل گر رہے تھے۔ ایک شیل تو میرے پاس سے گزرا۔ دوسرا میرے سر سے گزرا تو میں دوبارہ کمرے میں واپس آ گیا۔ جب کچھ دیر کے بعد شیل گرنے بند ہوئے تو ہم باہر نکلے اور لاشیں ڈھونڈنے لگے۔

سوال: آپ کا جوانی میں تفریح کا ذریعہ کیا تھا؟

کرنل امام: میں شادی کے بعد بھی جینز کی پینٹ اور شرٹ پہنتا رہا ہوں۔ جب میں پشاور میں تھا تو جینز کی پینٹ پہن کر ارباب روڈ کے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر چنے کھاتا رہتا تھا اور انجوائے کرتا تھا۔ وہاں میرے بہت سے سٹوڈنٹ تھے وہ میرے پاس سے گزرتے اور مجھے مسکرا کر دیکھتے۔ وہاں بیٹھ کر لوگوں کو آتے جاتے دیکھتا رہتا تھا یہی میری تفریح ہوتی تھی۔

سوال: آپ نے آخری مرتبہ جینز کب پہنی تھی؟

کرنل امام: میں میجر ہی تھا جب میں نے پینٹ پہننی چھوڑ دی تھی۔ ابھی کرنل نہیں بنا تھا۔ میں امریکہ گیا تو سوٹ پہننا چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا مجھے یہاں قومی لباس پہننا چاہیے۔

میرا قومی لباس میری شناخت ہے کہ میں پاکستانی ہوں۔ تب سے میں شلوار قمیض پہن رہا ہوں۔ میں امریکہ گیا تو میں نے وہاں پہننے کے لئے خاص طور پر شیروانی سلوائی۔ صرف اس لیے کہ میں مغربی لباس کیوں پہنوں۔ جب میں شلوار قمیض میں ٹھیک لگتا ہوں تو مجھے پینٹ کوٹ اور ٹائی لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ امریکہ میں جب بھی کسی تقریب میں جاتا تھا شیروانی پہنتا تھا۔ وہاں لوگ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوتے کیوں کہ میں واحد آدمی ہوتا تھا جو شیروانی پہنے ہوتا تھا۔ اس محفل میں خواتین بھی ہوتی تھیں۔ مجھ سے انہوں نے پوچھا کہ آپ رائل فیملی سے ہیں۔ میں نے کہا نہیں! تو وہ کہنے لگیں ''آپ نے یہ لباس کیوں پہنا ہے؟ اس سے پہلے تو کبھی کسی نے اس قسم کی تقریب میں ایسا لباس نہیں پہنا۔'' میں نے ان کو بتایا کہ ''قائداعظم محمد علی جناحؒ شیروانی اور جناح کیپ پہنتے تھے۔'' وہ خواتین بہت خوش ہوئیں۔ میں سمجھتا ہوں ہمیں بیرون ممالک میں بھی اپنا قومی لباس ہی پہننا چاہئے۔ ہمارا لباس بہت پُر وقار اور منفرد ہے۔ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ ہماری پہچان ہے۔

سوال: میوزک سنتے ہیں؟

کرنل امام: جب کیپٹن اور میجر تھا اس وقت تو فلم بھی دیکھتا تھا اور گانے بھی سُنتا تھا اب تو کبھی کبھار ٹی وی پر میوزک سُن لیتا ہوں۔ میوزک سے اب کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔

سوال: بیگم کو بھی فلم دکھائی تھی؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) ایک مرتبہ بیگم کو فلم دکھانے لے گیا تھا مگر ان کو فلم پسند نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد پھر وہ کبھی فلم نہیں دیکھنے گئیں۔

سوال: آپ نے ان کو ایسی کون سی فلم دکھا دی تھی؟

کرنل امام: (ہنستے ہوئے) پاکستانی فلم ہی تھی۔ اب مجھے اس کا نام تو یاد نہیں ہے۔ ویسے میں بیگم کو دو مرتبہ فلم دکھانے لے گیا تھا۔

سوال: کون سی فلمیں شوق سے دیکھتے تھے؟

کرنل امام: میں زیبا، محمد علی اور وحید مراد کی فلمیں دیکھتا تھا۔ سلطان راہی کی بھی فلم دیکھ

لیتا تھا ۔ جب جہاد افغانستان کے لئے گئے تب سے تو جنگ اور حملہ میں ہی مصروف رہے۔ یہ سب باتیں تو اب بھول ہی چکے ہیں۔

سوال : کس گلوکار کو شوق سے سُنتے تھے؟

کرنل امام: میں محمد رفیع کے گانے شوق سے سُنتا تھا۔ اب تو کانوں نے اتنی بمباری کی آواز سُنی اور آنکھوں نے اتنی بمباری دیکھی ہے کہ اب میوزک کانوں کو بھلا لگتا ہی نہیں ہے۔

سوال :پھول اور موسم کون سا پسند ہے؟

کرنل امام: (زیرلب مسکراتے ہوئے) یوں تو سارے پھول ہی اچھے لگتے ہیں مگر چنبیلی کی خوشبو مجھے بہت پسند ہے۔ موسموں میں سردی کا موسم اور برف باری بہت پسند ہے۔

سوال : بیگم کا میک اپ کرنا پسند ہے؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) اُن کو میک اپ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بس اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوں تو اچھی لگتی ہیں۔ میں بیگم کے لئے امریکہ سے اوورکوٹ لایا تھا وہ کبھی کبھی پہن لیتی ہیں۔

سوال : گھر کے کس کام میں دل چسپی لیتے ہیں؟

کرنل امام: گھر پر ہوں تو مطالعہ میں مصروف رہتا ہوں۔

سوال : کہاں جانا اچھا لگتا ہے؟

کرنل امام: کھلی جگہ پر جانا پسند ہے۔ سیر کا بہت شوق ہے۔ پہاڑوں پر وقت گزارنا پسند ہے۔

سوال :غصہ آتا ہے؟

کرنل امام (مسکراتے ہوئے) بدمعاش آدمی پر غصہ آتا ہے۔

سوال: موڈ کب بہت اچھا ہوتا ہے؟

کرنل امام: (زیرلب مسکراتے ہوئے) خوب صورت آدمی کو دیکھ کر موڈ اچھا ہو جاتا

ہے۔

سوال : بیگم کے سامنے خوب صورت انسان کی تعریف کر دیتے ہیں؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) بالکل! تعریف کر دیتا ہوں۔

سوال : بیگم ناراض نہیں ہوتیں؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) بیگم کو پتہ ہے میرے دل و دماغ میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، اس لیے میں کسی خاتون کی تعریف بھی کر دوں تو اُن کو بُرا نہیں لگتا۔

سوال : زندگی میں کبھی کوئی اتنا اچھا لگا کہ اُس پر دل فدا ہو گیا ہو؟

کرنل امام: پبلک میں آپ چل پھر رہے ہوتے ہیں تو آپ کی نظر کسی پر پڑ جائے اس حد تک تو ٹھیک ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں ہے۔ اس کی ہماری روایات اور کلچر بھی اجازت نہیں دیتا۔

سوال : بیگم کی ہر بات مانتے ہیں؟

کرنل امام: ہماری ضروریات ہی اتنی کم ہیں کہ نہ ماننے والی کوئی بات ہی نہیں۔

سوال: بیگم نے کبھی کسی چیز کی فرمائش کی ہے؟

کرنل امام : میری مصروفیت اتنی زیادہ رہی ہیں کہ بیگم کو مجھ سے فرمائش کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ ویسے ان کو جس چیز کی ضرورت ہو ان کے لیے لے آتا ہوں۔

سوال: آپ کو بیگم کی پسند نا پسند کا علم ہے؟

کرنل امام: (مسکراتے ہوئے) میں ان کے لیے جو چیز بھی لے کر آتا ہوں ان کو پسند آجاتی ہے۔

سوال : آپس میں گفتگو کس موضوع پر ہوتی ہے؟

کرنل امام: ہماری آپس میں گفتگو بہت کم ہوتی ہے کیوں کہ جس موضوع پر میں زیادہ خوش ہو کر بات کرتا ہوں ان کو اس کی سمجھ نہیں آتی اور نہ مجھے اُن کی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر کوئی میرے پسندیدہ موضوع کو سمجھتا نہیں اور اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا تو اس سے

بات کر کے میں بوریت محسوس کرتا ہوں۔

سوال: کون سی چیز آپ کی کمزوری ہے؟

کرنل امام: موجودہ حالات میں، میں سُست ہو گیا ہوں۔ دراصل میرا پروفیشن ہی میری کمزوری ہے۔ میں اپنے پروفیشن کے حوالے سے ہی مطالعہ کا شوق رکھتا ہوں۔ اس پر بات کر کے خوش ہوتا ہوں۔ میں اپنے اور بیرون ممالک میں اپنے پروفیشن میں اپنی سپیشلیٹی پر سیمینار میں جا کر مقالہ پڑھتا ہوں اور اس حوالے سے ہی بحث و مباحثہ کرتا ہوں۔

سوال: ڈاڑھی جہاد افغانستان میں جانے کے بعد رکھی تھی؟

کرنل امام: نہیں! افغانستان جانے سے پہلے ڈاڑھی رکھ لی تھی۔ مجھے ڈاڑھی رکھنے کا شوق تھا۔ میں پی ایم اے میں تھا اس وقت مجھے ہلکی ہلکی ڈاڑھی آئی تو میں نے شیو کر لی۔ پھر میں نے سوچا یونٹ میں جا کر ڈاڑھی رکھوں گا۔ جب میں نے کمانڈو کورس کیا تو اس میں میری ڈاڑھی بڑھ گئی پھر میں نے شیو کروا دی۔ ترکی میں حضرت ایوب انصاریؓ کے مزار پر گیا، نوافل پڑھے اور سوچا کاش ڈاڑھی رکھ لیتا۔ پھر میں نے ڈاڑھی رکھ لی۔ اس کے بعد میں نے شیو نہیں کی۔

سوال: سلطان امیر سے کرنل امام کیسے بنے؟

کرنل امام: جب میں جہاد افغانستان پر گیا تو وہاں پر آرمی کے لوگوں کے خفیہ نام ہوتے تھے تاکہ پکڑے جائیں تو وہ آدمی کہے کہ میرا نام تو یہ ہے اور ہماری آرمی سے لسٹ دیکھیں تو اُس نام کا آرمی لسٹ میں نہیں ہوگا تو آرمی کہہ سکتی ہے کہ یہ ہمارا بندہ ہی نہیں ہے۔ میں جب افغانستان پہنچا تو مجھے کہا گیا کہ آپ اپنا ایک نام رکھیں جب میں مجاہدین سے ملا اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو مجھے کہا گیا کہ آپ جماعت کرائیں۔ میں نے نمازیوں کی جماعت کرائی۔ جب میں آنے لگا تو مجھے امام صاحب! کہہ کر مخاطب کیا گیا اور کہا ''امام صاحب آپ کل دوبارہ آیئے گا۔'' ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو وہ مجھے امام صاحب کہہ کر ہی مخاطب کرنے لگے۔ مثلاً امام صاحب ہماری فلاں عرض ہے۔ مجھے ان کا امام

صاحب مخاطب کرنا اچھا لگا۔ میں نے سوچا بس یہی نام میرے لئے ٹھیک رہے گا یوں میں کرنل سلطان امیر سے کرنل امام بن گیا۔ اب تو لوگ میرا اصلی نام بھول گئے ہیں۔ سب مجھے اسی نام سے پکارتے اور جانتے ہیں۔ میرا خفیہ نام کرنل امام زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔

سوال: جنرل محمود آپ کے بیچ فیلو تھے۔ وہ جنرل کے عہدے تک پہنچے جبکہ آپ کرنل کے عہدے سے ہی ریٹائر ہو گئے اس کی وجہ؟

کرنل امام: دراصل میں کچھ ایسی جگہ پر زیادہ عرصہ رہا ہوں جہاں مجھے اتنا زیادہ عرصہ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں افغانستان میں بہت زیادہ عرصہ رہا۔ اس وجہ سے میری ملازمت کی سرکولیشن پوری نہیں ہوئی۔ جب میں افغانستان آیا تو میں نے یہاں اپنے کام کو ایک فریضے کے طور پر لے لیا۔ اگر میں افغانستان میں اتنا عرصہ نہ رہتا تو کم از کم میں بریگیڈیئر تک کے عہدے تک تو چلا جاتا۔ سرکولیشن پوری نہ ہونے کی وجہ سے میری ترقی نہیں ہو سکی۔ جب میں دفتر خارجہ کے دفتر گیا تو انہوں نے میرا گریڈ 20 کر دیا اور میں افغانستان میں قونصل منسٹر بن گیا جو بہت بڑا عہدہ ہوتا ہے۔ یہ قونصل جنرل سے اوپر ہوتا ہے۔ یہ سفیر کے برابر عہدہ ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر میری ترقی ہو جاتی تو پھر یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا جو میں نے جہاد افغانستان میں کیا تھا۔ میں اس عہدے پر 95ء سے 2001ء تک رہا اس کے بعد 2002ء میں ریٹائر ہو گیا۔

سوال: افغانستان میں اتنا زیادہ عرصہ رہنے سے آپ میں کیا تبدیلی آئی؟

کرنل امام: مجھ میں تبدیلی یہ آئی کہ میں دین کی طرف اور زیادہ راغب ہو گیا۔ میری سوچ ہی تبدیل آ گئی۔ میں نے سوچا کہ سادگی میں خرابی نہیں ہے۔ ہمیں اپنی ثقافت اور سادگی کو فروغ دینا چاہیے۔

سوال: بچوں پر بھی آپ کی طرف سے کچھ پابندی ہے؟

کرنل امام: بچوں کو میں نے کسی بات کا پابند نہیں کیا۔ ان کو آزادی ہے کہ وہ اپنی مرضی اور پسند سے جیسے مرضی کپڑے پہنیں، جیسی مرضی زندگی گزاریں۔ میرے بچے بڑے

سوٹڈ بوٹڈ ہیں یعنی بن ٹھن کر رہتے ہیں۔ میں نے بچیوں کو ایک ہی بات کہی ہے کہ سر ڈھک کر رکھا کریں۔ اس کے علاوہ اُن پر کوئی پابندی نہیں۔ باقی زمانے کے ساتھ چلیں۔

سوال: ان کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت ہے؟

کرنل امام: میں نے کبھی اُن کو ٹی وی دیکھنے سے منع نہیں کیا۔ اس معاملے میں ان کی ماں کا ہی عمل دخل ہے۔ وہ ان کو اجازت دے یا نہ دے۔

سوال: بیٹے کو فوج میں آپ لائے یا وہ اپنی خواہش سے آئے؟

کرنل امام: جب آپ یونٹ میں ہوتے ہیں تو بچّوں کا بھی یونٹ سے ایک تعلق بن جاتا ہے۔ اپنے گھر کی طرح یونٹ بھی فیملی ہوتی ہے۔ میرا بیٹا نعمان انجینئر بننا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے کہا تم فوج میں جاؤ گے۔ اس کے بعد تم جو مرضی کرو۔ چھوٹا بیٹا عمران بھی آرمی میں تھا مگر اس کو وہاں چوٹ لگ گئی تو میں نے اس سے آرمی چھڑوا دی۔ اب وہ کمپیوٹر انجینئرنگ کر رہا ہے۔

سوال: کس بچے سے آپ کو بہت لگاؤ ہے؟

کرنل امام: سبھی بچّوں سے بہت لگاؤ ہے۔

اس دوران کرنل امام کی بیٹیاں اور بیگم رفعت سلطان بھی آ گئیں ہم نے اپنے سوالات کا رُخ اُن کی طرف موڑ دیا۔ ہم نے بیگم رفعت سلطان امیر سے پوچھا۔

سوال: آپ کو کرنل صاحب کی کون سی باتیں اچھی لگتی ہیں؟

بیگم رفعت امام: بہت ہمدرد اور خدا ترس آدمی ہیں۔ مزاجاً بہت نرم ہیں۔ بچّوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ ہم سب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

سوال: کن معاملات میں آپ با اختیار ہیں؟

بیگم رفعت امام: میں گھر کے تمام معاملات میں با اختیار ہوں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ سلطان صاحب تو کئی سال افغانستان میں رہے۔ ان کا کبھی کبھار ہی گھر آنا ہوتا تھا۔ بچے بھی چھوٹے تھے۔ اس لیے گھر کی اور بچوں کی تعلیم اور تربیت کی ذمّہ داری مجھ پر تھی۔ ویسے

وہ اپنے بچّوں سے روزانہ فون پر بات کرتے تھے۔ بچّوں کی روزانہ کی مصروفیات کا اُن کو علم ہوتا تھا۔

سوال: بچوں نے کبھی شکایت کی کہ ابو ہمیں وقت نہیں دیتے؟

بیگم رفعت امام: سلطان کو اپنے بچّوں سے محبت ہے۔ اس لیے جب وہ افغانستان سے ان کو ملنے آتے تو ان کے لیے بہت سے تحائف بھی لاتے تھے۔ جتنے دن بھی وہ ہمارے پاس رہتے تھے۔ بچوں کو پورا وقت دیتے تھے۔ فون پر بھی ان سے رابطہ رہتا تھا۔ اس لیے بچوں کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ اُن کے والد اُن کے پاس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کو کس چیز کا شوق ہے؟

بیگم رفعت امام: مجھے اپنے گھر اور بچّوں کی دیکھ بھال کے علاوہ دوسرا کوئی شوق نہیں ہے۔ بچے ہی میری کمزوری ہیں۔ میں گھر کا ہر کام خود کرنا پسند کرتی ہوں۔ ہر بچے کی پسند ناپسند کا خیال رکھتی ہوں۔ مجھے سلطان کہتے بھی ہیں کہ ملازم رکھ لو۔ میں نے کئی مرتبہ ملازم بھی رکھے مگر مجھے اپنے گھر اور بچوں کا کام خود کر کے خوشی ہوتی ہے۔ مجھے ملازم کے کام سے تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے اُن کا کام پسند ہی نہیں آتا تھا اس لئے خود ہی سارے کام کرتی ہوں۔ میں اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا کر کھلاتی ہوں۔ ان کی ہر فرمائش پوری کر کے مجھے ذہنی تسکین ملتی ہے۔

سوال: بچوں پر کس کا زیادہ رُعب ہے؟

بیگم رفعت امام: بچوں پر ہم دونوں کا ہی رُعب ہے مگر سلطان نے ان کو کبھی نہیں ڈانٹا البتہ میں کبھی کبھار بچّوں کو ڈانٹ دیتی ہوں۔

سوال: آپ کو ان کے ساتھ کہاں جانا اچھا لگتا ہے؟

بیگم رفعت امام: (مسکراتے ہوئے) مجھے گھر میں ہی رہنا اچھا لگتا ہے۔ مجھے سیر و تفریح کا شوق نہیں ہے۔

سوال: کس بات پر امام صاحب خوش ہوتے ہیں؟

بیگم رفعت امام: (زیرلب مسکراتے ہوئے) جب ان کی دل چسپی کی باتیں ہوں تو خوش ہوتے ہیں۔ ان کا اپنے پروفیشن' ملکی اور بین الاقوامی حالات، کرنٹ افیئرز کے حوالے سے علم بہت وسیع ہے۔

سوال: ایک مصروف ترین فوجی سے شادی کا تجربہ کیسا رہا؟

بیگم رفعت امام: (مسکراتے ہوئے) بہت اچھا رہا۔ سلطان دین دار ہیں۔ ملک وقوم کے لیے اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان اور محبِّ وطن سپاہی ہیں۔ انہوں نے جہادِ افغانستان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مجھے اُن پر فخر ہے۔

بیگم رفعت کرنل امام سے گفتگو کے بعد ہم نے اُن کی بیٹیوں سے بھی بات کی۔ ان کی چھ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ انہوں نے تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ہے۔ جس میں بیگم رفعت امام کا کردار قابل ذکر ہے۔ اس بات کا کرنل امام بھی اعتراف کرتے ہیں کہ بچّوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت اور ان کو زندگی کی دوڑ میں ایک کامیاب انسان بنانے میں ان کی بیگم رفعت کا بہت ہاتھ ہے۔ ہم نے ان کی بیٹیوں سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

سوال: آپ کس جماعت میں پڑھتی ہیں؟

ماریہ سلطان: میں بحریہ یونیورسٹی سے بی بی آئی کر رہی ہوں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کروں گی۔

سوال: ابو سے ڈر لگتا ہے کہ امّی سے؟

انعم: ابو سے ڈر لگتا ہے۔ ویسے انہوں نے آج تک ہمیں کبھی نہیں ڈانٹا۔

سوال: امّی کی کون سی بات اچھی لگتی ہے؟

انعم: امّی ہم بہن بھائیوں کی چھوٹی چھوٹی بات کا بھی خیال رکھتی ہیں۔

سدرہ: صبح امّی سب بہن بھائیوں کا ان کی پسند کے مطابق الگ الگ ناشتہ بناتی ہیں۔

انعم: امّی کی یہ بات ہے اگر کسی نے کوئی چیز کھانی ہے اور وہ چیز گھر پر نہیں ہے تو امّی بازار سے فوراً منگوا کر بنا دیتی ہیں۔

سوال: امّی سب سے اچھی ڈش کون سی پکاتی ہیں!

سدرہ: وہ جو بھی پکائیں مزے دار ہی ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز اچھی پکاتی ہیں۔ کبھی ہم ریسٹورنٹ میں جا کر سوپ پی رہے ہوں تو ابو کہیں گے۔ آپ کی امّی زیادہ اچھا سوپ بناتی ہیں۔

سوال: ابو کا موڈ کب بہت اچھا ہوتا ہے؟

سدرہ: جب ان کے پسندیدہ موضوع پر بات ہو رہی ہو اور ہم سب ان کی بات دل چسپی لے کر سُن رہے ہوں۔

سوال: امّی کا موڈ کب اچھا ہوتا ہے؟

انعم: (مسکراتے ہوئے) جب امتحان میں ہمارے نمبر بہت اچھے آئیں۔

سدرہ: ابو نے ہمیں کبھی یہ نہیں کہا تم نے ہر صورت اچھے نمبر لینے ہیں۔ ابو کہتے ہیں توجّہ سے پڑھنا ہے۔ دل کرتا ہے تو پڑھ لو۔ انہوں نے کبھی ہم سے زبردستی نہیں کی کہ تم پڑھ کیوں نہیں رہی ہو۔ چلو بیٹھو پڑھو۔ ابو نے ہماری ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ملازمت کرنی ہے تو کرو۔ مجھ سے اپنی بات منوانے کے لئے بحث کیا کرو۔ جب سکول میں تھے تب اور اب کالج میں ہیں تو ابو کہتے ہیں کہ تقریریں کیا کرو۔ میں تمہیں تقریر لکھ کر دوں گا۔

سوال: آپ کے والد تقریباً 18 سال افغانستان میں رہے اس وقت آپ کو ان کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ دل میں خیال آیا کہ ابو کو ہمارے پاس ہونا چاہیے تھا؟

ماریہ: جب ابو افغانستان گئے تھے تو اس وقت ہم بہت چھوٹے تھے۔ ہماری والدہ نے ہمارا بہت خیال رکھا۔ ہمیں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

سدرہ: یہ سچ ہے کہ امّی کے اتنے پیار اور خیال رکھنے کے باوجود ہمیں اپنے والد کے گھر آنے کا انتظار ضرور رہتا تھا حالانکہ ابو کے افغانستان سے ہر روز تین چار فون آتے تھے اور ہمارے ساتھ ان کی گپ شپ ہوتی تھی۔

ماریہ: ہم سب بہنیں چھوٹی تھیں اس لئے ہماری آپس میں تکرار بھی ہو جاتی اور ناراضگی

بھی ہوتی تھی مگر ہماری صلح ابو ہی کراتے تھے۔ اگر آپس میں بہنوں کا کوئی جھگڑا ہوتا تو ہم خود بھی ابو کو فون کر دیتی تھیں یہاں سے تو ہرات کی لوکل کال تھی۔ ابو وہاں سے فون پر ہمیں سمجھاتے تھے۔

سدرہ: ہماری آپس میں معمولی بات پر بھی لڑائی ہوتی تو ہم ابو کو فوراً بتاتی تھیں۔ پھر ابو ہی ہماری آپس میں صلح کراتے تھے مثلاً اگر کوئی بہن ناراض ہوگئی ہے اور اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا ہے۔ ابو کا فون آتا اور ان کو پتہ چلتا تو وہ کہتے اس کو بولو ابو فون پر بلا رہے ہیں تو وہ ابو کا نام سنتے ہی دروازہ کھول کر فون سننے آجاتی تھی۔

سوال: ابو نے کبھی ڈانٹا بھی ہے؟

انعم: ابو نے ہمیں کبھی کچھ نہیں کہا، مگر ابو غصے سے ہمیں ایک دفعہ دیکھ لیں تو ہماری جان نکل جاتی ہے۔

ماریہ: بچپن میں سیر کرتے ہوئے کبھی سر پر دوپٹہ نہیں لیا تو ابو صرف ایک دفعہ دیکھتے پھر سر سے دوپٹہ کبھی اترتا نہیں تھا۔ انہوں نے ہمیں کبھی پردہ کرنے کو کہا نہیں تھا۔

سوال: آپ لوگوں کو میک اپ، جیولری وغیرہ کا کتنا شوق ہے؟

ماریہ: جی ہاں۔ امّی کے ساتھ جاکر خریداری کرتی ہیں۔ گزشتہ دنوں ہم نے امّی کے ساتھ جاکر بیگ اور جیولری خریدی تھی۔

انعم: ابو افغانستان سے ہمارے اور امّی کے لیے پتھر کی جیولری لایا کرتے تھے۔

سوال: ابو گھر کے کس معاملے میں بہت حساس ہیں؟

سحر: صفائی پسند بہت ہیں۔ گھر میں صفائی نہ ہوئی ہو تو خود صفائی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ابو نے ہم سب بہنوں میں گھر کا کام بانٹا ہوا ہے۔

سوال: آپ کے والد کو دیکھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کے گھر کا ماحول گھٹا گھٹا سا ہوگا؟

سدرہ: (مسکراتے ہوئے) ایسا ہر ایک کو لگتا ضرور ہے مگر ابو سے بات کرنے کے بعد ان کے بارے میں لوگوں کی رائے بدل جاتی ہے۔

سوال: میوزک سننے کا شوق ہے؟

ماریہ: (زیر لب مسکراتے ہوئے) ہم امّی اور ابو سے چوری میوزک سُنتی ہیں۔

سوال: امّی کی کسی بات میں ابو دخل اندازی کرتے ہیں؟

سدرہ: نہیں! وہ تو ہمیں بھی کہتے ہیں کہ امّی جو بھی کہتی ہیں ان کی بات مانا کرو۔

سوال: آپ بہنوں کی آپس میں دوستی ہے؟

ماریہ: (مُسکراتے ہوئے) ہمارا بھی آپس میں جھگڑا ہوجاتا ہے۔

سدرہ: اصل میں ہم سب بہنوں کی عمروں کا آپس میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ہم چھ بہنیں ہیں ہماری آپس میں ہی دوستی ہے۔ ہمیں باہر کسی کو دوست بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

سوال: آپ کے والد جب آتے تھے تو کتنے دن آپ کے پاس رہتے تھے؟

ماریہ: ہمارے ابو افغانستان سے پاکستان اپنے گھر آتے تھے تو ایک مہینہ ہمارے پاس رہ کر جاتے تھے۔ ہم اپنے ابو کے ساتھ صبح فجر کی نماز کے بعد سیر کرنے جاتیں۔ سائیکلنگ بھی کرتی تھیں۔ میں نے میٹرک تک سائیکلنگ کی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے ابو کے آنے کا انتظار رہتا تھا۔ ابو کو بھی سیر کا بہت شوق ہے وہ اب بھی باقاعدگی سے واک کرنے جاتے ہیں۔

ماریہ: ہم میں سے کوئی بیمار ہوجاتا تھا اور ابو کو فون پر بتاتے تو ہمارے ہسپتال پہنچنے سے پہلے وہ ہرات سے ڈاکٹر کو فون کر دیتے تھے کہ میری بیٹیاں چیک اپ کے لیے آرہی ہیں۔ ایک مرتبہ بھائی بیمار ہوگیا اس کو ہسپتال داخل کروایا۔ ابو کا ڈاکٹر سے مسلسل رابطہ تھا ابو ہمیں گھر بیٹھے بھائی کی طبیعت کے بارے میں بتادیتے تھے۔

سوال: آپ کے ابو جب آتے آپ سب کا بہت خیال رکھتے آپ اُن کے لیے کیا کرتی ہیں؟

سدرہ: ہم بھی اپنے والد کا بہت خیال رکھتی ہیں جب وہ واپس افغانستان جارہے ہوتے تھے تو ہم ان کی پسند کی چیزیں پیک کر کے ان کے بیگ میں رکھ دیتی تھیں۔ جب ابو

افغانستان جا کر اپنا سامان کھولتے تو وہ چیزیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ فوراً ہمیں فون کرتے تم نے فلاں چیز رکھی تھی میں نے کھالی ہے بہت اچھی تھی۔ اپنے ابو کے منہ سے تعریف سن کر ہمیں بہت خوشی ہوتی تھی۔ میں ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی تب سے ابو افغانستان گئے ہوئے تھے۔

سوال: آپ لوگوں پر ابو نے کسی قسم کی کوئی پابندی لگائی؟

سحر: ہمارے ابو نے کبھی ہم پر کسی بھی حوالے سے پابندی نہیں لگائی۔ انہوں نے تو ہمیں کبھی ڈانٹا بھی نہیں۔ ویسے بھی ہمیں اپنی حد کے بارے میں ہماری والدہ نے سمجھا دیا تھا۔ اس لیے ہم نے کبھی اس حد کو پار کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ ابو صرف اتنا کہتے ہیں جب بھی گھر سے باہر نکلو تو چادر سے خود کو ڈھانپ کر نکلو۔ گھر کے اندر ہمیں مکمل آزادی ہے ہم جس طرح مرضی رہیں۔ جو مرضی پہنیں اوڑھیں۔ ابو کا کہنا ہے ایسے رہو کہ تمہاری شخصیت پُروقار لگے۔

ماریہ: ہمارے والد نے ہمیں تعلیم کے مکمل مواقع فراہم کیے ہیں۔ ہم بہنیں کو ایجوکیشن میں پڑھتی ہیں۔ انہوں نے کبھی اس بات پر اعتراض نہیں کیا۔ بس اتنا ضرور ہے کہ چادر سے خود کو مکمل ڈھانپ کر رکھتی ہیں۔

سدرہ: میری دو بڑی بہنیں ڈینٹل ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے بھی کو ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ میں تعلیم حاصل کی ہے۔

سوال: آپ کی سب سے بڑی بہن نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے؟

سدرہ: ہماری سب سے بڑی بہن رابعہ نے ایم۔ اے اسلامیات کیا ہے۔ اُن کے بعد بھائی میجر نعمان ہیں' ان کے بعد بہن خدیجہ ہے۔ پھر بھائی عمران ہے وہ انجینئر ہے۔ انہوں نے نسٹ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ ان کے بعد بہن ہے انہوں نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی ہے۔ ان کے بعد میں ہوں۔ میں نسٹ میں سیکنڈ سمسٹر میں ہوں۔ ہماری سب سے چھوٹی بہن انعم میٹرک میں ہے۔

سوال: امی ابو میں سے کون زیادہ سخت ہے؟

سدرہ: امی ابو کی نسبت ذرا سخت ہیں۔ ڈانٹ بھی ان سے ہی پڑتی تھی۔ انہوں نے ہی ہماری تربیت کی ہے اور ہماری تعلیم کے ساتھ ہمارا خیال رکھا۔ امی سے ہماری دوستی بھی ہے۔ ہم ہر بات امی سے کر لیتی ہیں۔

سوال: گھر میں رُعب امی کا یا ابو کا ہے؟

ماریہ: ابو ہر بات امی کی ہی مانتے ہیں۔ امی نے جب بھی ابو کو کہا آپ ابھی افغانستان سے واپس آجائیں تو ابو اُسی شام پاکستان گھر واپس آجاتے تھے۔ جب ابو افغانستان میں تھے تو امی کی طبیعت خراب تھی۔ امی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ہم نے ابو کو بتایا تو ابو فوراً افغانستان سے آگئے تھے۔ ایک مرتبہ تو وہ بائی روڈ آئے تھے۔

سدرہ: امی ہی گھر میں ہوتی تھیں۔ انہوں نے ہی ہم سب کو سنبھالا ہے۔ ابو کی غیر موجودگی میں گھر کی تمام ذمہ داریاں امی نے ہی نبھائیں اس لیے اُن کا ہی رُعب ہوتا تھا۔

ماریہ: ابو سے ڈر ضرور لگتا ہے۔ ہم نے کبھی کوئی فرمائش براہ راست ابو سے نہیں کی بلکہ دوسری بہن کا نام لے کر ہی فرمائش کی۔ مثلاً اگر ہم نے آئس کریم کھانے جانا ہے تو میں یہ نہیں کہوں گی کہ ابو میں نے آئس کریم کھانی ہے بلکہ یہ کہوں گی ابو فلاں بہن کہہ رہی ہے کہ آئس کریم کھانی ہے۔ پھر ابو لے جاتے تھے۔

سحر: اصل میں ہمیں شروع سے ہی امی سے ہر چیز کی فرمائش کرنے کی عادت ہے اس لیے ابو سے ہر بات نہیں کہتیں۔ ہم نے ابو سے بھی کوئی بات منوانی ہو تو ہم امی سے کہہ دیتی ہیں۔ امی ابو کو بتا دیتی ہیں۔

سوال: ابو کنجوس ہیں؟

سدرہ: نہیں! ابو سے جب کبھی پیسے مانگے انہوں نے ہمیں ہماری ضرورت سے زیادہ ہی پیسے دیے ہیں۔ ہم دس روپے مانگیں تو وہ سو روپے دے دیتے۔

ماریہ: ویسے ہم نے ابو سے پیسے بہت ہی کم مانگے ہیں۔ شاید ابو سے پیسے مانگنے کی ہم

میں ہمت نہیں ہوتی تھی اور شاید اب بھی نہیں ہے۔

سوال: ابو کس بہن سے بہت پیار کرتے ہیں؟

سدرہ: ہمیں یہ کنفیوژن تو رہتا تھا کہ ابو کس بہن کو زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ماریہ کے بارے میں لگتا تھا کہ ابو اسے زیادہ پیار کرتے ہیں کیونکہ ماریہ کو دادی اماں بہت پیار کرتی تھیں اور چچا کو بھی ماریہ پسند ہے۔ ہاں اگر ہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو ابو اس کے ساتھ بہت پیار کرتے ہیں۔ اس لیے مختلف اوقات پر یہی لگا ابو تو فلاں بہن کو زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن ہمیں آج تک یہ نہیں پتہ چلا کہ ابو کس بہن بھائی کو بہت پیار کرتے ہیں۔ ابو بڑے بھائی سے بھی بہت پیار کرتے ہیں۔

سوال: امی کو کس سے زیادہ پیار ہے؟

ماریہ: (مسکراتے ہوئے) امی کو سب سے چھوٹی بہن انعم سے زیادہ پیار ہے۔

سدرہ: امی بھی سب سے پیار کرتی ہیں۔ سب بہنوں کا برابر خیال رکھتی ہیں۔ اگر میں نے کہا امی آج میں نے چاول کھانے تھے آپ نے نہیں پکائے تو امی فوراً میرے لیے چاول پکا دیں گی۔ اسی طرح جس بہن کا بھی جس چیز کو کھانے کو دل کیا ہے اور امی کو پتہ چل گیا ہے تو امی اس کو فوراً پکا کر دیتی ہیں۔ امی ہماری پسند ناپسند اور ہماری ہر خواہش کا خیال رکھتی ہیں۔

سوال: ابو کا موڈ کب بہت اچھا ہوتا ہے؟

سدرہ: جب وہ کسی بات کے حوالے سے ہم سے بات کرتے ہیں۔ ہمیں سمجھاتے ہیں کہ کیا اچھا ہے اور کیا بُرا ہے۔ ہم ان کی بات غور سے سُنیں۔

ماریہ: امی پڑھائی کے معاملے میں بہت سخت ہیں وہ کہتی ہیں کہ تم نے اچھے نمبر لینے ہیں جبکہ ابو اس بات کا نوٹس نہیں لیتے۔ بے شک ہمارے نمبر کم بھی آئے ہوں انہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا مگر امی ضرور پوچھتی ہیں کہ تمہارے نمبر کم کیوں آئے۔

سوال: سہیلیاں بنانے پر پابندی ہے؟

سدرہ: سہیلیاں بنانے پر کوئی پابندی نہیں۔ ہاں البتہ کسی دوست کے گھر رات رہنے پر پابندی ضرور ہے مگر دوستوں کے گھر آ جا سکتی ہیں اس کی اجازت ہے۔

سوال: ابو کم گو ہیں یا آپ لوگوں سے خوب گپ شپ کرتے ہیں؟

سحر: ابو بہت ہنس مکھ ہیں، خوب گپیں لگاتے ہیں لطیفے بھی سُناتے ہیں۔ ہمیں خوب ہنساتے ہیں ابو کو پنجابی شاعری آتی ہے وہ ہمیں پنجابی کے شعر بھی سُناتے ہیں۔ جب ہمیں سمجھ نہ لگے تو اس کی تشریح کر کے سمجھاتے ہیں۔

انعم: جب ہم کبھی کہیں جا رہے ہوں تو ابو گاڑی میں سفر کے دوران واقعات اور لطیفے سنائیں گے اور جب گھر پر ہوں اور صبح اخبار میں کوئی اچھا آرٹیکل پڑھ لیں تو ہمیں بھی پڑھ کر سناتے ہیں۔

سوال: آپ کو ملازمت کرنے کی اجازت ہے؟

سدرہ: جی ہاں! ابو نے کبھی نہیں کہا کہ تم نے ملازمت نہیں کرنی۔ میں تقریری مقابلوں میں حصہ لیتی تھی ابو مجھے خود کہتے تھے جب تمہارا تقریری مقابلہ ہو تو مجھے بتانا میں تمہیں تقریر لکھ کر دوں گا۔

سوال: فیشن کرنے کی اجازت ہے؟

سدرہ: ہمیں فیشن کے مطابق آرائش وزیبائش کرنے سے انہوں نے کبھی منع نہیں کیا۔

ہم نے فیشن کے مطابق اپنی آرائش وزیبائش کی ہے۔

انعم: ہم تو میک اپ بھی کر لیتی ہیں۔

سوال: گھر کا کام بھی کرتی ہیں؟

انعم: چھٹی کے دن ہم سب بہنیں اپنا اپنا ناشتہ خود بناتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چھٹی کے دن صبح ہر کوئی اپنی مرضی سے اٹھتا ہے امی تو صبح ایک وقت ہی ناشتہ بناتی ہیں۔ اس کے بعد کوئی اٹھتا ہے تو اس کو اپنا ناشتہ خود بنانا ہوتا ہے۔ میری بہن نے پی سی ہوٹل سے کوکنگ کورس بھی کیا ہے مگر امی نے کبھی ان کو کھانا پکانے کو نہیں کہا۔

سدرہ: چھٹی والے دن میں اپنے بھائی کو ناشتہ بھی بنا دیتی ہوں۔

سوال: بھائیوں کی کن بہنوں سے دوستی ہے؟

سدرہ: ہمارے دو گروپ بنے ہیں۔ دونوں بھائیوں اور دونوں بڑی بہنوں کا ایک گروپ ہے اور باقی چار ہم اکٹھی ہیں۔ ہم چاروں بہنوں کی آپس میں زیادہ دوستی ہے جب ہم ابو کے ساتھ کھیلتے تو بڑے چاروں بہن بھائیوں کی ایک ٹیم ہوتی اور ابو ہماری ٹیم میں ہوتے ہیں۔ ہم سب مل کر باسکٹ بال کھیلا کرتے۔

سوال: کبھی امّی نے بھی آپ لوگوں کے ساتھ مل کر باسکٹ بال کھیلا ہے؟

سدرہ: (مسکراتے ہوئے) امّی ہمارے ساتھ کھیل میں کبھی شامل نہیں ہوئیں۔ جب بھی ہم گھر میں ابو کے ساتھ مل کر ٹیم بنا کر کھیلتے ہیں تو امّی ہمیں کھانے کی چیزیں بنا بنا کر دیتی ہیں۔ ہماری امّی جلدی جلدی کام کر لیتی ہیں۔ ہمارے گھر جب بہت زیادہ مہمان آتے ہیں تب بھی امّی ان کے لئے فوراً کھانا تیار کر لیتی ہیں۔ ابو کہتے بھی ہیں بہت زیادہ لوگ ہیں ہوٹل سے کھانا لے آتا ہوں مگر امّی نے ان کو ہوٹل سے کبھی کھانا نہیں منگوانے دیا بلکہ خود تیار کیا ہے۔ ابو کے ساتھ اکثر بہت سے افغانی مہمان آتے تھے رات کو جس وقت مرضی آئیں امّی ان کے لیے کھانا خود پکاتی تھیں۔

سوال: افغانستان میں رہنے کی وجہ سے آپ کے ابو نے وہاں کی کون سی بات کو اپنایا؟

سدرہ: (مسکراتے ہوئے) بہت زیادہ چیزیں خرید کر لانا' وہ بھی زیادہ مقدار میں۔ مثلاً انگور لاتے ہیں تو کئی پیٹیاں انگور لے آتے ہیں۔ کیلے لائے تو ایک دو درجن نہیں بلکہ دس بارہ درجن والا پورا ٹھیلا لے کر آتے ہیں۔ اصل میں افغانیوں کو زیادہ کھانے کی عادت ہے۔ اس لیے ابو کی بھی یہ عادت ہوگئی ہے کہ وہ زیادہ مقدار میں پھل یا دوسری چیزیں لاتے ہیں۔ افغانی اگر تحفہ بھی لائیں گے تو وہ دُنبہ لائیں گے اور کہیں گے یہ ابھی کاٹیں اور ہمیں پکا کر کھلائیں۔ وہ پورا پورا دُنبہ کھا جاتے تھے۔

سوال: آپ کے ابو تو آپ کے لیے مہینے بھر کا پھل لے آتے تھے؟

سدرہ: (مسکراتے ہوئے) وہ پھل تو ہم دو دن میں ختم کر دیتے ہیں کیونکہ پھر پھل ہی کھاتے ہیں۔

سوال: آپ کے امّی ابو کی کون سی عادتیں آپس میں ملتی ہیں؟

سدرہ: دونوں بہت پُھرتیلے اور محنتی ہیں۔ دونوں فجر کے وقت اٹھے ہوتے ہیں جبکہ ہم سوئے ہوتے ہیں۔ دونوں صبح اٹھ کر قرآن پڑھتے ہیں۔ دونوں ساری نمازیں باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

سوال: کبھی امّی ابو کا کسی بات پر اختلاف ہوا ہے؟

سدرہ: امّی ابو کا بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ پہلے تو ایک دوسرے کی بات ماننے سے انکار کرتے ہیں مگر پھر مان جاتے ہیں۔

سوال: امّی کی طرف سے آپ پر کوئی پابندی ہے؟

سدرہ: (ہنستے ہوئے) جی ہاں ٹی وی دیکھنے پر ہے۔ ہمیں صرف روز ایک گھنٹہ دیکھنے کی اجازت ہے جب کیبل نہیں تھی تب تو 8 سے 9 بجے تک پی ٹی وی دیکھتے تھے۔ اب تو کیبل ہے اب بھی ہم صرف ڈرامہ دیکھتے ہیں زیادہ دیر تک ٹی وی دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

:فلمیں دیکھتی ہیں؟

سدرہ: بس چوری چھپے فلم یکھ لیتے ہیں۔ ابو کو تو بالکل معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم گھر میں کیا کر رہی ہیں۔ امّی کے سامنے سب کچھ کر لیتی ہیں۔

سوال: آپ کو ایک گھنٹہ ٹی وی دیکھنے کی اجازت ہے تو پھر تین گھنٹہ کی فلم کیسے دیکھ لیتی ہیں؟

سدرہ: (ہنستے ہوئے) اصل میں جب ایک گھنٹہ پورا ہو جاتا ہے تو امّی کہتی ہیں ٹی وی بند کرو۔ ہم اس وقت امّی کو اس فلم کی کہانی سناتی ہیں ان کی بھی دلچسپی پیدا کر کے ان کو اپنے ساتھ شامل کر لیتی ہیں اور اس طرح سے ہم تین گھنٹہ کی فلم دیکھ لیتی ہیں۔

☆☆☆☆

باب نمبر 13

☆ کرنل امام جس دن گئے اس سے ایک رات پہلے وہ جنرل مرزا اسلم بیگ کے گھر میں دیر تک بیٹھے رہے

☆ کرنل امام کا جب فون آیا تو انہوں نے جنرل اسلم بیگ کے لئے ہی پیغام دیا

☆ کرنل امام کو خالد خواجہ کے بیٹے اسامہ خالد سی ایم ایچ کے قریب سے گاڑی میں بٹھا کر لے کر گئے

☆ کرنل امام نے جنرل اسلم بیگ کے پیغام میں کہا ”جلال الدین حقانی کے بھائی حاجی ابراہیم سے بات کریں کہ میری رہائی بغیر کسی شرط کے ہونی چاہیے۔“

☆ میرے بھائی کے قتل میں را اور سی آئی اے ملوث ہو سکتی ہے

☆ کرنل امام کا افغانستان کے آنے والے دور میں اہم کردار تھا اس لیے گہری سازش کر کے ان کو سین سے ہٹا دیا گیا

☆ کرنل امام نے زندگی میں پہلی بار بیگم سے کہا ”میں دو دن کے لیے پشاور جا رہا ہوں مجھے اجازت ہے؟“

☆ کرنل امام، خالد خواجہ کے ساتھ پہلے کرک پھر بنوں اور کوہاٹ کے لیے روانہ ہوئے

☆ کرنل امام کو اغوا کرنے کی ذمہ داری ایشین ٹائیگر نے لی جن کو عام لوگ لشکر جھنگوی اور پنجابی طالبان کے نام سے جانتے ہیں

☆ آخری وقت وہ کالعدم تحریک طالبان کے پاس تھے

☆ ہم نے تمام اداروں سے رابطہ کیا سب نے ہمیں تسلی ہی دی مگر......

☆ کرنل امام افغان مجاہدین کو ہی طالبان سمجھتے تھے

کرنل امام کی شہادت

کرنل (ر) محمد سفیر تارڑ، کرنل (ر) سلطان امیر المعروف کرنل امام کے چھوٹے بھائی ہیں۔ کرنل امام گیارہ ماہ کی قید کے بعد قتل کر دیے گئے۔ ان مہینوں میں ایک بھائی پر کیا گزری اور اپنے جگری بھائی کے اس جہانِ فانی سے جانے کے بعد کیا گزر رہی ہو گی، اس کا اندازہ وہ شخص بخوبی لگا سکتا ہے جو کسی اپنے کی شفقت اور محبت سے محروم ہو چکا ہو۔ ان کا دکھی دل یہی کہتا ہو گا ”کاش میرا بھائی وہاں نہ جاتا۔“ جب ہم کرنل محمد سفیر تارڑ کے گھر گئے تو ان کے چہرے کی اُداسی اور درد بھری آواز سے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ اتنے ماہ گزرنے کے بعد بھی بھائی کے قتل ہونے کا زخم ابھی تازہ ہے۔ اپنے بھائی کو یاد کرتے ہی ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان کے اندر اپنے بھائی سے بچھڑنے کا غم اور دکھ اس قدر زیادہ ہے کہ اگر وہ اس کا اظہار کریں تو زمین و آسمان لرز اٹھیں گے۔ وہ بہت حوصلے اور ہمت سے اس پہاڑ جیسے دُکھ کو سینے میں دفن کئے بیٹھے ہیں اور سوچتے ہیں شاید کوئی معجزہ ہو جائے حالانکہ وہ جانتے ہیں ”اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔“

اپنے بھائی کرنل امام کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے کرنل (ر) محمد سفیر تارڑ نے بتایا۔

”کرنل امام اور میری عمر میں تقریباً تین ساڑھے تین سال کا فرق ہے۔ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ میں چھ ماہ کا تھا جب ہمارے والد کا سایہ ہمارے سر سے اُٹھ گیا۔ کرنل (ر) امام کو بھی اپنے والد کی وفات کے دن کے بارے میں اتنا یاد ہے کہ ہمارے برآمدے میں چارپائی بچھی تھی اس پر ایک شخص لیٹا تھا اس کے اوپر سفید چادر دی ہوئی تھی اور اس چارپائی کے ارد گرد گاؤں کی عورتیں موجود تھیں۔ والد کی وفات کے بعد ہم دونوں بھائی دوستوں کی طرح اپنی ماں کے سایہ عافیت میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ کرنل امام شروع سے ہی بہت منفرد عادات و اطوار کے مالک انسان تھے۔ وہ بچپن سے ہی تہجد گزار اور پانچ وقت

کے نمازی تھے۔ باجماعت نماز کے سختی سے پابندی کرتے تھے۔ لاہور کبھی آتے تو ہماری نماز کے حوالے سے تھوڑی غفلت دیکھتے تو بڑے سلیقے اور پیار سے سمجھاتے۔ ایک مرتبہ ہم دونوں نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے تو انہوں نے مجھے کہا ''بہت سے گناہ انسان سے بھول چوک میں ہو جاتے ہیں اور جب بندہ اپنے دفتر یا گھر سے نماز کے لیے جاتا ہے تو اس کے نادانستہ طور پر کیے گئے کئی گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم ایک مسجد میں گئے تو پتہ چلا جماعت ہو چکی ہے۔ وہاں سے آگے چلے دوسری مسجد میں گئے وہاں بھی جماعت ہو چکی تھی۔ پھر وہاں سے ہم تیسری جگہ مسجد میں گئے وہاں خوش قسمتی سے جماعت مل گئی۔ کرنل امام بہت خوش ہوئے اور ان کو ایک اطمینان سا ہوا کہ باجماعت نماز مل گئی۔ وہ باجماعت نماز پڑھنے کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ وہ نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ میں جب ان کے پاس راولپنڈی جاتا تو ہم دونوں بھائی اکٹھے بیڈ روم میں سوتے اور جب وہ لاہور آتے تو وہ میرے بیڈ روم میں میرے ساتھ سوتے۔ وہ ایک باعمل مسلمان اور مجاہد آدمی تھے۔ ان کا دن بھر پور جدوجہد میں گزرتا اور رات وہ عموماً مصلّے پر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔ کرنل امام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ طاقت سے نوازا تھا۔ ہمارے دادا فتح تارڑ جو پھتہ تارڑ کے نام سے مشہور تھے۔ وہ عظیم الجثہ بہادر شخص تھے۔ کرنل امام کو جو اللہ نے طاقت ودیعت کی وہ ان کو اپنے دادا کی طرف سے ملی اور جو ان میں فہم و فراست اور حکمت و دانش تھی وہ انہیں اپنے باپ غلام علی تارڑ کی طرف سے ودیعت ہوئی۔ وہ ایک مثالی انسان تھے۔ ہم کتابوں میں جو ایک قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی صفات پڑھتے ہیں کرنل امام اس کا جامع مظہر تھے۔ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں چکرال ہے۔ وہاں ہم اکٹھے پڑھتے رہے۔ وہ مجھ سے تین چار جماعت آگے تھے۔ اپنی ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی۔ ان کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر حج کرایا''۔

سوال: ان کا وزیرستان جانے کا پروگرام کیسے بنا کیا آپ کے علم میں تھا؟

کرنل سفیر تارڑ: ایک عام تاثر کے برعکس عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اکثر اس علاقے میں جاتے اور oprate کرتے تھے۔ نائن الیون کے بعد جب وہ ہرات سے واپس پاکستان آئے تو وہ ملک میں رہتے ہوئے میڈیا کے ذریعے اپنے خیالات کا پرچار کرتے تھے۔ وہ ان علاقوں میں نہیں گئے۔ مارچ کے آغاز میں وہ لاہور آئے تھے۔ یہاں اس وقت ان کے بریگیڈیئر دوست کی بیٹی کی شادی تھی تب وہ مجھے ملے تھے۔ ان کے وزیرستان جانے کے پروگرام کے بارے میں، صحیح بات ہے مجھے علم نہیں تھا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ اداروں کے مشورے سے وہ گئے تھے؟

کرنل سفیر تارڑ: ہمیں جو پتہ چلا تھا کہ آخری دنوں میں ان کی زیادہ تر ملاقاتیں جنرل (ر) اسلم بیگ سے ہوا کرتی تھیں۔ پھر ایک تعلق ان کا خالد خواجہ کے ساتھ بھی تھا۔ جانے سے پہلے رات کو کرنل امام اور خالد خواجہ جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کے گھر پر کافی دیر تک رہے اور اگلے دن 24 مارچ کی شام کو وزیرستان کے لیے چلے گئے۔ ہم تو اس انتظار میں تھے کہ کرنل امام آئیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہ ان کا کیا مشن تھا۔ وہ ملک میں امریکی مداخلت اور ان علاقوں میں انڈیا کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے سخت مخالف تھے اور افغانستان میں امریکی حملے کے سخت مخالف تھے اور وہ اپنے ان خیالات کا پرچار کرتے رہتے تھے۔

سوال: انہوں نے اس حوالے سے اپنے بیوی بچوں سے کوئی بات کی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: گھر وہ اپنی بیگم کو یہی بتا کر گئے کہ ''میں دو دن کے لئے پشاور جا رہا ہوں مجھے اجازت ہے'' بھابی صاحبہ بتاتی ہیں کہ وہ اتنا عرصہ محاذوں پر کام کرتے رہے لیکن کبھی کچھ بتا کر نہیں گئے۔ ایسا زندگی میں پہلی بار ہوا کہ وہ مجھے بتا کر پشاور کے لئے گھر سے نکلے اور مجھ سے اجازت لے کر گئے۔ وہ اپنے ساتھ چند ایک کپڑے لے کر گئے تھے۔ گھر یہی بتایا کہ میں دو دن کے لئے جا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ گھر میں یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ پشاور کیوں جا رہے ہیں اور ان کے جانے کا مقصد کیا ہے؟

سوال: انہوں نے اپنے کسی بچے سے کوئی بات کی ہو؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: ان کی بیٹی سحران کو گھر سے ایم ایچ کے قریب ڈراپ کرنے کیلئے گئی تھیں۔ خالد خواجہ کے بیٹے اسامہ خالد نے ان کو اس جگہ سے پک کیا اور کرنل امام کو خالد خواجہ کے پاس لے گئے۔ وہاں سے وہ اپنے پروگرام کے مطابق روانہ ہوئے۔

سوال: جب کرنل امام اور خالد خواجہ کو اغوا کر لیا گیا تو کسی نے آپ سے رابطہ کیا۔ آپ لوگوں نے کن کن لوگوں سے خود رابطہ کیا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: ہم تو تقریباً ہر اس بندے کے پاس پہنچے جس سے مدد کی توقع کی جا سکتی تھی یعنی جو ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

سوال: آپ نے جنرل (ر) اسلم بیگ سے رابطہ کیا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: جنرل اسلم بیگ سے میرا ایک مرتبہ ٹیلی فون پر رابطہ ہوا تھا۔ جنرل اسلم بیگ کا زیادہ رابطہ تو کرنل امام کی فیملی سے ہی تھا۔ کرنل امام کی فیملی ان سے رابطہ اس لئے رکھتی تھی کہ ان کے ذریعے ہمیں کوئی مدد مل سکے۔

سوال: جنرل (ر) اسلم بیگ سے آپ کی کیا بات ہوئی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: میں تو یہی بتا سکتا ہوں کہ کرنل امام کا اپنے گھر میں اکتوبر کے مہینے میں فون آیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے بات کی۔ اصل میں وہ جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ سے بات کرنا چاہتے تھے اور وہ گھر سے جنرل مرزا اسلم بیگ کا نمبر لینا چاہتے تھے۔

جنرل مرزا اسلم بیگ کے لئے انہوں نے پیغام چھوڑا کہ جلال الدین حقانی کے بھائی حاجی ابراہیم سے رابطہ کریں اور ان سے کہیں میری رہائی بغیر کسی تاوان کے ہونی چاہیے، بغیر کسی شرط کے ہونی چاہیے، پھر کرنل امام کی بات بھی جنرل اسلم بیگ سے ہوگئی تھی۔ پھر پتہ نہیں آگے کیا ہوا۔

سوال: کرنل امام کی قید کے دوران آپ کا کن لوگوں سے رابطہ رہا؟

کرنل سفیر تارڑ: جو قومی سلامتی کے ادارے تھے اور وہ لوگ جو ہماری اس معاملے میں

مدد کر سکتے تھے۔

سوال: جنرل (ر) حمید گل سے آپ کی بات ہوئی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: جی ہاں۔ ان سے بھی ہماری بات ہوئی۔

سوال: انہوں نے کیا بتایا حالانکہ میڈیا میں یہ بات آئی تھی کہ جنرل (ر) حمید گل اور جنرل (ر) اسلم بیگ کے مشورے سے کرنل امام اور خالد خواجہ وزیرستان گئے تھے؟

کرنل (ر) سفیر تارڑ: 19 اپریل کو کرنل امام کی اسیری کی جب پہلی ویڈیو آئی تو انہوں نے اس میں صرف جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کا نام لیا تھا۔ اس ویڈیو میں کرنل امام نے بتایا تھا کہ میں جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کے مشورے سے آیا تھا جبکہ خالد خواجہ نے مختلف نام لیے تھے۔ ان ناموں میں جنرل (ر) اسلم بیگ، جنرل (ر) حمید گل اور غالباً کرنل سجاد کا نام تھا۔

سوال: افغانستان میں طالبان کے خاتمے کے بعد کرنل امام کا طالبان سے رابطہ تھا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: گفتگو کی حد تک تو کرنل امام افغان طالبان سے بے حد محبت کرتے تھے جس کا اظہار وہ کرتے رہتے تھے۔ میرے علم میں نہیں ہے کہ ان کا کن کن لوگوں سے رابطہ تھا۔

سوال: یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ کرنل امام پاکستان کے عسکری اداروں اور پاکستانی طالبان کے درمیان تنازع طے کرانا چاہتے تھے۔ اس میں کس قدر حقیقت ہے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ میں قیاس آرائی نہیں کر سکتا۔

سوال: کن کن اداروں نے آپ کا ساتھ دیا اور کن اداروں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: ہم نے تو کوئی ادارہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں سے اُمید کی ایک کرن بھی نظر آتی تھی ہم ان سے رابطہ ضرور کرتے تھے اب انہوں نے کس حد تک کوششیں کیں اس بارے میں تو کچھ علم نہیں ہے۔ ہمیں تو ہمیشہ یہی تسلی دی جاتی تھی کہ ان شاء اللہ وہ خیریت

سے واپس آجائیں گے۔ دیر ہوسکتی ہے لیکن وہ واپس ضرور آئیں گے۔

سوال: پاکستانی طالبان کے نام پر جس گروپ نے کرنل امام اور خالد خواجہ کو شہید کیا۔ آپ کے خیال میں اس میں بین الاقوامی اداروں کا ہاتھ ہوسکتا ہے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: یقیناً! کرنل امام کے اس حادثے میں بھارتی خفیہ ایجنسی را ملوث ہو سکتی ہے اور امریکن سی آئی اے بھی ملوث ہوسکتی ہے۔

سوال: جب آپ کو کرنل امام کے اغوا ہونے کی اطلاع ملی تو آپ کہاں تھے۔ یہ خبر سنتے ہی پہلی بات آپ کے ذہن میں کیا آئی تھی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: میں لاہور میں ہی تھا۔ کرنل امام خطرات سے گھبرانے والے نہیں تھے۔ جب مجھے پہلی مرتبہ پتہ چلا تو ایک بھائی کی حیثیت سے مجھے تشویش تو ضرور ہوئی لیکن مجھے یقین کی حد تک اُمید تھی کہ وہ ان شاء اللہ جلد واپس آجائیں گے۔

سوال: کرنل امام کے بارے میں یہی خیال کیا جاتا تھا کہ ان کے افغان طالبان کے ساتھ بہت اچھے تعلقات ہیں۔ ان کے کئی ایک شاگرد بھی ہیں۔ اس لیے کرنل امام کو کچھ نہیں ہوگا وہ واپس آجائیں گے آپ کا کیا خیال ہے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: خیال تو یہی تھا۔ جب کرنل امام افغان جہاد میں مصروف رہے تو کئی کئی مہینے وہ گھر سے باہر رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی۔ جہاد افغانستان کے وقت وہ کئی کئی مہینے گھر سے باہر رہتے تھے۔ نائن الیون کے بعد جب کرنل امام ہرات سے واپس پاکستان آئے تو وہ گھر میں ہی رہے۔ زیادہ سے زیادہ چکوال یا لاہور چلے جاتے تھے اور رات کو واپس گھر آجاتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ گھر سے نکلے۔ یقین تھا کہ یہ مشکل ٹل جائے گی اور وہ خیریت سے واپس گھر آجائیں گے۔ ایسی صورت حال کا تو ہمارے وہم وگمان میں نہیں تھا۔

سوال: کرنل امام کا کردار بڑا شفاف رہا۔ وہ ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ آپ کے خیال میں ان کے قتل کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: میرے خیال میں افغانستان میں آنے والے دور میں کرنل امام کا کردار بہت اہم تھا۔ ان کو اس سین سے ہٹانے کی ایک گہری سازش ہوئی ہے۔ اس سازش میں کئی گروپ ملوث ہوسکتے ہیں۔

سوال: کرنل امام کی شہادت کے واقعہ کے بعد آپ افغان طالبان اور پاکستانی طالبان میں کس انداز میں تفریق کرتے ہیں؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: کرنل امام کا زیادہ تعلق افغان طالبان کے ساتھ تھا اور وہ طالبان بھی افغان مجاہدین کو ہی سمجھتے تھے۔ پاکستانی طالبان کے بارے میں ان کا کہنا تھا یہ پختون قبائل ہیں۔ تاہم ان کے لئے بھی وہ ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے یہ لوگ جو بھی کارروائی کرتے ہیں ردعمل کے طور پر کرتے ہیں لیکن ان کو وہ طالبان نہیں سمجھتے تھے۔ وہ صرف افغان مجاہدین کو ہی طالبان سمجھتے تھے۔

سوال: کیا ان کو ایشین ٹائیگر نے اغوا کیا تھا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: اصل میں کرنل امام کا ہم سے 26 مارچ کو رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔ وہ 24 مارچ کو گھر سے گئے اور 26 مارچ 2010ء کو اغوا بھی ہوگئے۔

سوال: گھر سے جانے کے بعد کرنل امام کا گھر والوں سے رابطہ کہاں تک رہا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: گھر میں تو انہوں نے بتایا کہ میں پشاور جارہا ہوں وہ خالد خواجہ کے ساتھ پہلے کرک گئے وہاں پر رات رہے۔ اگلے دن وہ بنوں گئے وہاں رات رہے پھر وہ کوہاٹ چلے گئے اور 26 مارچ کی صبح وہ کوہاٹ سے آگے روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ درمیان میں مختلف خبریں آرہی تھیں۔ ان کو اغوا کرنے کی پہلی ذمہ داری جس گروپ نے قبول کی۔ وہ 14 اپریل کو ای میل کے ذریعے قبول کی تھی اور انہوں نے خود کو ایشین ٹائیگر کہا تھا۔ یہ غالباً انہوں نے اپنے طور پر نیا نام لیا۔ ویسے زیادہ تر لوگ ان کو لشکر جھنگوی کے طور پر جانتے ہیں۔ ان کے پاس وہ 30 ستمبر تک رہے۔ اس کے بعد دوسرے گروپ نے ان کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ ان کو حقانی گروپ کے حوالے کر دیا گیا تھا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: ہماری اطلاع کے مطابق وہ حقانی گروپ کے پاس نہیں تھے۔

سوال: دوسرا گروپ کون سا تھا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: دوسرا گروپ ٹی ٹی پی (TTP) کا تھا۔ جو کالعدم تحریک طالبان کہلاتے ہیں۔ اصل میں جب صحافی اسد قریشی کی تاوان کے بدلے رہائی ہوئی تو وہ گروپ جنہوں نے ان کو قیدی بنا رکھا تھا۔ تاوان کی تقسیم پر ان میں آپس میں جھگڑا پیدا ہوا۔ ایک گروپ نے دوسرے گروپ کے کچھ لوگ مار دیے۔ جب درمیان میں کالعدم تحریک طالبان گروپ شامل ہو گیا تو انہوں نے اس گروپ کے باقی لوگوں کو مار کر کرنل امام کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر شہادت تک کرنل امام اُن کے پاس ہی رہے۔

سوال: جب صحافی اسد قریشی رہا ہو کر آئے تو آپ کا ان سے رابطہ ہوا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: وہ رہا ہونے کے فوراً بعد لندن چلے گئے تھے۔ ان سے ہمیں کرنل امام کی خیر و عافیت کا ہی پتہ چلا۔ وہ زیادہ بیان نہیں کر رہے تھے۔ وہ خود کو غیر یقینی حالت میں محسوس کر رہے تھے وہ زیادہ کچھ نہیں بتا رہے تھے۔

سوال: صحافی اسد قریشی کی رہائی کے لئے جو تاوان دیا گیا وہ حکومت نے دیا تھا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: اس بارے میں وہ ہی جانتے ہیں۔

سوال: کرنل امام کی رہائی بھی تاوان سے منسلک تھی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: شروع میں کرنل امام کی رہائی کے حوالے سے ان کی ڈیمانڈ بندوں کی رہائی کی تھی۔ وہ کہتے مختلف جیلوں میں ہمارے جو بندے ہیں ان کو رہا کر دیں۔ بعد میں تاوان کی خبر آئی لیکن اس کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔

سوال: حکومت کی تاوان دینے کے بارے میں کیا رائے تھی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: اصل میں ہمارے ساتھ تو ان لوگوں کا رابطہ نہیں تھا۔ عموماً اغوا کاروں کی طرف سے ڈیڈ لائن ضرور دی جاتی ہے۔ اگر کسی طرف سے تاوان کا انتظام نہیں

بھی ہوتا تو فیملی اپنے آپ کو بیچ کر بھی انتظام کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ ہمیں تو یہ موقع بھی نہیں ملا۔

سوال: کرنل امام کی شہادت کی پہلی خبر 23 جنوری 2011ء کو آئی۔ اس وقت کسی نے آپ سے رابطہ کیا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: 23 جنوری کی صبح میں اپنے گھر کے ٹیرس میں ناشتہ کرنے کے بعد بیٹھا تھا۔ اس وقت ہمارے ذہن میں یہی تھا کہ اگلے پندرہ بیس دنوں میں اِن شاء اللہ کرنل امام رہا ہو کر آ جائیں گے۔ کیونکہ اس وقت یہی خبر ملی تھی کہ ان کی رہائی کی بات ہو رہی ہے۔ میں اس روز صبح یہ سوچ رہا تھا کہ جب کرنل امام رہا ہو کر آئیں گے اور ان کے اعزاز میں ہم جو تقریب کریں گے اس میں، میں نے ان کے بارے میں کیا پڑھنا ہے اس صبح میں وہ لکھ رہا تھا۔ اتنے میں مجھے خبر ملی کہ کرنل امام کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب ہم نے اس خبر کی ادھر ادھر سے تصدیق کرنا چاہی تو آزاد ذرائع اس خبر کی تصدیق نہیں کر رہے تھے تو ہمیں بھی اطمینان ہو گیا کہ شاید ایسا نہیں ہوا۔ اس کے بعد 19 فروری کو ان کی شہادت کی ویڈیو بھی چل گئی۔ اگر اغوا کاروں کی طرف سے تاوان کی ڈیڈ لائن ہوتی تو ہم کچھ کر سکتے تھے۔ جن اداروں سے ہمارا رابطہ ہوتا تھا وہ شاید ہمیں یہ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں لیکن وہ ہمیں تسلی ضرور دیتے تھے کہ ہم کوششیں کر رہے ہیں۔ دیر ہو سکتی ہے لیکن کرنل امام بخیر و عافیت واپس گھر آ جائیں گے۔ تاوان کی ڈیمانڈ تو ہم تک پہنچی نہیں میڈیا میں ہی خبریں آئیں۔

سوال: سُنا ہے کرنل امام کا حقانی گروپ سے اختلاف تھا؟

کرنل (ر) سفیر تارڑ: میرے علم میں نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو حقانی گروپ ان کے دوستوں میں شامل تھا۔

سوال: آپ کا کرنل امام کے بچوں سے تو رابطہ تھا پھر آپ اس فیملی کے بڑے ہیں۔ آپ کو کرنل امام کے بارے میں معلومات ان کے بچوں سے بھی ملتی ہوں گی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: دیکھیں بچوں نے تو بہت بھاگ دوڑ کی۔ ہم نے ان لوگوں سے اوران اداروں سے ضرور رابطے کیے جو اس مشکل میں ہماری مدد کر سکتے تھے۔

سوال: جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ اور جنرل (ر) حمید گل کے بیانات تو طالبان کی حمایت میں ہوتے ہیں ان کا اثر ورسوخ بھی کام نہیں آیا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: اس بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا طالبان کے ساتھ کتنا اثر ورسوخ تھا۔ کرنل امام کا بھی تو طالبان میں ایک مقام تھا لیکن حالات نے کیسا پلٹا کھایا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ صورت حال پیدا ہو گئی۔

سوال: آخری وقت تک آپ کے علم میں کیا بات آئی۔ انہوں نے کرنل امام کو کیوں شہید کیا!

کرنل محمد سفیر تارڑ: آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ جب 23 جنوری کو کرنل امام کی شہادت کی خبر آئی تو ساتھ ہی یہ خبر آئی کہ آپ ڈیڈ باڈی کے لیے دو کروڑ روپے دیں اور ہمارے بندے رہا کریں۔ میڈیا میں یہ خبر آئی۔ جب 19 فروری کو ان کی ویڈیو دکھائی گئی تو تب بھی یہی خبر آئی کہ آپ دو کروڑ روپیہ دیں اور ڈیڈ باڈی لے لیں۔ اور بندے رہا کر دیں اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کرنل امام کے حوالے سے بندوں کی رہائی شرط تھی۔ ماہنامہ ''الحق'' کے جنوری کے شمارے میں کرنل امام کے بارے میں ایک ایڈیٹوریل ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

سوال: کرنل امام کی شہادت کے بعد ان کو کہاں دفن کیا گیا۔ آپ کو اس بارے میں کوئی اطلاع ہے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: ہمارے پاس کوئی اطلاعات نہیں ہیں یہ کیا ہوا' کب ہوا ہمیں تو میڈیا کے ذریعے اطلاعات ملی ہیں، ہم تو وثوق سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

سوال: جب کرنل امام کو قتل کیا گیا اس ویڈیو میں حکیم اللہ محسود کو بھی دکھایا گیا اس بارے میں کیا کہیں گے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: میں نے ساری ویڈیو نہیں دیکھی مجھے اسے دیکھنے سے منع کیا گیا تھا ویڈیو میں حکیم اللہ محسود وہاں کھڑے تھے اور بات بھی کر رہے تھے۔ لوگوں نے اس ویڈیو پر شکوک وشبہات کا اظہار بھی کیا۔ میں نے اپنے بھائی کو وہاں کھڑے دیکھا ہے۔ اصل میں ڈیڈ باڈی ورثا کو نہیں ملی۔ اس حوالے سے شکوک وشبہات ہیں کہ وہ سین ہوا ہے کہ نہیں ہوا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی صورت حال سامنے آ چکی ہوتی۔ بہر حال ان کی شہادت معمہ بنی ہوئی ہے۔

سوال: کرنل امام کی شہادت کے بعد اظہار افسوس کے لیے کون کون ان کی فیملی سے ملا؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: کرنل امام کے ایصال ثواب کے لیے ان کے گھر کے قریب مسجد میں قرآن خوانی کی محفل ہوئی تھی۔ اس میں جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ، جنرل (ر) حمید گل اور ان کے دوست احباب کثیر تعداد میں آئے تھے۔ ہمارے گاؤں میں کرنل امام کی یادگار بھی بن رہی ہے۔

سوال: آپ نے کرنل امام کی شہادت کی ویڈیو میں کیا خاص بات دیکھی؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: میں نے ان کی شہادت کی سنسر شدہ ویڈیو دیکھی۔ میں نے ان کو وہاں کھڑے دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ ان پر کیا قیامت گزری ہے۔ مجھے ان میں آخری دم تک عزم اور حوصلہ دکھائی دیا۔ وہ جب کھڑے ہوئے تو انہوں نے بڑے خوب صورت اور گریس فل انداز میں اپنی قمیض کی آستینوں کو نیچے کیا اور جوان کے سامنے بندوق تانے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ بھرپور عزم وہمت کا مظاہرہ کیا اور بھرپور بہادری کا مظاہرہ۔ ایسے وقت میں لوگ ہمت اور حوصلہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان گیارہ ماہ میں ان پر کیا کیا قیامت گزری وہ میں نے ان کو اس میدان میں کھڑا دیکھا تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ وہ بڑے سلیقے سے ڈاڑھی کی تراش خراش کیا کرتے تھے اور ڈاڑھی میں ہلکا براؤن کلر کرتے تھے وہ کلر اس وقت ان کی ڈاڑھی میں نہیں تھا۔ وہ بہت کمزور لگ رہے تھے۔

سوال: وہ خاموش طبع تھے یا خوش مزاج تھے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: وہ بہت فرینڈلی تھے۔ وہ درویش طبیعت انسان تھے۔ جب فوج میں تھے تو رات کو دیر سے گھر آتے تھے۔ گھر آکر اپنا بیگ اور بستر رکھ کر مسجد چلے جاتے تھے۔ گھر والوں کو جگاتے نہیں تھے۔ ساری رات مسجد میں عبادت کرتے اور صبح کی نماز پڑھ کر گھر آتے تھے۔ میں نے ان کو بستر پر آرام کرتے بہت کم دیکھا ہے۔ دن ان کا جدوجہد میں اور رات مُصلّے پر گزارتے تھے۔ میں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہوئے اُنہیں دیکھا ہے۔

سوال: آپ کو خواب میں ملے؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: مجھے کئی مرتبہ خواب میں ملے ہیں۔ ایک دن میں صبح نماز پڑھ کر لیٹ گیا تو مجھے اپنے بیڈروم کے سامنے رکھے صوفہ پر ایسے لگا جیسے وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس اور سر پر پگڑی باندھے تروتازہ چہرے کے ساتھ اس صوفے پر بیٹھے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ گاؤں میں ہیں۔ گاؤں میں گھر کے قریب ہماری زمینیں ہیں۔ میں نے دیکھا مرسیڈیز ٹائپ ایک بہت لمبی سی گاڑی ہے اس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اس گاڑی کا رخ گاؤں کی طرف ہے وہ اسی طرح ڈریس اپ ہیں جیسے ہوتے تھے۔

میں نے ان کی شہادت سے کچھ دن پہلے خواب دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا چکوال میں ہمارے گاؤں کی ایک بڑی جامع مسجد ہے اس کا نام فاروقی جامع مسجد ہے۔ میں اس کے اندر جاتا ہوں اس کا وسیع وعریض ہال ہے۔ اس ہال میں کرسٹل کے بلاک ہیں جن پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں جو روشنی میں جگمگا رہی ہیں۔ اس ہال میں بہت زیادہ روشنی ہے۔ میں مسجد کے شمالی دروازے سے اندر آتا ہوں تو آگے ایک رحل پڑی ہے اس پر ایک ہینڈ بیگ پڑا ہے اور مجھے ایسے لگا کہ یہ بیگ تو کرنل امام کا ہے۔ یہ عجیب سا خواب تھا کہ شمالی دروازہ اور شمالی وزیرستان اور بندہ موجود نہیں ہے، اس کا ہینڈ بیگ رہ گیا ہے۔ مجھے ویسے بہت مرتبہ خواب میں نظر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ہم تو اب بھی اللہ

کی ذات سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھادے۔ وہ بہت بڑی ذمہ داریاں چھوڑ کر گئے ہیں۔ ان کی چھ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ابھی ایک بیٹے اور بیٹی کی شادی ہوئی ہے۔

میں نے یہ دیکھا کہ ان کو پہاڑ بھی راستہ دے دیتے تھے۔ پتہ نہیں وہ کون لوگ تھے جو کرنل امام کی بھرپور شخصیت کے سامنے پتھر دل رہے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ بے جان چیزیں بھی اُن کو راستہ دے دیتی تھیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ مشکلات اُن کے راستے سے ہٹ جاتی تھیں۔ بظاہر تو یہ ہے کہ اُنہوں نے بہت سے مجاہدین کو ٹریننگ دی جو ان کے فرائض میں تھا۔ وہ تو چیونٹی کو بھی پاؤں کے نیچے دینے کی زیادتی نہیں کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے اگر بات کے دوران کسی سے ذراسی اونچ نیچ ہو بھی جائے تو اٹھتے ہوئے وہ اُس بندے سے بغل گیر ہو کر اس کو خوش کر کے آتے تھے۔ جس علاقے میں وہ پلے بڑھے' آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھیں۔ لوگ ان سے کتنی محبت کرتے تھے۔ وہ لوگوں سے پیار اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ وہ فقیر صفت انسان کس طرح لوگوں کی ضروریات کا خیال کرتے، غریبوں، مستحقوں کی مدد کرتے تھے۔ لوگوں نے تو اپنے مسائل کرنل امام کی آمد تک التوا میں رکھے ہوئے تھے کہ وہ آئیں گے تو ہمارا یہ مسئلہ حل کریں گے۔ چکوال کے قریب ان کے گاؤں چنان میں اہل علاقہ ان کی یادگار کے طور پر ''باب کرنل'' تعمیر کر رہے ہیں۔ کرنل امام کی پہلی برسی کے موقع پر اس یادگار کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

سوال: کس بچے میں اپنے باپ جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں؟

کرنل محمد سفیر تارڑ: نعمان اپنے باپ کی طرح ہے۔ کرنل امام کے گھر میں تھا تو صبح کے وقت نعمان کو اپنے کمرے میں گفتگو کرتے سُنا تو مجھے ایسے لگا جیسے کرنل امام بول رہے ہیں۔ نعمان کی گفتگو کا انداز اپنے باپ کی طرح ہے۔ بڑے عزم اور حوصلے والا بیٹا ہے۔ وہ بہت ساری چیزوں میں اپنے باپ کی کاپی ہے۔ بہرحال ہم تو ابھی تک کرنل امام کی راہ دیکھ رہے ہیں۔

☆☆☆☆

باب نمبر-14

کرنل امام کن لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہو چکے تھے؟

کرنل امام کی شہادت دنیا بھر کے اسلامی حلقوں کے لیے ایک عظیم نقصان تھا۔اس خبر کی بازگشت پوری دنیا میں سنی گئی اور تبصروں اور آراء کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا جن میں کرنل امام کی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ان کو خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا۔مختلف اخبارات اور جرائد نے اپنے اپنے طور پر اپنے ذرائع اور معلومات کے مطابق مضامین شائع کیے۔ہفت روزہ ''الحق'' کا ایک اقتباس نذر قارئین ہے جس میں حکومت اور خفیہ اداروں کے کردار پر سخت تنقید کی گئی ہے:

''چاہے سیاسی معاملات ہوں، چاہے عسکری معاملات ہوں یا دیگر امور، ہر محاذ، ہر توڑ اور ہر نازک مرحلے پر آپ کے افسانوی کردار نے پاکستان اور افغانستان دونوں ممالک اور عوام کے لیے عظیم خدمات سرانجام دیں۔بدقسمتی سے ان کو وہ شہرت اور وہ مقام نہ ملا جو ان کو ملنا چاہیے تھا۔طبیعت میں سادگی اور تواضع کے عناصر غالب تھے۔مرد درویش، مرد مجاہد اور مرد قلندر کی تمام صفات کے حامل شخصیت تھے۔کچھ عرصہ قبل وزیرستان میں نامعلوم گروہوں نے انہیں اغوا برائے تاوان کے لیے اغوا کر لیا۔حکومت پاکستان اور خصوصاً آئی ایس آئی نے ان کی رہائی کے لیے سنجیدہ اور مخلصانہ کوششیں نہیں کیں۔اس لیے آپ دو سال تک ان کی قید میں رہے اور ان کے پسماندگان بھی تاوان کی رقم دینے سے قاصر رہے کیونکہ ان کے باپ کا دامن بہت چھوٹا تھا۔اس میں کرپشن اور حرام کی کمائی اور خصوصاً جہاد افغانستان کے لیے آئے ہوئے اربوں ڈالر کا حصہ نہ سما سکتا تھا۔اس لیے آپ مارے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ امریکہ کے لیے بھی انتہائی ''ناپسندیدہ'' شخص تھے۔اس وجہ سے بھی آپ کے ادارے نے آپ کی رہائی کے لیے کوششیں یا تاوان ادا نہ کیا اور نہ آپ کی لاش کی واپسی کے لیے کوئی کوششیں سامنے نظر آ رہی ہیں''۔

روزنامہ نوائے وقت نے 3 جولائی 2011ء کی اشاعت میں کرنل امام کی شہادت پر مضمون شائع کیا جسے اشتیاق منہاس نے لکھا تھا۔اس مضمون میں کرنل صاحب کی شخصیت پر یوں روشنی ڈالی گئی تھی:

''کہا جاتا ہے کہ طالبان کے امیر ملا عمر مجاہد سمیت تمام طالبان قائدین کرنل امام کا احترام اپنے اساتذہ سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں۔1994ء میں جب کرنل امام ایک قافلے کو لے کر ترکمانستان جا رہے تھے تو راستے میں ایک جنگ جُو گروہ نے کرنل امام کو قافلے سمیت گھیر لیا۔اس وقت جن مجاہدین نے کرنل امام کی مدد کی اور انہیں جنگ جُو گروہ سے آزاد کرایا وہ طالبان ہی تو تھے۔اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو پھر دل ابھی تک نہیں مان رہا کہ ایک ایسا گروپ جو اپنے آپ کو خواہ نام ہی کی حد تک ''طالبان'' کہے وہ کرنل امام کو قتل کر سکتا ہے۔قلبی تعلق کے باعث کرنل امام افغان مجاہدین سے بے حد محبت کرتے تھے۔وہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں کارفرما مزاحمت کاروں کو ''طالبان'' کم ''پختون قبائل'' زیادہ سمجھتے تھے۔تاہم وہ ان کے لیے بھی ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ پختون قبائل کوئی بھی کارروائی ردعمل کے نتیجے میں ہی کرتے ہیں۔جس شخص نے سیاہ بالوں سے سفید بالوں تک افغان جہاد میں گزارا ہو، جو افغان جہاد کے چپے چپے اور لمحے لمحے سے واقف ہو، جنہیں افغان جہاد کا ہیرو سمجھا جاتا ہو جو پٹھانوں کے رسم و رواج میں اتنا رچ بس چکا ہو کہ پٹھان قبائل اسے اپنا خاندانی فرد سمجھتے ہوں، اس کرنل امام کو کالعدم تحریک طالبان پاکستان کے نام سے موسوم پٹھان قتل کر دیں گے۔دل ماننے سے انکاری ہے۔کرنل امام نے تو اپنی تمام زندگی پختونوں کی خدمت میں گزار دی۔وہ ان کے رسم و رواج اور روایات کو اچھی طرح جانتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ پختون انتہائی مہمان نواز ہوتے ہیں۔ان کے گھر اگر دشمن بھی چلا جائے تو اس کی حفاظت اپنی جان پر کھیل کر کرتے ہیں۔کرنل امام تو ان کے دشمن نہیں بلکہ دوست تھے اور دوستوں سے ایسا سلوک کم از کم پختونوں کی روایات نہیں جبکہ تمام قابل ذکر قبائلی عمائدین اور مالکان نے کرنل امام کے تحفظ کی ضمانت بھی دے

رکھی تھی۔ اصل صورت حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر زندگی کے آخری پانچ ماہ کرنل امام کالعدم تحریک طالبان پاکستان کی تحویل میں تھے۔ اس دوران ایک مرتبہ کرنل امام کا اپنے گھر ٹیلی فون بھی آیا جس سے ان کے خاندان والوں کو بہت حوصلہ ملا کہ معاملات شاید اب آسانی کی جانب بڑھ رہے ہیں مگر اچانک قتل کی خبر نے تمام دنیا کو چونکا کے رکھ دیا۔

اغوا کاروں کی طرف سے نہ تو کوئی دھمکی دی گئی اور نہ ہی کوئی ڈیڈ لائن، بظاہر لگتا یہی ہے کہ شہادت سے قبل کرنل امام اور اغوا کاروں کے مابین کسی نہ کسی بات پر معاملہ اس حد تک بگڑا کہ کرنل امام نے اپنے اعلیٰ ایمان اور زندہ ضمیر کے خلاف کچھ کرنے کی بجائے اپنی آخری خواہش شہادت کو گلے لگا لیا۔ کرنل امام کی گیارہ ماہ اسیری کا عرصہ انتہائی تشویش کا باعث رہا۔ پہلے آپ کی شہادت کی خبر 23 جنوری 2011ء کو نشر ہوئی پھر 19 فروری کو ٹی وی چینلز نے ویڈیو دکھائی۔ دونوں مرتبہ کرنل امام کی میت کے حوالے سے خبریں نشر ہوئیں مگر ورثا ابھی تک میت سے محروم ہیں۔ اس صورت حال میں معلومات کا واحد ذریعہ بہادر باپ کے پرعزم اور دلیر بیٹے میجر نعمان سب کو بروقت حوصلہ اور تسلی دیتے رہے ہیں۔ تمام خاندان والے بھرپور آس اور اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ کرنل امام اِن شاء اللہ جلد رہا ہو کر گھر آ جائیں گے۔ خالد خواجہ کی شہادت کے بعد جب عرصہ لمبا ہوا تو اس آس اور اُمید کا دامن طول پکڑ گیا اور ہم نے سوچا تک نہیں تھا کہ کرنل امام کو اتنی بے دردی اور سفا کی سے شہید کر دیا جائے گا۔ کرنل امام کو اللہ تعالیٰ نے شخصیت ہی ایسی دے رکھی تھی کہ آپ جہاں سے بھی گزرتے دھوم مچاتے جاتے۔ آپ کی زندگی میں ایک عجیب وغریب سی ہلچل تھی۔ فوج میں گئے تو پوری فوج میں شہرت پائی۔ ایس ایس جی میں گئے تو امریکہ جیسے ممالک میں انوکھے واقعات میں نام چھوڑ کر آئے۔ آئی ایس آئی اور افغان جہاد میں گئے تو پوری دنیا میں سکہ جمائے رکھا اور افغان جہاد کا افسانوی کردار کہلوائے اور آخر میں جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنی شہادت کے مناظر رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔

اسی حوالے سے معروف صحافی امیر حمزہ نے کرنل امام کی شہادت کے حوالے سے سیر

حاصل تبصرہ کیا جس میں ان کی قبائلی علاقوں میں روانگی سے لے کر شہادت تک کے واقعات کو اجمالی انداز میں بیان کیا گیا۔ یہ مضمون بھی روزنامہ نوائے وقت میں یکم مئی 2011ء کو شائع ہوا تھا۔ امیر حمزہ لکھتے ہیں نائن الیون کے وقت وہ افغانستان کے صوبے ہرات میں پاکستان کے قونصل جنرل تھے اور افغانستان پر امریکی حملے کے بعد واپس پاکستان آئے تو اپنی تمام صلاحیتیں افغانستان سے غیر ملکی فوجوں کے انخلا اور خطے میں امن کے قیام کیلئے وقف کر دیں۔ اس سلسلے میں قومی اور بین الاقوامی میڈیا پر اپنے نقطہ نظر کا بڑا کھلے انداز میں اظہار کرتے تھے۔ مارچ 2010ء میں شمالی وزیرستان روانگی سے قبل انہوں نے ''طالبان'' کے عنوان سے ایک بریفنگ تیار کر کے جنرل مرزا اسلم بیگ کے حوالے کی جس میں طالبان کے تاریخی پس منظر، افغان معاشرت پر ان کے اثرات اور مستقبل میں ان کے کردار پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا گیا تھا۔

24 مارچ 2010ء کو شہادت کے الم ناک سانحہ پر منتج ہونے والے سفر پر روانگی سے قبل کرنل امام اور خالد خواجہ نے جنرل مرزا اسلم بیگ کے گھر ان سے ملاقات کی اور کافی دیر ان کے ساتھ رہے۔ 26 مارچ کو بنوں سے شمالی وزیرستان جاتے ہوئے اغوا کیے جانے کے بعد کرنل امام 30 ستمبر تک لشکر جھنگوی نامی تنظیم کے قبضے میں رہے جو ایشین ٹائیگرز، اسلامک ٹائیگرز اور پنجابی طالبان کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ اس گروپ کی تحویل میں کرنل امام کی تین ویڈیوز فوٹیج مختلف اوقات میں جاری کی گئیں۔ یہ گروپ وقفے وقفے سے ٹیلی فون اور ای میلز کے ذریعے ان کی فیملی سے رابطہ کرتا اور اپنے مطالبات جلد پورے نہ ہونے کی صورت میں خالد خواجہ کی طرح کے نتائج کی دھمکیاں دیتا۔ اس گروپ نے کرنل امام کے بدلے پاکستان کی مختلف جیلوں میں قید ایک سو ساٹھ افراد کی رہائی کا مطالبہ کیا اور یہ دھمکی بھی دی کہ ''ہم کرنل امام کو ان ملکوں کے حوالے کر دیں گے جن کو وہ مطلوب ہیں'' اور یہ بھی کہ ''ہمارے پڑوسی ملک نے ڈالروں کے حساب سے کرنل امام کو خریدنے کیلئے رقم لگائی ہے'' اب اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خالد خواجہ کی شہادت کے بعد جو جرگے کرنل

امام کو نقصان نہ پہنچانے کی ضمانت کے حوالے سے ہوئے ان جرگوں میں حکیم اللہ محسود کیوں شامل ہوتا تھا؟

برطانوی صحافی اسد قریشی کی رہائی کے بدلے بھاری تاوان کی تقسیم پر لشکر جھنگوی میں اختلاف ہوا تو صابر محسود نے عثمان پنجابی اور اس کے ساتھیوں کا قتل کر دیا جبکہ حکیم اللہ محسود گروپ نے 30 ستمبر کو صابر محسود اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے کرنل امام کو اپنے قبضے میں لے لیا جس کے بعد وہ شہادت تک انہی کے پاس رہے۔ اس عرصے کے دوران اس گروپ نے نہ تو ان کی کوئی ویڈیو جاری کی نہ کوئی ڈیڈ لائن دی اور نہ ہی ان کی فیملی سے کوئی رابطہ یا مطالبہ کیا۔ شروع کے تقریباً دو مہینے کے دوران اس گروپ نے کرنل امام کے حوالے سے خاموشی اختیار کیے رکھی اور کسی رابطے کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا حالانکہ اسی گروپ کے قبضے میں پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر اجمل کی اب تک چار ویڈیو جاری کی جا چکی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اکتوبر کے آخری ہفتے میں کرنل امام کا پہلا اور آخری فون اپنے گھر آیا۔ دراصل انہوں نے جنرل اسلم بیگ کا ٹیلی فون نمبر لینا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے بات کی اور کہا کہ ”جنرل اسلم بیگ، جلال الدین حقانی کے بھائی حاجی ابراہیم سے بات کریں اور وہ انہیں (اغوا کاروں کو) سمجھائیں کہ میں یہاں دشمن کی حیثیت سے نہیں آیا تھا اور میری رہائی تاوان یا کسی اور شرط کے بدلے میں نہیں ہونی چاہیے“۔

کرنل امام کی جنرل اسلم بیگ سے بھی بات ہوگئی اور جنرل بیگ ہی کے حوالے سے کرنل امام کی اپنے گھر ٹیلی فون کی خبر کراچی کے اخبار ”اُمت“ میں شائع ہوگئی۔ کرنل امام کی فیملی کے لوگ قومی سلامتی کے اداروں سمیت ان تمام لوگوں سے مسلسل رابطے میں رہے جو ان کی دانست میں اس سلسلے میں ان کی مدد کر سکتے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے بھی مدد کی درخواست کی جن کی آزادی اور خود مختاری کیلئے کرنل امام نے گزشتہ تیس سال سے اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہوئی تھی۔ وہ ان احباب تک بھی پہنچے جن کی کوششوں سے اسد قریشی کی رہائی کی ڈیل ہوئی تھی۔ اغوا کاروں کا کرنل امام کی فیملی سے تو کوئی رابطہ نہیں تھا تاہم بعض

اطلاعات کے مطابق رہائی کے بدلے تاوان کی بھاری رقم اور دیگر مطالبات پر بات چیت جاری تھی کہ 23 جنوری 2010ء کو پہلے کرنل امام کے قتل اور اس کے ساتھ ہی عارضہ قلب کے باعث وفات کی خبر میڈیا پر آ گئی۔ آزاد ذرائع اس خبر کی تصدیق نہیں کر رہے تھے اور میڈیا پر بھی اس حوالے سے شکوک وشبہات کی خبریں آ رہی تھیں کہ 19 فروری کو کرنل امام کے قتل کی ویڈیو میڈیا کو جاری کر دی گئی۔

کرنل امام کی شہادت اور اس کے محرکات پر نظر ڈالیں تو بڑی حیران کن باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مذاکرات کے دوران اغوا کاروں نے مغوی کو قتل کر دیا ہو۔ معاملات اس نہج اور انتہا تک کیوں اور کیسے پہنچے؟ کیا مادر وطن کے کئی اہم رازوں کے امین کرنل امام کو پاکستان کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کیا گیا جو انہوں نے انکار کر دیا یا پھر یہ کہ انتہائی دباؤ اور تشدد کے باوجود کرنل امام نے اس لغو اور بے بنیاد فرد جرم کو اپنے اوپر لینے اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو جیسا کہ خالد خواجہ سے اقراری بیان ریکارڈ کرایا گیا تھا۔

دراصل اپنی راست فکر اور پختہ صالح کردار کے باعث کرنل امام بعض قوتوں کیلئے ناقابل برداشت ہو چکے تھے، جنہوں نے ان کو راستے سے ہٹانے کیلئے گہری منصوبہ بندی کی۔ ”کے جی بی“ کے پرانے زخم تھے۔ اب تو ”خاد“ بھی میدان میں کود چکی تھی کیونکہ کرنل امام کو اچھی طرح جاننے کے باعث امریکی پٹھو حامد کرزئی ان سے سخت خار رکھتا تھا مگر کرنل امام کے فکر و عمل کی سب سے زیادہ تکلیف بھارتی ”را“ اور امریکن ”سی آئی اے“ کو تھی۔ کرنل امام افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں بھارت کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور امریکی عمل دخل کے بہت سخت مخالف تھے۔ آنے والے دنوں میں افغانستان کے حوالے سے کرنل امام کا کردار اور بھی زیادہ اہم تھا۔ وہ ”را“ اور ”سی آئی اے“ کے مقاصد کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ ان ہی قوتوں نے کرنل امام کو راستے سے ہٹانے کے لیے بہت بڑی ڈیل کی اور بھاری قیمت لگائی جبکہ تفصیلی ویڈیو اس پیکج ڈیل کا حصہ ہے۔

باب نمبر-15

اسیری کی داستان اور موت کا معمہ

کرنل امام کی شہادت کے بعد اس واقعے سے متعلق بہت سے انکشافات ہوئے جن سے کچھ نئے حقائق کا پتا چلا۔ مثلاً کرنل امام سے امریکی و بھارتی انٹیلی جنس حکام تفتیش کرتے رہے، حکیم اللہ محسود نے انہیں سرحد پار منتقل کر دیا تھا، مقتول کی رہائی ملتوی کرانے کے لیے اغوا کاروں کو منہ مانگی رقم دی گئی، غیر ملکی اہلکاروں کے کہنے پر مغوی کو افغانستان میں قتل کیا گیا، مقامی طالبان نے قاتلوں سے انتقام لینے کی دھمکی بھی دی۔

اس حوالے سے افغان امور کے ماہر اور معروف صحافی سیف اللہ خالد لکھتے ہیں۔...

آئی ایس آئی کے سابق افسر کرنل امام کی لاش کا معمہ حل نہیں ہو سکا۔ قتل کے بعد شمالی وزیرستان کے عمائدین نے اس امر کی تردید کی کہ کرنل امام کو شمالی وزیرستان میں قتل کیا گیا ہے، جبکہ مقامی طالبان کے بعض ذمہ داران نے انتقام لینے کی دھمکی بھی دی۔ ہماری معلومات کے مطابق کرنل امام کی موت کے حوالے سے افغان طالبان، حقانی گروپ اور مقامی طالبان کی قیادت بھی شدید پریشانی کا شکار اور حقیقت جاننے کی کوشش کرتی رہی۔ فکر مند گروپوں نے حکیم اللہ محسود گروپ سے رابطہ کیا اور کرنل امام کی لاش کے حوالے سے بات چیت کی مگر حکیم اللہ گروپ اس حوالے سے کوئی واضح جواب نہ دے سکا جس پر اس کے خلاف غم و غصے کی لہر میں اضافہ ہوا۔ حکیم اللہ محسود کو یہ بھی کہا گیا کہ اگر وہ دو کروڑ کے عوض لاش دینے کو تیار ہے تو لاش سامنے لائے، دو کروڑ روپے اسے نقد ادا کر دیے جائیں گے مگر اس کی طرف سے انکار کر دیا گیا اور خاموشی اختیار کر لی گئی۔ اس ساری صورت حال کو دیکھتے ہوئے شمالی وزیرستان میں پاکستان میں دہشت گردی کے مخالف مقامی طالبان کے رہنما مولوی نذیر نے دھمکی دی کہ وہ کرنل امام کے قتل کا انتقام لے گا۔

دوسری طرف مقامی عمائدین نے یہ واضح کیا کہ کرنل امام کو نہ تو اغوا کر کے وزیرستان میں رکھا گیا اور نہ ہی انہیں یہاں قتل کیا گیا۔ مقامی امن کمیٹی کے سربراہ مولوی رمضان گل، حافظ نور اللہ شاہ اور مولوی سلیم عمر گل کا کہنا تھا کہ ہم نے کرنل امام کے قتل کی جگہ اور لاش کی تلاش شروع کر دی ہے، ہم بے گناہوں کا خون بہانے کی اجازت نہیں دے سکتے اور ان کا انتقام لیا جائے گا۔ دوسری طرف حقانی گروپ اور افغان طالبان نے بھی شدید غم و غصہ کا اظہار کیا جبکہ ٹی ٹی پی کی اپنی صفوں میں بھی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ محسود قبیلے کے امیر مفتی ولی الرحمٰن اور حکیم اللہ محسود کے ترجمان اعظم طارق نے بھی اس قتل کی نہ صرف مذمت کی بلکہ اس سے شدید اختلاف اور لاتعلقی کا اعلان بھی کیا۔ ان حالات میں خدشہ پیدا ہو گیا کہ حکیم اللہ کی درندگی کے خلاف مقامی قبائلی انتقام کا نعرہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

میڈیا تحقیقات کے دوران ایک اور انکشاف ہوا کہ کرنل امام کی ایک برس کی قید کے دوران جب ان کے اہل خانہ اور حکومت، اغوا کار حکیم اللہ محسود کے مطالبات پورے کرنے سے قاصر تھے تو ان کے ایک چاہنے والے گروپ نے اپنے طور پر بھی مذاکرات شروع کر رکھے تھے اور انہوں نے ہر موقع پر حکیم اللہ کی ڈیمانڈ پورے کرنے کا اعلان کیا مگر حکیم اللہ رقم بڑھاتا چلا گیا۔ میڈیا کو بتایا گیا ہے کہ ایک موقع پر کرنل امام کی رہائی کا خواہش مند یہ گروپ ان کی زندگی کے بدلے میں 13 کروڑ روپے ادا کرنے پر بھی آمادہ تھا، مگر حکیم اللہ محسود نے کرنل امام کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ ذرائع نے بتایا کہ یہ گروپ چاہتا تھا کہ جتنی رقم درکار ہو خاموشی سے ادا کر کے کرنل امام کو رہا کروا لیا جائے مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ حکیم اللہ محسود گروپ کے ایک اہم ذریعے نے انکشاف کیا کہ کرنل امام اب واقعی زندہ نہیں رہے اور حکیم اللہ محسود ان کی لاش بھی کسی کے حوالے نہیں کرے گا۔ اس ذریعے نے حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ منہ مانگی رقم پر بھی آئی ایس آئی کے سابق افسر کی رہائی اس لیے ممکن نہیں تھی کہ بھارتی انٹیلی جنس اور امریکی اینٹلی جنس کے

اہلکاراس سے دگنی رقم حکیم اللہ کوادا کر کے رہائی ملتوی کرواتے چلے جارہے تھے اور حکیم اللہ نے ستمبر 2010ء میں ہی کرنل امام کو سرحد پار منتقل کر دیا تھا جہاں حکیم اللہ محسود کے کارندوں کی تحویل میں امریکی اور بھارتی انٹیلی جنس حکام ان سے تفتیش کرتے رہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس دوران انہیں وقفے وقفے سے پاکستان واپس لایا جاتا تھا اور گھر والوں سے بات چیت اور مذاکرات کاروں کے سامنے رونمائی کے بعد دوبارہ غیر ملکیوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ذرائع نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ جنوری میں کرنل امام کی دل کے دورے سے جاں بحق ہونے کی افواہ بھی حکیم اللہ نے اپنے غیر ملکی دوستوں کے کہنے پر اڑائی تھی تاکہ ردعمل دیکھا جا سکے۔ تاہم اس وقت یہ فیصلہ کیا جا چکا تھا کہ کرنل امام کو رہا نہیں کیا جاسکتا۔ حکیم اللہ گروپ کے ایک ذریعے نے انکشاف کیا ہے کہ حکیم اللہ اور اس کے ساتھیوں کو کرنل امام کی رہائی کی صورت میں نہ صرف ان سے غیر ملکیوں کی تفتیش کے انکشافات کا خطرہ تھا بلکہ انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ اس سے بعض دوسرے لوگ بھی بے نقاب ہو جائیں گے جو بظاہر پاکستان کے حامی ہیں مگر اندرون خانہ دوسری طرف بھی رابطے رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان تمام امور کو چھپانے کی خاطر لازم تھا کہ کرنل امام کو ختم کر دیا جائے۔

اس ذریعے نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ کرنل امام غیر ملکی اہلکاروں کی تفتیش اور تشدد کے سبب کھڑے ہونے کے بھی قابل نہ تھے اور ان کے جسم پر تشدد کے نشانات بھی واضح تھے۔ ان کو قتل کرنے کا فیصلہ غیر ملکیوں نے کیا اور موت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے حکیم اللہ نے اپنی موجودگی میں ویڈیو بنوا کر انہیں قتل کیا۔ ذریعے کا دعویٰ ہے کہ قتل کی یہ واردات افغانستان میں ہوئی اور چوں کہ لاش کے ہمراہ اتنا لمبا سفر ممکن نہیں تھا اس لیے اسے وہیں دفن بھی کر دیا گیا۔ ذریعے نے بتایا کہ لاش کی قیمت وصول کرنے کی شرط محض توجہ حاصل کرنے کا حربہ تھا جو اس وقت بے نقاب ہو گیا جب لاش کے بدلے دو کروڑ روپے کی پیشکش دینے پر بھی حکیم اللہ کا گروپ خاموش ہو گیا تھا۔ اس داستان کی دیگر ذرائع سے تصدیق نہ ہو سکی مگر شمالی وزیرستان کے مقامی طالبان میں سے ایک ذریعے کا کہنا تھا کہ شواہد

اس داستان کی تصدیق کرتے ہیں مگر ممکن ہے کہ اس کی کچھ اور وجوہات بھی ہوں۔ مقامی طالبان کے رہنما حافظ گل بہادر کے قریبی ذرائع سے جب یہ سوال کیا گیا کہ انہوں نے کرنل امام کے تحفظ کی ضمانت دی تھی لہٰذا اب وہ کیا کریں گے تو ان کا کہنا تھا کہ پشتون روایات کے تحت ہم انتقام لینے کے پابند ہیں۔ مگر کب اور کیسے یہ فیصلہ کرنا باقی ہے۔

مقتول آئی ایس آئی افسر کی رہائی کے لیے کوشاں رہنے والے ایک پشتون گروپ نے دعویٰ کیا کہ وہ کرنل امام کے قتل کے مسئلے پر مجاہدین کی شوریٰ اور قبائل کا جرگہ بلائیں گے کیونکہ حکیم اللہ گروپ نے افغان طالبان، مقامی طالبان اور حقانی گروپ کو تحفظ کا یقین دلایا تھا۔

کرنل امام کی شہادت کی اطلاع اس وقت کنفرم ہوئی جب حکیم اللہ محسود کے مذاکرات کاروں نے وائرلیس پر کہا کہ کرنل امام اس دنیا میں نہیں رہے مگر وہ لاش دینے یا کسی غیر جانبدار فریق کو لاش دکھانے پر بھی آمادہ نہیں۔ اس سے قبل بھی کرنل امام کے قتل کی خبر فاٹا کے حالات پر نظر رکھنے والے ذرائع کو خبر موصول ہوئی مگر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی البتہ حکیم اللہ محسود کی قید سے رہائی پانے والے ایک قیدی نے حتمی طور پر بتایا کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس پر اس خبر کو افواہ قرار دے دیا گیا مگر کچھ دن بعد دوبارہ یہ خبر سامنے آئی اور کرنل امام کی رہائی کے لیے اغوا کاروں سے رابطہ میں رہنے والے افراد نے ان سے رابطہ کر کے صورت حال جاننے کی کوشش کی تو صرف ایک جملہ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ میرانشاہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں یہ بات مشہور ہے کہ کرنل امام اس تصدیق سے تین روز قبل دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے جاں بحق ہو چکے تھے اور انہیں امانتاً سپرد خاک کر دیا گیا۔ ابھی یہ بحث جاری تھی کہ درپہ خیل کے علاقہ میں ایک لاش سڑک کے کنارے پڑی ہوئی ملی جس پر بعض لوگوں نے افواہ پھیلا دی کہ کرنل امام کی لاش مل گئی ہے۔ مگر یہ لاش مقامی سطح پر اغوا کر کے جاسوسی کے الزام میں مارے جانے والے ایک شخص کی تھی۔

کرنل امام کو 26 مارچ 2010ء کو اس وقت اغوا کیا گیا تھا جب وہ آئی ایس آئی کے

ایک دوسرے سابق افسر خالد خواجہ اور برطانوی ٹی وی جرنلسٹ اسد قریشی کے ہمراہ شمالی وزیرستان جارہے تھے۔انہیں درپہ خیل کے علاقہ ڈانڈے کے ایک ایسے گروپ نے اغوا کیا تھا جو اپنا نام ایشین ٹائیگر بتاتا تھا اور اس کا ترجمان عثمان پنجابی لشکر جھنگوی اور بعد میں الیاس کشمیری کے گروپ سے الگ ہوا تھا۔

بعدازاں 30 اپریل 2010ء کو خالد خواجہ کو قتل کر کے ان کی لاش ایک سڑک پر پھینک دی گئی تھی جسے اسلام آباد لا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔خالد خواجہ کے قتل کے بعد معاملہ کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے افغان طالبان کے سربراہ ملا عمر اور جلال الدین حقانی کے صاحبزادے سراج حقانی نے مداخلت کی اور شمالی وزیرستان کے وزیر قبیلہ کے طاقت ور کمانڈر حافظ گل بہادر نے اغوا کاروں کا گھیراؤ کر کے کرنل امام اور اسد قریشی کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر بعض وجوہ کی بنا پر یہ ممکن نہ ہوسکا البتہ ان لوگوں کے تحفظ کی یقین دہانی مقامی جرگہ کے ذریعے حاصل کر لی گئی۔

دوسری جانب مذاکرات جاری تھے کہ خبر آئی کہ اغوا کار گروپ جو کہ دراصل ایک جرائم پیشہ محسود شہری صابر کی قیادت میں قائم تھا اور عثمان ان کا ساتھی تھا اس میں اس بات پر جھگڑا ہوگیا کہ عثمان نے خالد خواجہ کو مار کر دو کروڑ روپے تاوان ضائع کر دیا۔اس پر لڑائی بڑھ گئی اور صابر نے عثمان اور اس کے ساتھیوں کو اپنے حجرے میں بلا کر قتل کر دیا اور اسی واقعے کو جھڑپ کا رنگ دیا۔بعدازاں اس وقت وزیرستان میں موجود دیگر کمانڈرز بدر منصور،الیاس کشمیری،سیف اللہ اختر، قاری ظفر اور عصمت اللہ معاویہ وغیرہ نے ٹی ٹی پی کی قیادت پر دباؤ ڈالا کہ پناہ دے کر اپنے مہمان کو قتل کرنے پر صابر کو سزا دی جائے جس پر تحریک طالبان کی شوریٰ نے اس کے لیے سزائے موت تجویز کی اور حکیم اللہ کے ذاتی گروپ ''کاروان حکیم اللہ'' کے کارکنوں نے صابر اور اس کے ساتھی کو قتل کر دیا۔ اس قتل سے قبل صابر نے دو کروڑ روپے تاوان کے بدلے میں اسد قریشی اور ان کے ڈرائیور کو ستمبر میں رہا کر دیا تھا اور ایک ذریعے کے مطابق تاوان کی رقم میں سے 50 لاکھ روپے حکیم اللہ کو بھی دیئے گئے

تھے۔بعدازاں جب دیگر گروپ نے مل کر شوریٰ مجاہدین میں معاملہ اٹھایا تو حکیم اللہ نے خود پر لگائے گئے اس الزام سے بچنے کی خاطر صابر کے قتل کا فیصلہ کر لیا اور یہ شرط بھی منوالی کہ کرنل امام کو وہ اپنی تحویل میں لے گا۔

ذرائع کا دعویٰ ہے کہ گل بہادر کے گروپ نے حکیم اللہ کو واضح لفظوں میں باور کروادیا تھا کہ وہ کرنل امام کی زندگی کو ہونے والا کوئی بھی نقصان برداشت نہیں کریں گے۔ یوں مذاکرات کا سلسلہ پھر شروع ہوا اور حکیم اللہ گروپ نے کرنل کی رہائی کے عوض 5 کروڑ نقد اور 50 قیدی طلب کیے جس پر بات چیت چلتی رہی۔قتل سے ایک ہفتہ قبل مذاکرات میں تاوان کی رقم 3 کروڑ اور قیدیوں کی تعداد 15 کر دی گئی تھی اور ابھی بات چیت جاری تھی اور ان کے مطالبہ پر غور کیا جارہا تھا کہ ان کی موت کی خبر آگئی۔حکیم اللہ گروپ نے مقامی طور پر بھی اس معاملے کو انتہائی خفیہ رکھنے کی کوشش کی اور لاش کے بدلے میں رقم طلب کی۔اس سلسلے میں حکیم اللہ گروپ سے رابطے میں رہ کر معاملات سنبھالنے والے ذرائع کا دعویٰ تھا کہ صورت حال پیچیدہ ہے۔

اس وقت تک کے حالات کرنل امام کے قتل کی تصدیق نہیں کرتے تھے کیونکہ اول یہ کہ ان کے مطالبات پر غور ہو رہا تھا کرنل امام کے زندہ رہنے پر نہیں تین کروڑ روپے ملنے اور 15 لوگوں کی رہائی کی توقع تھی اس لیے وہ اسے قتل نہیں کر سکتے۔ دوسرا یہ کہ قتل کی صورت میں حکیم اللہ گروپ کو دباؤ کا سامنا ہوگا۔کیونکہ حافظ گل بہادر اور افغان طالبان سمیت تمام علاقائی قوتیں اس کے خلاف وارننگ دے چکی تھیں۔لہٰذا اگر حکیم اللہ گروپ کے اس وائرلیس پیغام کو سچ سمجھ لیا جائے کہ کرنل امام زندہ نہیں رہے تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو وہ کسی ڈرون حملے کا نشانہ بن گئے اور یا پھر ان کی موت ہارٹ اٹیک سے ہوگئی ہے جیسا کہ حکیم اللہ گروپ کے ہی دیگر لوگ بار بار کہہ رہے ہیں۔دوسری بات کا امکان اس لیے بھی زیادہ سمجھا گیا کیونکہ مذاکرات کے لیے جانے والی ٹیم کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کرنل امام کو دل کی تکلیف ہے اور ان کے پاس ادویات بھی ختم ہو چکی ہیں اور اغوا کار گروپ انہیں ادویات

فراہم نہیں کر رہا۔

حکیم اللہ گروپ سے ڈیل کرنے والے ذرائع کا کہنا تھا کہ کرنل امام کی موت کی تصدیق کا معاملہ وقت گزرنے کے ساتھ مشکوک ہوتا گیا کیونکہ تدفین کی تصدیق نہیں ہوئی تھی اور حکیم اللہ گروپ کے اہم لوگوں کے وائرلیس بند اور دیگر رابطے بھی ختم ہو گئے۔ فاٹا کے علاقے میں گل بہادر اور ولی الرحمان کے ساتھ ساتھ دیگر گروپ بھی اس صورت حال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

دریں اثنا کرنل امام کی رہائش گاہ پر افسوس کا اظہار کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جنرل حمید گل اور دیگر سابق سینئر حضرات بھی ان کے گھر گئے مگر ان کے صاحبزادے میجر نعمان تعزیت وصول کرنے سے گریزاں اور حتمی خبر کے منتظر تھے۔

☆☆☆
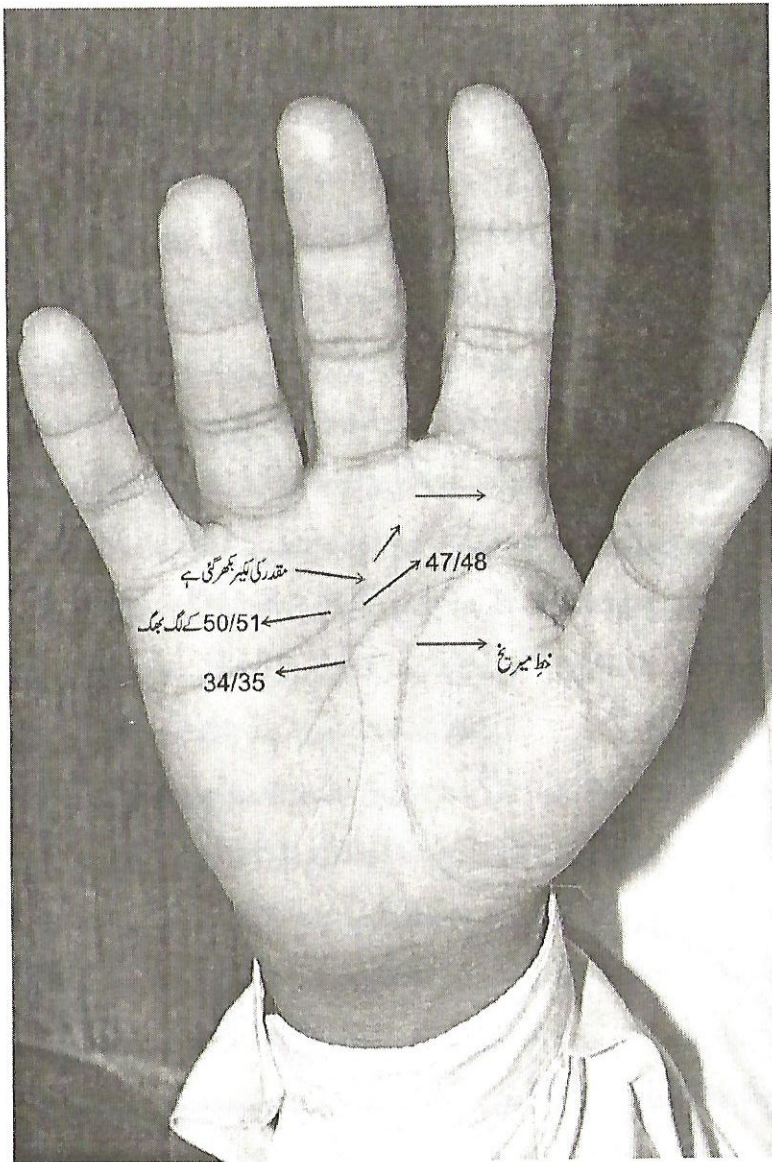
کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام ہاتھ کے آئینے میں

باب نمبر 16

کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام ہاتھ کے آئینے میں

تاریخ پیدائش:4اپریل 1944ء

کہتے ہیں ہاتھ کی لکیریں بولتی ہیں اور ہاتھوں کی لکیروں کی زبان ایک اچھا دست شناس بخوبی سمجھتا ہے۔

ہم نے کرنل امام کی شخصیت کا عکس تو ان کی زبانی ابواب کی شکل میں پیش کر دیا ہے، ہم نے یہ جاننے کے لیے کہ کرنل سلطان امیر المعروف کرنل امام ہاتھ کے آئینے میں کیسی شخصیت کے مالک تھے۔ان کے ہاتھ کا مشاہدہ کروانے کے لیے معروف دست شناس صادق محمود ملک سے رابطہ کیا اور ان کو کرنل امام کے ہاتھ کا پرنٹ دیا۔ آیئے پڑھتے ہیں۔کرنل امام ہاتھ کے آئینے میں کیسی شخصیت تھے۔ آسٹرو پامسٹ صادق محمود ملک کا شمار دنیا کے نامور دست شناسوں میں ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ماضی بعید کے مجاہد، دور حاضر کے دہشت گرد اور مستقبل کے رحمتہ اللہ علیہ سلطان امیر المعروف کرنل امام کے ہاتھ کا پرنٹ مجھے فرزانہ نے دیا اور حکم کیا کہ ہاتھ پر پائی جانے والی علامات کو دیکھ کر بتائیں یہ کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے؟

جب میں نے ہاتھوں کا بغور مشاہدہ کیا تو کہا کہ فرزانہ ایک بات طے شدہ ہے۔اس شخص کی زندگی تین حصوں پر مشتمل ہے۔

مقدر کی لکیر قمر کے ابھار سے نمودار ہو کر دماغ کی لکیر سے ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی دل کی لکیر پر دوسرا ٹکڑا جاتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اور پھر قسمت کی لکیر کا تیسرا ٹکڑا چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہے۔ایک عمودی کی خط کی طرح زحل کے ابھار پر جاتا ہے اور یکدم پھر مقدر کی لکیر بکھر جاتی ہے اور آگے چل کر وہ

راستہ بدل لیتی ہے اور دوسری انگلی کی جڑ میں جا کر اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

مقدر کیا کہتا ہے؟

عمیق مشاہدہ کے بعد کہا جاسکتا ہے ہاتھ پر سارے ابھار عمدہ اور پر گوشت ہیں اور دماغ کی لکیر بھی چاند کے ابھار پر ختم ہوتی ہے۔جوان کے عمر کے 34 اور 35 ویں سال کے درمیان ہے۔مریخ سے نکل کر ایک خط قطع کرتا ہے جوان کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے ان کے اندر جارحیت کا عنصر بے پناہ پایا جاتا تھا جس وجہ سے یکدم اُن کے رجحانات میں تبدیلی رونما ہوئی۔

دل کی لکیر سے پہلے ہی پھر ایک ٹکڑا عمر کے 47 اور 48 ویں سال کے درمیان مقدر کی لکیر جہاں توڑتا ہے وہاں اُن کی زندگی کا دوسرا دور آغاز کرتا ہے مگر یہ خیالات کے عمل تیزی سے عمل کی طرف گامزن ہونے کا بھی پتہ دیتا ہے اور یہ غالباً 51 سال کی عمر کے لگ بھگ ختم ہو جاتا ہے۔اس کے بعد ان کی زندگی میں معتبر تبدیلیوں کا عمل شروع ہوتا ہے جس کا دورانیہ عمر کے 60 ویں برس تک چلتا ہے۔لہٰذا وہ کیریئر میں مقدر کے تین حصے ہونے کی وجہ سے اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز نہ ہو سکے ورنہ جرنیل ہوتے۔

یہاں لفظ جب جرنیل استعمال کرتا ہوں تو یاد رہے جب ہاتھ پر ابھاروں کے ساتھ انگوٹھا مضبوط ہو مگر مقدر ایک سے زائد مرتبہ ساتھ نہیں دیتا۔تین بار ٹوٹ جاتا ہے۔لہٰذا وہ پہلی کمانڈ کی معراج حاصل نہیں کر پاتے اور پھر جب وہ میدان جنگ میں اترتے ہیں تو مقدر پھر ساتھ نہیں دیتا۔ وہ اپنی زندگی کے اُن لمحات کو انجوائے نہیں کرتے جو تمام تر رعنائیوں کے باوجود کامیابی مل جانے کے بعد بھی انسان ایوارڈ ور یوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔وہ اپنا راستہ بدل لیتے ہیں۔عمومی طور پر جارحیت پسند جب اپنا راستہ بار بار بدلتا ہے تو پھر کندھوں پر 3 سٹار نہیں لگتے مگر وہ سمجھتا ہے کامیابی مل گئی مگر ہر کامیابی کے بعد ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پہلا فیز 1979ء تک بنا۔دوسرا 1996ء اور پھر تیسرا 2001ء اور پھر اُس کے بعد

مقدر کی لکیر بکھر گئی۔ ہاتھ پر نشان لگایا ہے۔ 2001ء تا 2004ء کے درمیان وہ مقدر کے ہاتھوں مار کھاتے رہے اور پھر بالکل ہٹ کر تیسرا حصہ جسے تیسرا دور بھی کہا جائے گا۔ مشتری اور زحل کے درمیان مقدر کی لکیر عمودی خط کی طرح کھڑی ہے جو پہلی انگلی سے ہٹ کر دوسری انگلی کے آغاز پر ہی اندر گھس کر ختم ہوگئی جو اچانک بڑے حادثے کا پتہ دیتی ہے۔

اب ذرا شخصی اعتبار وہ کیا تھے اور پھر کیا بن گئے؟

ذرا ہاتھوں کے آئینے میں دیکھتے ہیں

کرنل امام کے ہاتھ پر دل کی لکیر کا آغاز زحل کے ابھار سے ہوتا ہے اور دماغ کی لکیر کا ایک حصہ مشتری کے ابھار سے نمودار ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یاد ہے (یہ علامت انتہائی غیر معمولی شخصیت ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ ایک شخص اگر کسی کے لیے مجاہد ہے تو مخالفین کے لیے وہ باغی ہوتا ہے۔)

زحل کے ابھار سے دل کی لکیر نمودار ہو تو ایسا انسان بنیادی طور پر سخت گیر طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ ارادوں میں پختگی تبدیلی عمل کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ لکیر اگر ہاتھ پر عمدہ علامات نہ ہوں تو پھر کسی بھی شخص کے جرائم پیشہ اور کسی ہاتھ پر عمدہ علامات موجود ہوں تو پھر کرائم کلر ہونے کا اشارہ دیتی ہیں۔

کرنل امام کے ہاتھ پر مقدر کی لکیر جہاں تین بار ٹوٹتی ہے وہاں اُن کے مالی امور میں وافر مقدار میں روپیہ پیسہ آنے کا پتہ دیتی ہے۔ مگر اختتام پر مقدر کی لکیر شکست و ریخت کا شکار ہے لہٰذا اُن کے پاس کافی مقدار میں روپیہ پیسہ موجود تھا مگر انہوں نے اپنے خاندان اور اہل و عیال (خاص طور پر بیگم کے ساتھ بھی کوئی بڑے فائدے نہ دینے کا پتہ دیتی ہے)

لہٰذا عمیق مشاہدہ کے بعد کہا جا سکتا ہے وہ ایماندار تھے خواہ اُن کا تعلق کسی بھی گروپ یا کسی بھی تنظیم سے تھا۔ دل کی لکیر کے ساتھ اگر دماغ کی لکیر مشتری کے ابھار سے نمودار ہو تو پھر چونکہ مشتری کا ابھار حاکمیت کی طلب اور مذہبی حوالوں سے بھی اپنے نظریات پر سختی سے کار پابند ہونے کی علامت ہے۔ (مگر صوفی ازم کی طرف جھکاؤ ذرا کم ہوتا ہے) یہ علامت

مذہبی پیشواؤں اور اگر ہاتھ پر علامات عمدہ نہ ہوں تو پھر نام نہاد مذہبی رہنماؤں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

یہ ایک بات دلچسپی کا باعث ہے۔

دل اور دماغ کی لکیروں کے اس ساتھ میں اگر زندگی اور دماغ کی لکیر میں فاصلہ بڑھ جائے تو پھر جہاں مقدر کی لکیر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہاں وہ تیزی کے ساتھ اپنے رجحانات میں تبدیلی لے آتے ہیں۔ مگر تبدیلی کے بعد بھی جب وہ اپنے افکار کا پرچار کرتے ہیں تو سختی کے ساتھ خود بھی پابند اور دوسروں کو بھی سختی کے ساتھ پابندی کا درس دیتے ہیں۔ مفاہمت صرف اور صرف اپنے نظریات و افکار کے مطابق چاہتے ہیں جس وجہ سے اکثر حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

زندگی کی لکیر کو ایک سے زائد خط مریخ کے ابھار سے نکل کر قطع کرتے ہیں جو حملہ اور پھر حملوں میں ہی راہی ملک عدم ہو جانے کا بھی اشارہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات کرنا ضروری ہے کہ کرنل امام کے ہاتھ پر شہرت کی لکیر کا آغاز دِل کی لکیر سے کافی اوپر جہاں مقدر کی لکیر قطع ہوتی ہے۔ وہاں سے ہوتا ہے لہٰذا انہیں شہرت بھی جیسے عوامی مقبولیت یا زبانِ زدعام ہونا کہتے ہیں۔ عمر کے ایک خاص حصے میں مقبول ہوتے ہیں اور پھر مرنے کے بعد بھی ان کا نام زندہ رہتا ہے۔

شہرت کی لکیر تیسری انگلی سے عین دوسری انگلی کے اپنے مقام سے ہٹ کر پور کی جڑ میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ جسے سائن آف اپالوسی کہتے ہیں۔ یہ علامت دنیا کے ان انسانوں کے ہاتھ پر خواہ کسی بھی گروہ یا آرگنائزیشن سے وابستہ ہوں مرنے کے بعد بڑی شہرت پاتے ہیں۔